حامداً و مصلیاً

۲۸۸

دیباچہ

انسان اس سے ناواقف نہیں ہے کہ وہ اس دنیا میں کبھی نہیں تھا صرف ابھی یہاں آیا
ہے اور قلیل زمانہ کے قیام کے بعد یہاں سے چلا جائے گا۔ اور پھر کبھی یہاں نہ ہوگا۔ اور جب
وہ دنیا میں نہیں تھا تو اس کے لیے دنیا و مافیہا کچھ بھی نہیں تھا اور جب نہ ہوگا تب بھی
یہی ہوگا۔ پس اوسکی حیثیت دنیا میں ایک مسافر کی سی ہے اور طریقہ سفر اور ورود دنیا عجیب ہے
کہ دستور سفر کے برخلاف یہ دنیا میں صرف خالی ہاتھ ہی نہیں آتا۔ بلکہ بہ لحاظ حالت جسمانی
احتیاج کا مجموعہ بنکر آتا ہے یہاں اوسکی ہر قسم کی کفالت ہوتی ہے۔ تا آنکہ اوس کا جسم حد طبعی تک
پہنچ جاتا ہے اور اوسکے جملہ احتیاجیں رفع ہو جاتی ہیں۔ اور جو کچھ اوسکو ملتا ہے وہ کسی کا
دیا ہوا ہوتا ہے۔ اور جب وہ یہاں سے واپس ہوتا ہے تو جو کچھ اوس کے قبضہ
میں ہوتا ہے سب یہیں چھوڑ جاتا ہے تا آنکہ اپنا جسم عنصری بھی یہیں چھوڑ دیتا ہے
اور معطی نہ دینے وقت محسوس ہوتا ہے نہ اوس کا متروکہ لیتے وقت۔ جس عالم سے آتا ہے وہاں
کا ایک دن ہمارے دنیا کے ایک ہزار سال کے مساوی ہوتا ہے اور یہاں کے قیام کا
انتہائی زمانہ ایک سو بیس سال کا ہے۔ جسکے حساب سے وہاں کا ہر گھنٹہ دنیا کے (۴۱ سال
۸) ماہ کے مساوی ہوتا ہے اور تین گھنٹہ دنیا کے (۱۲۵) سال کے مساوی ہوتے
ہیں۔ پس اگر یہاں کسی کا انتہائی قیام ہی ہو وہاں سے وہ (۳) گھنٹہ سے کم ہی غیر حاضر
رہتا ہے جو قلیل مدت یہاں کے بڑی طویل مدت سمجھی جاتی ہے۔ انسان بالذات غیر فانی ہے

اور اسکا اصلی وطن عالم لطیف ہی اور یہ دنیا عالم کثیف ہی جہاں بغیر کثیف مرکب کے لطیف
مخلوقات ٹھیر نہیں سکتی ۔ نہ یہاں کے تجربات حاصل کرسکتی ہی ۔ پس کثیف عالم کے مادے سے
اوس کے لیے جسم متکون ہوتا ہے اور انانیت انسانی اوس میں متصرف ہوکر اس عالم میں کار
دار ہوتی ہے ۔ اور اوس کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کے صدور افعال سے اپنے قوائے
حاصلہ کا اظہار کرتی ہی ۔ اور جسم کی بقا کی حد تک جسم سے اوس کا تعلق برقرار رہ سکتا ہے ۔ چونکہ اس
دنیا کو ثبات و قرار نہیں ہے نہ اوس کی موجودات میں سے کوئی شے دائمی ہے ۔ ہر شے کسی نہ کسی
زمانہ تک قائم رہتی ہے اوسکے بعد فنا ہوجاتی ہے ۔ پس جسم انسانی کے لیے انتہائی عمر صرف
(۱۲۰) سال کی ہی بشرطیکہ اجزائے عنصری اوس میں اعتدال کے ساتھ ہوں ۔ اور عدم اعتدال کی ساخت
ہو جسکی کمی بیشی سے اجسام کے متعدد و اقسام ہو گئے ہیں اور اونکی بقا کے زمانہ بھی مختلف
ہیں ۔ جسم کے ناکارہ ہوجانے پر انانیت انسانی کو اوس سے علیحدگی ناگزیر ہے جو موت
کہلاتی ہے ۔ گو وہ انسان کی موت نہیں ہی ۔ صرف جسم انسانی کی موت ہی لیکن وہ انسان
کا اب مرکب ہی جسکے بغیر دنیا میں اوس کا قیام نہیں ہوسکتا ۔ لہذا بعد شکست جسم اوسے
اپنے وطن واپس جانا پڑتا ہے ۔

انسان کا دنیا میں ورود بے غرض نہیں ہی چونکہ دنیا خداوند کی عجیب و غریب صنائع
کی عظیم الشان نمایش گاہ ہی جسکی ہر شے موجودہ بے شمار صنائع کا مجموعہ ہے اور ہر صنعت
اس قدر پیچیدہ اور انواع و اقسام کی حکمت پر مشتمل ہی کہ کما حقہ اوسکے محاسن حکمت رسائی
فہم مشکل ہی اور بیشتر صنائع ایسے ہیں جنمیں عقل رسا بھی عقدہ کشائی نہیں کرسکتی ۔ پس یہ
عظیم الشان نمایشگاہ جملہ علوم و فنون کا منبع اور بہی لطائف و اسرار کا معدن ہے اور
علوم و فنون کی استعداد کی زیادہ تر قابلیت انسان کو حاصل تھی ۔ لہذا اس عظیم الشان
درسگاہ سے استفادہ زیادہ تر اوس کا حق تھا ۔ پس باقتضائے حق رسانی انسان کو اوس
سے استفادہ کا موقعہ عطا ہوا تاکہ وہ عجائبات صنعت و غرائبات قدرت الہی مشاہدہ کرے

اور اوس کی حکمت کو یعنی اوس کی صنعت کو جسے اور جن علوم و فنون پر وہ مشتمل ہیں اون سے مستفید ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان بغرض حصول معلومات خاص و تجربات ہر قسم یہاں وارد ہوا ہے۔ اور اغراض آفرینش کی تکمیل اوسکا فرض ہے۔ جو خوش قسمت اشخاص اغراض مذکورہ میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اونہیں تو دنیا میں قیام کی ضرورت نہیں رہتی اور واپسی وطن کے بعد نہایت اعلیٰ معاوضہ پاتے ہیں۔ یہی مفہوم حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ہے کہ من سلک طریقاً یطلب بہ علماً سلک اللہ بہ طریقاً من طرق الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتہا رضیً لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درہماً ولکن ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر۔ (یعنی ابوداؤد) نے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی راہ چلتا ہے جس سے کسی علم کی طلب مقصود ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ اس سے اسی طرح جنت میں سے کسی طریق پر لے جاتا ہے۔ اور فرشتہ طالب العلم کی رضا کے لیے بازو پھیلاتے ہیں۔ اور تمام اہل آسمان و زمین و آبی مخلوقات اوسکی مغفرت چاہتے ہیں عالم کو عابد پر ویسی ہی فضیلت ہے جو چودھویں رات کے چاند کو دیگر کواکب پر فضیلت ہے۔ علما انبیا علیہم السلام کے ورثا میں اون کی میراث اشرفی روپیہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اونکی میراث صرف علم ہوتا ہے۔ جس نے علم حاصل کیا اوس نے پورا حصہ لیا۔ ایسے ہی اشخاص اغراض آفرینش کی تکمیل کرتے ہیں اور جو بدنصیب اغراض مذکورہ میں موانعات سے متاخر ہو کر کامیابی حاصل نہیں کر سکتے اون کے لیے واپسی وطن مصیبت عظیم ہے بہرحال عالم لطیف کے باشندوں کے لیے اس دنیا کا سفر فوائد بخش ہے۔ اس تعلیم گاہ کا طریقہ تعلیم ہیا رکھا گیا ہے جس سے نظری معلومات کا عملی تجربات سے تیقن ہو جاتا ہے اور

عملی تجربات سے علوم مستنبط ہوتے ہیں اور ہر قسم کے علوم و فنون سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر جس قدر یہ سفر مفید ہے اوس سے زیادہ خوفناک اور پرخطر اور پرتکلف بھی ہے۔ گو یہاں کا زمانۂ قیام کتنا ہی وسیع ہوتا آنکہ منتہی ہو۔ مگر یہاں کی مشکلات اور یہاں کے مصائب اور جذبات فطرتی کے پیچ در پیچ وسعت اوسکی اونجھن کے لیئے کچھ بھی نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

فکرِ معاش عشقِ بتان یادِ رفتگان　　　اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کرے،

حالات مذکورہ زمانۂ قیام کو بے کار کر دیتے ہیں۔ اصلی اغراض سفر کے لیئے وقت کا ملنا دشوار ہوتا ہے ضمنی اغراض ہی سے وقت نہیں بچتا۔ اور بیشتر اشخاص یہاں کے ضمنی اغراض اور ضرورتوں کو امور مقصود بالذات سمجھ کر ان میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ اونہیں اغراض آفرینش کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں ہوتی۔ اور بالآخر اونہیں ناکام واپس جانا پڑتا ہے۔ درحقیقت جسم پر انانیت کی منصرف ہونے کے بعد جہاں جسم کی ولادت ہوتی ہے۔ وہاں مولود کو والدین تسلیم کرنی پڑتی ہیں، جو ایک مدت تک اوسکے کفیل رہتے ہیں اور مولود کو اون کا اتباع کرنا پڑتا ہے۔ اون کی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ اونکا اخلاق اونکی عادات اختیار کرنا پڑتا ہے تا آنکہ جسم حد طبعی تک پہونچے اور ضروری معلومات حاصل ہو۔ اوس کے بعد زیادہ تر صحت جسمانی ملحوظ رہتی ہے۔ اور تن پروری اور اپنی خور و پوش کے فکر جو فکر معاش کہلاتی ہے۔ ساتھ ہی اس کے بقائی نوع کے لیئے ازدواج کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور جب اولاد ہوتی ہے تو اونکی پرورش کے فکر پیدا ہوتے ہیں۔ غرض فکر معاش تدریجاً بڑھتی جاتی ہے۔ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے سیل جل سے باہم محبت پیدا ہو جاتی ہے اور خود اسمیں ہمدردی اور محبت بالطبع ہے جسکی وجہ سے یہ ابنائے جنس کے ساتھ محبت اور ہمدردی کرتا ہے اور فکر معاش کے جس قدر طریقہ ہیں۔ فلاحت و صنعت و حرفت وغیرہ انمیں جو طریقہ مناسب ہوتا ہے

وہ اختیار کرتا ہے یہی ضمنی امور ہیں جو اغراض سفر سے متوجہ غیر متعلق ہیں۔ اور ان میں سے ہر امر کے بہت سے شعوق ہیں جن میں سے ایک کا بھی انہماک کل زمانہ سفر ضائع کر دیتا ہے اور بجز خوش قسمت اشخاص کے جو ضمنی امور کو ضمنی سمجھ کر حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے اور اصلی اغراض سفر ملحوظ رکھتے ہیں۔ دیگر اشخاص ضمنی امور کو مقصود بالذات سمجھنے لگتے ہیں اور ان ہی کے انہماک میں یہاں کے قیام کا زمانہ صرف کر دیتے ہیں۔ اور بلا حصول مقصود واپس جاتے ہیں۔

اس عالم میں آنے سے قبل نہ کوئی کسی کا بیٹا ہوتا ہے نہ کوئی کسی کا باپ ہوتا ہے نہ کوئی کسی کی ماں ہوتی ہے نہ بہن نہ بیٹی نہ کوئی کسی کا بھائی ہوتا ہے نہ چچا نہ بھتیجا۔ صرف اس عالم میں آنے کے بعد یہ ہر قسم کے باہمی رشتے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وقعت اوسی قدر ہے جس قدر کہ دیگر دنیاوی تعلقات کی وقعت ہے۔ جہاں انانیت اس عالم کے ورود سے قبل تھی اور جتنی مدت تھی وہ خارج از حساب ہے۔ وہاں کے تعلقات کے مقابلہ میں دنیا کے چند روزہ تعلقات کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔ مگر دنیاوی تعلقات کا انہماک سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ اور دنیاوی تعلقات کے سوا کچھ یاد نہیں آنے دیتا۔ حتیٰ کہ غرض ورود دنیا کی طرف بھی ملتفت نہیں ہونے دیتا جو سفر کی اہم غرض ہے اور باوجود اس امر کے بدیہی ہونے اور روزمرہ دیکھنے کے جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور ایک روز ناپید ہو جاتا کسی کے لیے دنیا میں دوامی قیام ہے نہ حد طبعی سے زیادہ اور یہ یقینی امر ہے کہ انانیت جس وطن سے آتی ہے جسم سے انقطاع تعلق کے بعد ہی واپس جاتی ہے۔ اور جملہ دنیاوی تعلقات بفور انقطاع تعلق جسم اس سے منقطع ہو جاتے ہیں کہ گویا کبھی ان کا وجود ہی نہیں تھا لیکن باایں ہمہ کبھی نہ وطن کا خیال ذہن میں آتا ہے نہ یہ کہ یہاں ہمارے ورود کی کیا غرض ہے اور ہم نے اوس میں کس حد تک کامیابی حاصل کی۔ عموماً دنیاوی خاصہ افراط و تفریط پر مشتمل ہے اور وہی افراط و تفریط انہماک کا باعث ہوتی ہے۔ اور وہی اعتدال کو کھو دیتی ہے۔ چونکہ دنیا میں انسان کا گزر مسافرانہ ہے لہٰذا دنیا اوس کے لیے من وجہ سرا کی حیثیت رکھتی ہے اور من وجہ مکتب کی حیثیت رکھتی ہے عموماً سراؤں میں مسافروں کا قیام محدود زمانہ تک ہوا کرتا ہے۔ اور جب وہ سرائے سے رخصت ہوتے ہیں تب صرف اونکا اخلاق اور طریقہ عمل اور

اعمال ہی یادگار رہتی ہیں۔ جو آیندہ مسافروں کے لیے قابل تقلید یا قابل مجتناب ہوتی ہیں اور ذی غور و فکر مسافر اون سے مختلف معلومات حاصل کرتے ہیں اور انسانی کارنامہ نہایت مختلف اور نہایت بسیط اور انواع و اقسام کے معانی خیز ہوتے ہیں بس عام مسافروں کا طریقۂ عمل تو اس قابل نہیں ہوتا کہ جسکی قلم بندی کچھہ مفید ہو۔ البتہ بعض بعض مسافروں کے خاص حالات ایسے ہوتے ہیں جو مختلف فوائد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہذا اون کے سفرنامہ قلم بند کئے جاتے ہیں جو (حالات زندگی) سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ اور جن سے اصحاب غور و فکر مختلف قسم کے عملی اور علمی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ میرے برادر معظم عام رہرو نہیں تھے۔ بلکہ خاص قسم کے مسافر تھے اور صغیر سنی سے غیر معمولی اخلاق اور پسندیدہ عادات کے پابند تھے اور کم عمری کے زمانہ سے علوم و معارف کے ازحد شایق اور بجز ہر قسم کی معلومات بڑہانے اور ہر علم میں تبحر حاصل کرنے کے کچھ انہیں کوئی اور مشغلہ ہی نہیں رہا۔ اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے تادم واپسیں طالب العلمی ہی سے کام رہی۔ ہر چند والدین نے اونکا عقد کرنا چاہا لیکن اوسے بھی وہ اپنی تعلیم میں حارج سمجھے اور انفراغ تعلیم تک مہلت لی۔ علی ہذا سرکار نظام میں اونہیں خدمت نظامت ضلع ملتی تھی اوسکے قبول کرنے سے بھی اونہوں نے بہ لحاظ ہرج تعلیم انکار کر دیا۔ اور انگلستان تکمیل تعلیم کے لیے چلے گئے۔ جہاں اُنھوں نے امتحانات میں کامیابی حاصل کی اور انفراغ تحصیل کے بعد ہندوستان واپس آئے اور سرکار نظام کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ سرکار نظام کی ملازمت میں داخل ہونے تک تو اون کا پورا وقت تحصیل علوم ہی میں گزرتا رہا اور ملازمت میں داخل ہونے کے بعد جس قدر وقت اونہیں ادائے فرائض خدمت سے ملتا رہا وہ کتب بینی ہی میں صرف ہوتا تھا نہایت ہی اولوالعزم اور ہمدردی کا منبع اور صداقت اور خوش اخلاقی اور رحم دلی کا مجمع تھے۔ مگر افسوس ہے اون کے قیام کا یہاں زمانہ بہت ہی کم رہا وہ چالیس سال بھی پورے نہیں کر سکے۔ جو عمر طبعی کا پہلا حصہ ہے اون کی جس قدر یادداشتیں مختلف علوم و فنون کے موجود ہیں

اور جو نایاب کتابیں مختلف ممالک سے ہدست کر کے اونہوں نے جمع کی تہیں اون سے معلوم ہوتا ہی کہ اون کا عزم ہمدردی انسانی کو عملی صورت میں لانے کا اور ضروری علوم پر مفید کتابیں تصنیف کرنے کا اور مشکل علوم کی تسہیل کا تہا اور اون کا ذہن رسا اغراض آفرینش تک پہونچ چکا تہا اور وہ سمجہ چکے تہے کہ دنیا میں انسان کا ورود بےغرض نہیں ہی اور یہ انسان کا اہم کام اغراض آفرینش کی تکمیل ہے۔ اونکی نظر میں ضمنی امور کی ذرا بھی وقعت نہیں تھی۔ نہ اونہیں کسی امر سے دلچسپی تھی۔ اگر اونہیں اپنے قیام دنیا کے زمانے کی قلت کسی طرح معلوم ہوجاتی تو یقیناً جو کچہ اون کے ارادہ تہے اون میں سے جس قدر ممکن ہوتا وہ کر گذرتے اونہیں اون کے قوائے جسمانی نے دہوکہ دیا جن سے معلوم یہ ہوتا تہا کہ وہ نہایت قوی الجسم ہیں اور اغلباً اون کا دنیا میں قیام طویل زمانہ تک ہوگا۔ اگر اون کے قیام دنیا میں کچہ بھی وسعت ہوتی تو وہ اپنی تالیفات و تصنیفات سے اپنے بنی نوع کو بہت فائدہ پہونچاتے۔ اونہوں نے ہرج تعلیم کے خیال سے عقد نہیں کیا اور انفراغ تعلیم کے بعد صیغہ ملازمت کے کام میں مصروف رہے اور عقد میں اس قدر دیر ہوئی کہ وقت اخیر آپہونچا اور عقد کی نوبت نہیں آنے پائی جس کی وجہ سے افسوس ہے نہ اونکی اولاد ہوئی نہ کوئی اون کا قایم مقام رہا۔ اور ان پر نسل کا خاتمہ ہوگیا۔

صیغہ ملازمت میں انہوں نے جس محنت اور لیاقت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا اوسکے اون کے افسر مداح ہیں۔ اون کے اخلاق اور رحم دلی کے اون کے سب ماتحت شکرگزار ہیں۔ اور جہاں جہاں وہ حاکم رہے وہاں کے حکام اور رعایا اور معززین اور وکلا سب کو اونکی مفارقت از حد شاق گزری رعایا کو منصف اور متدین اور خلیق و رحم دل حاکم بہت ہی کم ملتا ہے۔

تجربہ سے لوگوں کو یقین ہوگیا تہا کہ یہ نہایت عمیق نظر کے شخص ہیں۔ ان کی تحقیقات میں حق و باطل ہیں مخفی نہیں رہ سکتا۔ یہ سطحی رائے پر عمل نہیں کرتے۔ منتہی

تحقیقات کی صحیح نتائج پر عمل رہتے ہیں۔ اور کما حقہ معدلت اور حق رسانی کرتے ہیں۔
لہذا سب رعایا کی امیدیں ان سے وابستہ تھیں اس وجہ سے اونہیں ان کی
مفارقت کا سخت صدمہ ہوا۔ گو مختلف دارالحکومتوں میں مختلف حکام نے انتقال
کیا ہے لیکن بجز اُن کے اعزہ و احباب کے دیگر اشخاص کی ہمدردی کا کچھہ اظہار نہیں
ہوا۔ ان کے انتقال سے اعزہ سے زیادہ رعایاے ضلع اور معززین مستقر
اور حکام و عمال مستقر کو رنج و ملال ہوا اور عام طور پر اس واقعہ پر سب نے اپنے رنج و ملال
کا مختلف طور پر اظہار کیا جو محض اون کی عام ہمدردی انسانی اور عمدہ اخلاق کا نتیجہ تھا
گو اون کی حالات قابل ذکر بہت طویل اور مختلف اقسام کے ہیں جنکی مفصل تذکرہ کے
لئے چند بسیط مجلد درکار ہیں۔ لیکن میں مختلف وجوہ سے کما حقہ اون کے حالات
زندگی مفصل منضبط نہیں کر سکتا۔ اور نہایت مختصر طور پر اون کے حالات کے تذکرہ پر
اکتفا مناسب خیال کرتا ہوں۔ تاکہ اون کے سفر کا ایک یادگار رہے۔ اور اہل غور و
فکر اوس کے مطالعہ سے مختلف فوائد حاصل کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) محمد بشیر الدین خان صاحب کا مولد شاہجہان آباد دہلی ہے ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں دہم جمادی الثانی مطابق یکم جون کو بعد طلوع آفتاب (۳) گھنٹہ (۵۱) منٹ یا ۹ گھڑی ۳۷ پل پر تولد ہوئے۔ ہندی تاریخ جیٹھ سدی (۱۲) سمت ۱۹۳۶ ساکی ۱۸۰۱ اکھی۔ انھوں نے بمقام اورنگ آباد کی ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ۲۵ ربیع الاول مطابق ۳۰ دسمبر بروز دوشنبہ بعد طلوع آفتاب اندرون دو گھنٹہ کے انتقال کیا جس سے ان کا کل زمانہ حیات بحساب قمری (۴۰) سال (۹) ماہ (۱۴) یوم اور بحساب شمسی (۳۹) سال (۶) ماہ (۲۹) یوم قرار پاتا ہے۔

(۲) منجانب والد یہ حسینی سید تھے ان کا سلسلۂ نسب (۴۲) واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام حسن المثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت ادریس بن عبداللہ المحض جو بوجہ مظالم مخالفین اہل بیت مغرب الاقصیٰ تشریف لیگئے تھے۔

اور وہاں خداوند تعالیٰ نے انہیں سلطنت عطا فرمائی اور ۷۸۸ء عیسوی سے ممالک مغرب الاقصیٰ میں ان کی حکمرانی شروع ہوگئی اور حضرت کے بعد حضرت کی نسل میں سلطنت منتقل ہوتی رہی۔ چنانچہ آپ کی نسل میں ادریس بن یحییٰ بن مومن نے شہر فیض آباد کیا اور اسی کو دارالسلطنت قرار دیا جو اب تک باقی ہے۔ اور اسوقت اوسکی آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے۔ آپ کی نسل تقریبًا دو صدی تک ممالک مذکورہ میں حکمران رہے۔ قبل ازانکہ اس نسل کی سلطنت کا خاتمہ ہوا سید طیب بن ادریس بن یحییٰ العالی نتیجہ اخیر سمجھ کر شہر فیض سے بطور سیاحت نکلے اونہیں کی نسل میں یہ خاندان ہے۔ حضرت ممدوح کے ساتھ حضرت کے فرزند طاہر اور ابوالقاسم پوتے بھی تھے۔ آپ مختلف ممالک کی سیر کرتے ہوئے۔ عراق عجم پہونچے اور خاقان عراق نے ابوالقاسم کو وزارت عراق عجم پر مامور کر دیا۔ اون کے انتقال کے بعد خاقان نے اون کے فرزند کو اونکا جانشین کرکے (صفدر علی خان) کا خطاب دیا اور مدت دراز تک وہ وزارت کا کام انجام دیتے رہے اون کے فرزند اسمٰعیل بہ تلاش فقراء کامل شہر غور پہونچے اور سلسلۂ نقشبندیہ میں وہاں داخل ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ اور کئی پشت تک اونکی نسل غور ہی میں رہی صرف سید ابی کمال محمد الحسینی غور سے بلخ تشریف لے گئے اور تین پشت تک اونکی نسل بلخ میں رہی۔ سید شاہ مسعود صاحب حضرت حافظ عبدالغفور صاحب پشاوری کے اشتیاق میں بلخ سے پشاور تشریف لائے اور حافظ صاحب سے بیعت کرنے کے بعد عرصہ تک حضرت کی صحبت میں رہ کر بالآخر حضرت کی خلافت اور قائم مقامی سے مشرف ہوئے۔ اور بعلم حالات و عقیدت مندی۔ آپ کے فرزند۔ اکبر کو شاہجہاں بادشاہ غازی نے دارالسلطنت میں طلب کرکے قاضی القضات مقرر کیا اور (مراد الدین خان) کا خطاب عطا کیا۔ اور عالمگیر بادشاہ غازی نے دوسرے فرزند حضرت آخوند عبدالسلام صاحب کو خدمت سفارت کشمیر پر مامور کیا۔ اور دونوں صاحبوں کو جاگیرات عطا کیں خزینۃ الاصفیا

جلد اول صفحہ (۶۷۶) مطبوعہ مطبع نولکشور میں مزید حالات درج ہیں۔ مراد الدین خان صاحب کے انتقال کے بعد حضرت اخوند عبد السلام کے بڑے فرزند خواجہ محمد عمر کو بادشاہ دہلی نے قاضی القضات مقرر فرمایا۔ اور وحید الدین خان کا خطاب دیا۔ اور ۲۵ رجمادی الاول ۱۲۰۸ھ کو شاہ عالم بادشاہ غازی نے اونہیں موضع راے پور کھانڈہ بطور جاگیر التمغہ عنایت کیا۔ آپکے فرزند امین الدین خان صاحب شاہی مصاحبت سے سرفراز رہے اون کے فرزند مولوی رشید الدین خان صاحب بھی جنہیں حسب سابق بادشاہ دہلی سے قدیم تعلق تھا۔ اور مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہٗ سے بھی تعلق تھا اون کے شاگرد رشید او خلیفہ تھے آپ کی تصنیفات مشہور اور قابل دید ہیں۔ آپ کے منجھلے فرزند مولانا مؤید الدین خان صاحب تھے جو بالآخر نواب سر سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار نظام کے مشیر اور معتمد عدالت وکوتوالی رہے اور انہیں کے مشورہ سے نواب صاحب نے انتظام جدید کیا۔ جو اب تک باقی ہے۔ اور انتظامی ضرورتوں کی تکمیل سے قبل حیدرآباد ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور ان کے فرزند اکبر جناب مولوی امین الدین خان صاحب اون کے جانشین ہوئے اور باقی انتظامی ضرورتوں کی اونہوں نے تکمیل کردی۔ اور فرزند اصغر مولوی محمد محی الدین خان صاحب نے ابتدائی خدمات عدالتی سے لے کر چیف جسٹی ہائیکورٹ تک تمام خدمات کا طویل زمانہ تک نہایت نیک نامی کے ساتھ کام انجام دے کر وظیفہ حسن خدمات پایا۔ اون کی یہ فرزند ہیں۔ اس قدر بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت امام حسن المثنیٰ کی وہ نسل جو مغرب الاقصیٰ میں حکمران تھی۔ عراق عجم اور غور اور بلخ اور پشاور اور دہلی ہوتے ہوئے حیدرآباد اور اورنگ آباد پہونچے۔

(۳) اس نسل کے ارکان بہ اعلیٰ درجے معزز و محترم اور جس قدر قابل عظمت ہیں اوس سے متعلق حالات بہت تفصیل طلب ہیں جو مختلف کتب سے معلوم ہوسکتے ہیں۔ مرحوم نہایت اعلیٰ خاندانی سادات حسینی میں سے ہیں اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی نہایت قدیم معزز اعلیٰ خاندان سے ہیں۔ نواب سلیمان بیگ خان صاحب

بہادر صوبہ دار الہ آباد کے خاندان کی بی بی ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے راستباز اور صداقت شعار اور سچے خیرخواہ سلطنت مغلیہ ثابت ہو چکے ہیں۔ مرزا رستم بیگ خان صاحب ریاضیات میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے تھے۔ اور پیمائش اور نقشہ نویسی میں جنہیں اعلیٰ درجہ کی دستگاہ تھی گو سلاطین مغلیہ میں اون کا قدیم تعلق اور نہایت اعزاز تھا۔ مگر اونہوں نے بوجہ تغیر سلطنت مغلیہ گورنمنٹ آف انڈیا کی ملازمت قبول کر لی تھی۔ اور معزز انجینیری کی خدمات پر مامور تھے۔ مرحوم کی والدہ ان کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔ جو ایک حد تک تعلیم یافتہ نوشت وخواند سے واقف نہایت منتظم خلیق مخیر رحمدل بی بی ہیں۔

(۴) مرحوم کو اون کی والدہ نے خود ہی دودھ پلانے کی کوشش کی تھی تاکہ غیر عورت کے دودھ سے کوئی ایسا اثر نہ پیدا ہو جو شرافت کے خلاف ہو لیکن بیماری کی وجہ سے جب وہ نہیں پلا سکیں تب مجبوراً دوسری فکر کرنی پڑی۔ اور دیہات میوات سے ایک مسلمان شریف عورت مسماۃ کھیسلی کو بلوا کر اوس کا دودھ پلانا شروع کیا۔ اوس کا بچہ چونکہ مر گیا تھا اسوجہ سے اوسے مرحوم سے محبت مادری کے قریب ہی قریب محبت ہو گئی تھی اور مرحوم بھی اوس سے از حد مانوس ہو گئے تھے۔ چونکہ مسماۃ مذکورہ کا شوہر بھی فوت ہو گیا تھا لہٰذا اسے اپنے دیہاتی اعزہ سے زیادہ انس وتعلق باقی نہیں رہا تھا۔ لہٰذا مستقل طور پر وہ مرحوم کے پاس رہی اور ہمیشہ ان کی خدمت کے لئے مستعد ہو گئی تھی۔ چنانچہ مرحوم کے سن بلوغ تک وہ خدمت گزار رہی اور نہایت شفقت کے ساتھ اونکی نگہداشت اور خدمت کرتی رہی علاوہ بریں اون کا ایک خاص آدمی ہمراہ ملک میوات ہی کا کریم بخش نامی تھا۔ جو مرحوم کو ہواخوری کرایا کرتا تھا۔ مگر دایہ بہت اچھی اور قابل اطمینان تھی۔ تاہم مرحوم کی والدہ خود زیادہ تر مرحوم کی نگرانی کرتی تھیں۔

(۵) بعنایت ایزدی زمانہ طفولیت بخیر وعافیت گزرا اور مرحوم پاؤں سے چلنے پھرنے لگے۔ اور تھوڑی تھوڑی باتیں بھی کرنے لگے۔ تقریباً ان کی تین سال کی عمر تھی کہ ان کے ہاتھ

میں ایک پھوڑا نکلا جس سے بہت تکلیف تھی اور اپریشن کی ضرورت تھی مگر اونکی والدہ اپریشن
کرانے پر رضامند نہیں ہوتی تھیں۔ اور معمولی معالجہ پر اکتفا کرنا چاہتی تھیں۔ چونکہ مرحوم اپنے
والد سے بھی بہت مانوس تھے۔ اون کے والد اونہیں بہلا کر لے گئے اور انہیں کسی کھیل میں
مصروف کر کے ڈاکٹر سے اپریشن کرا دیا چونکہ زیادہ تر سوزش اور تکلیف مادہ ہی سے تھی
نشتر سے تو کچھہ تکلیف انہیں محسوس نہیں ہوئی۔ مگر مادہ اور خون جب نکلا تو اس سے
مرحوم کچھہ ڈر کر رونے لگے اون کے والد نے جب سمجھایا کہ تم کو تکلیف یہی چیز دے رہی تھی
جو نکلی ہے۔ اب تکلیف جاتی رہے گی۔ اور زخم ایک دو روز میں اچھا ہو جائے گا تو سمجھہ کر
چپ ہو رہے۔ ڈاکٹر نے زخم کو صاف کر کے اوس پر مرہم لگا کر باندھ دیا۔ تب آرام محسوس
کر کے بہت خوش ہوئے اور کھیلنے لگے۔ جب گھر میں گئے اور والدہ نے دیکھا تو اونہیں
برا معلوم ہوا انہوں نے دریافت کیا کہ نشتر سے تم کو کتنی تکلیف ہوئی تو انھوں نے
جواب دیا کہ نشتر سے تو کچھہ بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ پیپ اور خون نکلتے وقت ذرا تکلیف
ہوئی تھی دوا لگانے کے بعد سے وہ تکلیف بھی جاتی رہی۔

(۶) طفولیت کے زمانہ سے انہیں سمجھہ اور بچوں سے زیادہ تھی اور تحقیق ان کے مزاج
میں بہت تھی۔ ہر چیز سے متعلق بہتیری باتیں پوچھا کرتے تھے اور انکی والدہ اون کے
سوالات کے اکثر معقول جوابات دیا کرتی تھیں۔ جب مرحوم کی عمر مابین چار اور پانچ
سال کے تھی تب مرحوم کو بھی چیچک نکلی اور اون کے سب بھائیوں کو چیچک نکلی۔ اس
سال چیچک کا بہت زور تھا۔ کثیر التعداد بچے مبتلا ہوئے اور بیشتر بچے جانبر نہ ہو سکے۔
مرحوم اور ان کے بھائیوں کی بھی چیچک بگڑ گئی اور دانہ سیاہی مائل ہو کر اندر بیٹھ گئے۔
جو نہایت خراب علامت اور وجہ مایوسی تھا حکیم محمود خان صاحب کو بلایا گیا اور بچوں
کو دکھایا گیا تو انہوں نے نسخہ تو تجویز کر دیا مگر ساتھہ ہی اس کے جانبری سے ناامیدی
بھی بیان کر گئے۔ جسکی وجہ سے بچوں کے والدین بدحواس ہو گئے اور جناب حکیم محمد حسین خان صاحب

کو لاکر بچوں کو دکھایا گیا جو سب سے قدیم اور نہایت ذی علم اور تجربہ کار طبیب اور اعلیٰ درجہ کے امرائے دہلی میں سے تھے اور بچوں کے والدین کے نانا بھی ہوتے تھے۔ اور بچوں کے دادا بھی۔ اوس زمانہ میں بعض وجوہ سے وہ ناراض تھے۔ اور اسکی امید کم تھی کہ وہ تشریف لائینگے اسوجہ سے حکیم محمود خان صاحب کو تکلیف دی گئی تھی۔ جب اون کی رائے معلوم کرکے مایوسی ہوئی تب اس کے سوا چارہ نہیں رہا کہ حکیم صاحب سے معذرت کرکے اونھیں تکلیف کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ لہذا اون سے عرض کیا گیا اور وہ بفور اطلاع تشریف لے آئے اور انھوں نے بچوں کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم نے دیر تو بہت کر دی ہو جس کی وجہ سے حالت خطرناک ہو گئی ہے لیکن ہنوز امید شفا باقی ہو۔ جلد پانی گرم کرا کے اور انھوں نے ادویہ مندرجہ ذیل بحساب فی بچہ دو دو تولہ کے منگواکر گرم پانی میں جوش کرائیں (۱) گل بابونہ (۲) اکلیل الملک (۳) گل بنفشہ (۴) تخم خطمی (۵) کبوس گندم اور بہت بڑی لگنوں میں جوش شدہ کھولتا ہوا پانی ڈالکر اوس پر بان کی کھٹولی بچھاکر ہر بچہ کو کھٹولی پر لٹاکر اس پانی کی بھاپ ہر طرف سے دلوائیے۔ جس سے چیچک کے دانہ ابھرنے لگے۔ اور بچوں کی غشی کی حالت اور کرب میں تغیر پیدا ہوا اور چند گھنٹے میں دانہ بہت موٹے موٹے اچھی طرح ابھر آئے اور بچوں کی حالت درست ہو گئی جس کے بعد یہ فرماکر جناب ممدوح تشریف لے گئے کہ اب کوئی اندیشہ نہیں ہے بمعمولی طور پر دانہ خشک ہوکر اچھے ہو جائینگے چنانچہ تیسرے روز خشک ہوکر۔ کھرنڈ جھڑنے لگے اور ایک ہفتہ کے بعد بچوں نے غسل صحت کیا اور اس تہلکہ سے نجات پائی ✤

(۷) کریم بخش جس سے مرحوم مانوس تھے وہ بیمار ہوکر وطن چلا گیا۔ جسے مرحوم عرصہ تک یاد کرتے رہے اور بالآخر محمد حسین نامی سے جو فرید آباد کے شرفا میں سے ایک شخص تھا مرحوم مانوس ہو گئے وہ اونھیں ہوا خوری کرانے لگا۔ اور منشی ابراہیم خان صاحب جو اوس زمانہ میں منتظم جائداد تھے اور شب و روز مکان پر رہتے تھے اور بہت تجربہ کار

معزز شخص تھے۔ انھوں نے بھی مرحوم کو اپنے سے مانوس کر لیا تھا۔ گھر میں مرحوم کی والدہ نگران تھیں اور بابر خان صاحب۔ چونکہ مرحوم کی والدہ کی بڑی ہمشیرہ خورد سال بچہ مسمّی نعمت اللہ چھوڑ کر مر گئی تھیں۔ جو مرحوم سے کچھ کم عمر تھا اور جسے مرحوم کی والدہ ہی پرورش کرتی تھیں۔ مرحوم اوس کے ساتھ یا اپنے حقیقی بھائیوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ کوئی غیر بچہ گھر میں نہیں آنے پاتا تھا۔ کبھی کبھی مرحوم کے خالہ نوں کے بچے آجایا کرتے تھے۔ چھوٹی خالہ کے فرزند مرزا محمود علی خان سے انہیں زیادہ محبت تھی۔ بڑی خالہ چونکہ شہر گوالیار میں رہتی تھیں اون کے بچوں سے ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ جس زمانہ تک وہ دہلی آکر رہی تھیں۔ اوتنے عرصہ تک علی حسین اون کے فرزند کیساتھ کھیلنے کا موقعہ رہتا تھا وہ بھی تقریباً انہیں کے قریب العمر تھے۔ مرحوم نہ کبھی کسی بچہ سے لڑتے تھے نہ کسی کے ساتھ زیادتی کرتے تھے اگر ان کے بڑے بھائی کوئی زیادتی کرتے تھے تو اپنی والدہ سے کہدیتے تھے اور ہمیشہ اپنے کھلونوں وغیرہ اشیاء کو اچھی طرح رکھتے تھے۔ اور روپیہ پیسہ جو کچھ ملتا تھا اوسے اپنے صندوقچہ میں مقفل رکھتے تھے اور صندوقچہ کی کنجی بحفاظت اپنے پاس رکھتے تھے اگر کسی کو روپیہ پیسے کی ضرورت ہوتی تھی اور ان سے قرض مانگتا تھا تو دیدیا کرتے تھے اور جو حسب وعدہ بروقت قرضہ نہیں دیتا تھا اوسے آیندہ قرضہ نہیں دیتے تھے +

(۸) بزمانہ صغیر سنی مرحوم اکثر کہانیاں سنا کرتے تھے۔ اور قصہ کہانیوں کی اگر کوئی کتاب پڑھتا تھا تو بہت شوق سے سنتے تھے۔ اور متقاضی رہتے تھے کہ وہی کتاب پڑھ کر سنا ئیو اور اس شوق میں کہ خود قصص و حکایات کی کتابیں پڑھ سکیں۔ حروف یاد کرتے کرتے بسم اللہ کی رسم سے قبل ہی ایک حد تک حروف شناس ہو گئے تھے اسی اثنار میں بسم اللہ کی رسم ہوئی۔ بعد ان کی پڑھائی کے لیے غلام مصطفےٰ صاحب جو بہت ذی علم صاحب تالیفات و تصنیفات اور نہایت مہذب اور خلیق آدمی تھے رکھے گئے۔

برخلاف اور بچوں کے انھوں نے نہایت کشادہ پیشانی سے خوشی کے ساتھ اون سے
پڑھنا شروع کیا۔ اوس وقت میں انہیں اس کا شوق تھا کہ قصص و حکایات کی کتابیں۔ یہ
خود پڑھ سکیں اسی وجہ سے خوشی خوشی مولوی صاحب سے پڑھتے تھے کہ جلد کتابیں پڑھنے
کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ اور بہت جلد اپنا سبق یاد کر لیتے تھے۔ کبھی استاد کو انہیں ڈرانے
دھمکانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ چونکہ ان کے بڑے بھائی کی حالت ان کے برخلاف
تھی اونھیں اوستاد کے پاس بیٹھنا اور پڑھنا گوارا نہ ہوتا تھا وہ چاہتے تھے آزادی کیساتھ
کھیلتے رہیں۔ اسوجہ سے اونھیں سبق یاد نہیں ہوتا تھا اور وہ بہت پیچھے رہ جاتے
تھے۔ مرحوم نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے ذاتی شوق سے اس قدر استعداد پیدا
کر لی کہ وہ قصص و حکایات کی اردو کتابیں بے تکلف پڑھنے لگے۔ اور مضامین کو سمجھنے
لگے۔ استاد ان کی ذہانت اور حافظہ کی ہمیشہ تعریف کرتے رہتے تھے۔ اور حسب طریقہ
تعلیم قدیم انہیں پڑھاتے تھے۔

(۹) نعمت اللہ خان ان کو خالہ زاد برادر بھی عرصہ تک ان کے ساتھ پڑھتے رہے جو
ان کے بعد ذہین اور محنتی تھے مگر چونکہ مولوی غلام مصطفےٰ صاحب انگریزی نہیں جانتے
تھے۔ اور نعمت اللہ خان صاحب کے والد کا یہ خیال ہوا کہ ابھی سے بچے کو انگریزی بھی پڑھائی
جائے جو بمقابلہ فارسی عربی کے زیادہ مشکل ہے۔ تو مفید ہوگا ممکن ہے کہ آیندہ زیادہ عمر
ہونے کے بعد زیادہ محنت نہ ہوسکے۔ اور نیچے کا جی ہٹنے لگے۔ لہذا انھوں نے نعمت اللہ خان
کو عربی اینگلو اسکول دہلی میں داخل کرادیا۔ اور وہ مدرسہ مذکورہ میں حسب نصاب تعلیم
پڑھتے تھے۔ اور مرحوم کو مولوی صاحب درسی کتابیں پڑھاتے رہے۔ تھوڑے عرصہ میں
مرحوم اردو لکھنے پڑھنے لگے۔ اور فارسی پڑھنی شروع کردی۔ ایک سال میں فارسی بھی
سمجھنے اور بولنے لگے۔ اور عربی کی صرف و نحو شروع کردی۔ اور ساتھ ہی ساتھ فارسی کی
درسیہ کتابیں بھی پڑھتے رہے۔ دو سال میں عربی بھی سمجھنے اور بولنے لگے اور علوم عربیہ

کی درسی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں۔ اور تین سال میں علوم عربیہ میں فارغ التحصیل ہو گئے، فارسی کی گزشت وخواند میں اور عربی علم ادب میں متوسط درجہ کی قابلیت پیدا کر لی۔ اور علوم دینیہ فقہ وحدیث وغیرہ اور حکمت عملی و نظری میں بھی متوسط استعداد حاصل کر لی +

(۱۰) بعد ازاں مرحوم کے والد اونہیں اورنگ آباد لے گئے۔ تاکہ انہیں عدالتی کام سکھائیں اور قانون پڑھائیں۔ اور کچھ عرصہ تک انہوں نے صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد کے دفتر میں ہر ایک صیغہ دار کی زیر نگرانی ان سے ہر ایک صیغہ کا کام کرایا۔ اور خود قواعد متعلقہ پڑھائی اور سمجھائے جس سے اونہیں ہر صیغہ کے کام کی واقفیت ہو گئی۔ اس کے بعد انہوں نے منتظم صدر عدالت کی زیر نگرانی منتظمی کا کام کیا۔ جب اوس کا تجربہ حاصل ہو گیا تب اونہیں دیوانی فوجداری کے قوانین کی کتابیں پڑھانے شروع کیں۔ اور اپنے اجلاس میں انفصالی کام صیغہ دیوانی و فوجداری کا سکھایا۔ مگر چونکہ اوسوقت تک مرحوم انگریزی سے ناواقف تھے اور بلحاظ حالات وقت انگریزی سے ناواقفیت مانع تھی لہذا انہوں نے انگریزی شروع کرادی۔ اور اسکی تحصیل کے لیئے انہیں پھر دہلی بھیجدیا۔ اور مرحوم دہلی آکر انگلو عربی ہائی اسکول میں داخل ہو گئے۔ جہاں نعمت اللہ خان ان کے برادر خالہ زاد پہلے سے پڑھ رہے تھے اور سنہ ۱۸۹۰ء میں انہوں نے انگریزی میں مڈل کی قابلیت پیدا کر کے امتحان دے دیا جسکی بناء پر مرحوم کامیاب ہو گئے اور انہیں پنجاب یونیورسٹی سے سارٹیفکٹ کامیابی مڈل مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۸۹۰ء مل گیا۔ اسی کے قریب زمانہ میں نعمت اللہ خان بھی مڈل پاس ہو چکے تھے۔ اور آئندہ پڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ملازمت کرنا چاہتے تھے۔

(۱۱) مرحوم کو نعمت اللہ خان سے نہایت محبت اور خلوص تھا۔ لہذا مرحوم کو یہ فکر ہوئی کہ انہیں صیغہ ملازمت میں جگہ مل جائے اور انہوں نے اس باب میں اپنے والد کو لکھنا شروع کیا تھا۔ چونکہ مرحوم کے خالہ اونکی والدکی بھی خالہ زاد ہمشیر ہوتی تھیں اور دونوں میں بہت محبت تھی۔ اسوجہ سے خود اون کے والد کو بھی نعمت اللہ خان کا بہت خیال تھا اونہوں نے

بفور تحریک مرحوم کو لکھا کہ بلا توقف نعمت اللہ خان کو میرے پاس بھیجدو۔ میں انھیں صیغہ ملازمت میں داخل کرا دونگا۔ اور مرحوم نے اونہیں اپنے والد کے پاس بھیجدیا اور انہوں نے نعمت اللہ خان کو اورنگ آباد پہونچتے ہی صیغہ عدالت میں نوکر رکھا دیا۔

یکم امرداد سنہ ۱۳۰۹ف کو صیغہ عدالت میں ۵ مواجب پر بدیں غرض مامور کرلئے گئے تھے کہ اونہیں تفصیلی دفتری کام کا کافی تجربہ ہو جائے تا کہ آیندہ ذمہ داری کی خدمت پر تقرر کے بعد وہ عدالتی کام جس قدر دفتری ہو اوسے بھی خوب سمجھ سکیں اور انفصالی کام کے ساتھ دفتری کام بھی عمدہ طور پر انجام دیں اور ساتھ ہی ساتھ اونہیں دفتری قواعد بھی پڑھائے جاتے تھے۔ اور چند سال میں وہ چند محکمہ جات کی مختلف خدمات پر رہ کر جب دفتری کام سے حسب ضرورت واقف ہو گئے۔ تب اونکی قانونی تعلیم شروع ہوئی۔ تا آنکہ انھوں نے وکالت کے امتحان کی قابلیت پیدا کری اور امتحان پاس کرلیا۔ اور تقرر کے پانچویں سال وہ مستقل سررشتہ دار مصفی ہو گئے جسکے دو سال کے بعد ہائی کورٹ نے اونہیں یکم ابان سنہ ۱۳۱۶ف کو مستقل سررشتہ دار ضلع مقرر کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے صدر عدالت صیغہ اورنگ آباد کی محافظ دفتری پر ترقی پائی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد منصرم منتظم صدر عدالت ہو گئے۔ اور مختلف اوقات میں (۱۸) ماہ تک اونہوں نے مستقلی صدر عدالت کا کام انجام دیا۔ اور گو صدر عدالت نے اون کے استقلال کے لیئے بہ زور سفارش کی لیکن ہائی کورٹ نے اوسے منظور نہیں کیا۔ چونکہ وکالت کے امتحان میں کامیابی کے بعد سے وہ جوڈیشل امتحان کے لیئے تیاری کر رہے تھے اوسمیں بھی بعنایت الٰہی بدرجہ اعلیٰ کامیاب ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے انہیں عدالتی عہدہ ملنے کا استحقاق پیدا ہو گیا تھا۔ بلحاظ اون کے دفتری کارروائی اور لیاقت کے معتمد صاحب عدالت نے اونہیں اپنے دفتر میں بہ ترقی ۔ لے لیا اور (۳) امرداد سنہ ۱۳۲۲ف کو منصفی سراجی رماص پر بھیجا گیا

سرکار سے اون کا تقرر ہو گیا۔ گو ابتداً وہ منصفی بھوکردن پر متعین ہوئے تھے لیکن صدر
عدالت کی تحریک پر اردی بہشت ۱۳۲۴ف میں اون کا تبادلہ ہنگولی پر ہو گیا۔ جہاں
اون جیسے لایق اور منتظم اور مصلح شخص کی از حد ضرورت تھی۔ اونہوں نے وہاں کی تحصیل کے
صیغہ اسٹامپ کا السماعہ ۱۲ کا تغلب برآمد اور ثابت کیا جسکی بنا پر معین المہام بہادر
عدالت وغیرہ نے بذریعہ مراسلہ معتمدی عدالت وغیرہ نسانی ۶۲۶ مورخہ ۲۷ مہر ۱۳۲۵ف اظہار
خوشنودی فرمایا۔ اور تھوڑے سے عرصہ میں جس قدر نقائص وہاں موجود تھے سب کی
اصلاح کردی۔ اور سالہا سال کے باقی مقدمات غور کے ساتھ منصفانہ طور پہ فیصل
کر کے رعایا کے دل میں اپنی خاص قسم کی وقعت پیدا کر لی۔ اونکی دیانت اور صداقت اور
ہمدردیٔ انسانی سے رعایا کو اون پر غیر معمولی اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور بربنائے کارگزاری
اونہیں ایک درجہ کی ترقی بھی ملی۔ اور ۱۳۲۶ف میں جبکہ قرضہ جنگ سرکار عظمت مدار کی
کارروائی شروع ہوئی تو حکام مال کی سعی کچھہ کارگر نہیں ہوئی تا آنکہ اونہوں نے خان صاحب
سے استعانت چاہی اور ان کی اونٹے توجہ کے ساتھ صم سماعہ قرضہ دینے کے متعلق
رعایا کی فہرست تکمیل ہو گئی جو اون کے ذاتی اثر کا نتیجہ تہا۔ صاحب ضلع نے بذریعہ مراسلہ
۱۳۳۴ل مورخہ ۱۵ مہر ۱۳۲۶ف اون کی اس توجہ کا شکریہ ادا کیا اور معتمد صاحب مالگزاری
کو بھی اس سے مطلع کیا اور محکمہ سرکار سے بھی بذریعہ مراسلہ ۳۲۱ل مورخہ دہم مہر لور ۱۳۲۶ف
اظہار خوشنودی کیا گیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اونکی عمر نے وفا نہیں کی اور بروز یکشنبہ ہشتم ماہ
شوال ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۳ مہر لور ۱۳۲۶ف دن کے (۳) بجے اونہوں نے بعارضہ ہیضہ وبائی
انتقال کیا۔ گو یکم امرداد ۱۳۰۹ف سے آذر ۱۳۲۴ف تک تقریباً ساڑھے چودہ سال وہ عدالتی عملہ میں
رہے اور عدالتی عہدہ پر مامور ہو کر (۲) سال (۹) ماہ چند روز ہی گزرے تھے کہ وہ عالم جاودانی
میں منتقل ہو گئے۔ (۱۴) سالہ عملہ کی ملازمت درحقیقت اون کا تعلیمی زمانہ تہا جسمیں انہوں نے
ہر قسم کے قانونی تعلیم علمی اور عملی حاصل کی تھی اور وہ اعلیٰ درجہ کی لیاقت پیدا کی تھی جس کا ظہور

تھوڑی ہی سے زمانہ حکومت میں ہو گیا تھا اور اس سے بے انتہا عمدہ رائے قائم ہوئی تھی۔ اگر اونہیں بقدر ملازمت عملہ بھی حکومت کا موقعہ ملتا تو وہ رعایا اور گورنمنٹ کو از حد نفع پہونچاتے۔ اور یقیناً ہائی کورٹ کی ججی تک پہونچ جاتے مگر افسوس ہے کہ اونہیں عالم عنصری میں (۳۶) سال سے زیادہ رہنا نصیب نہیں ہوا۔ گو اون کی تعیناتی ہنگولی کو سوا برس سے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔ مگر اسی قدر قلیل عرصہ میں اونہوں نے باشندگان ہنگولی میں وہ وقعت پیدا کرلی تھی جو کبھی کسی عہدہ دار کو سالہا سال میں بھی نصیب نہیں ہوتی۔

(۱۲) کامیابی امتحان نے مرحوم کو مزید تحصیل انگریزی کا شوق پیدا کر دیا تھا۔ لہذا اونہوں نے انٹرنس میں کامیابی کی کوشش شروع کی اور رائم۔ بی۔ ہائی اسکول (دہلی) میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور دو سال میں تحصیل تمام کر کے انٹرنس کا امتحان دے دیا اور خوش قسمتی سے پاس ہو گئے اور پنجاب یونیورسٹی سے انہیں سارٹیفکٹ کامیابی انٹرنس مورخہ ۱۵ جون ۱۸۹۵ء ملا گیا۔

قبل اس زمانہ کہ مرحوم انٹرنس پاس کر چکے اونکے والد کو یقین تھا کہ وہ کامیاب ہی ہونگے اور چونکہ سرکار عالی ان سے کم لیاقت بعض عہدہ داروں کے لڑکوں کو سرکاری خرچ سے تعلیم کیلئے انگلستان بھیجا ہے۔ لہذا بجائے اسکے کہ یہ ہندوستان میں تعلیم پائیں انگلستان میں تعلیم پانا ان کے لیئے زیادہ مفید ہوگا۔ اونہوں نے بذریعہ درخواست مورخہ ۲۰ شہر محرم ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۹۵ء سرکار عالی سے یہ استدعا کی کہ اون کے فرزند بخرچ سرکار عالی انگلستان تعلیم انگریزی کے لیئے بھیجے جائیں جس سے متعلق بحکم مدار المہام سرکار عالی ناظم صاحب تعلیمات سے رائے طلب ہوئی اور ناظم صاحب نے بذریعہ مراسلہ ۱۳۳ نمبر ۱۳۴۴ مورخہ ۲۴ آذر ۱۳۰۸ف یہ جواب دیا کہ:۔

بلاشبہ درخواست گزار کو بوجہ قدامت خدمت پورا استحقاق اس درخواست کی قبولیت کی امید کرنے کا حاصل ہے مگر پہلے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مبلغ استعداد کیا ہے

جب معتمدی سے اون کے سوال مذکورہ کا جواب دیدیا گیا تب اونہوں نے بذریعہ مراسلہ ۶۰۵ مورخہ ۲۰ دی ۱۳۱۸ف یہ لکھا کہ اگر طبابت کیواسطے جاتے ہیں تو میٹریکولیشن کی استعداد کافی ہے۔ اور اگر تعمیرات کے لیئے کوشش کرنے والے ہیں تو بی۔ اے، تک کی ریاضیات میں استعداد ضرور ہے۔ قانون کے لیئے بھی میٹرکیولیشن کی لیاقت کافی نہیں ہے جسکی بنیاد پر مدارالمہام بہادر نے یہ تصفیہ فرمایا کہ قانونی تعلیم انگلستان کے لیئے میٹریکیولیشن کی لیاقت کافی نہیں ہے (مزید تعلیم ہونی چاہیئے) اس کے بعد خود نواب عماد الملک ناظم تعلیمات نے مرحوم کے والد کو یہ لکھا کہ:۔

"اسوقت موقع اچھا ہے دو طالب علم ولایت سے واپس آگئے ہیں درخواست میرے پاس جلد بھیج دیجئے تاکہ میں اپنی سفارش کے ساتھ پیش کردوں بیرسٹری کے لیئے اگر آپ بھیجنا چاہتے ہیں تو اوس میں شاید کسی قدر دقت پیش آئے مگر یہاں تمام امید سفارش اور مہربانی پر موقوف ہیں ممکن ہے کہ یہ بھی منظور ہو جائے"

میری رائے میں اگر اونہیں ریاضیات سے کسی قدر مناسبت ہے تو وہ انجینیری کا فن اختیار کریں۔ اس فن والے کی نوکری کہیں نہیں گئی ہے۔ یہاں ہمیشہ خواہش ہوتی ہے۔ اور یہاں نہ ہو تو "ملک خدا تنگ نیست" ہر جگہ اوسکی خواہش ہے۔ گئے گزرے طور پر خود ٹھیکہ اور تعہد کے کاموں میں ہزار ہا روپیہ پیدا کرسکتا ہے۔ بہرحال مجھ سے جہاں تک ہو سکے گا ان کی کامیابی میں کوشش کروں گا"

گو اس تحریر کی بنا پر مرحوم کے والد نے کوئی درخواست تو نہیں بھیجی لیکن ناظم صاحب کے خط کا جواب لکھا جسکے بعد ناظم صاحب نے اونہیں یہ لکھا کہ:۔

"ولایت فرنگستان بھیجنے کا سلسلہ بحکم اعلیٰ حضرت موقوف کردیا گیا خدام

اعلیٰ حضرت کی مرضی نہیں ہے کہ اب کوئی طالب علم تعلیم کے لیئے فرنگستان بہیجا جائے"

درحقیقت نہایت بے ترتیبی کے ساتھ طلبا انگلستان وغیرہ بہیجے جاتے تھے اور غیر ضروری مصارف خزانہ پر پڑتے تھے۔ لہذا حضرت غفران مکان نے موجودہ طریقہ عمل کو روک کر تعلیم انگلستان سے متعلق قواعد منضبط کئے جانے کا حکم صادر فرمایا تھا تاکہ آئندہ بپابندی قواعد طلبا کا انتخاب ہو اور اونہیں حسب قواعد اسکالرشپ ملے۔

اور جن فنون کے جس قدر تعلیم یافتہ اشخاص کی ریاست کو ضرورت ہو صرف اونہیں فنون کے لیئے طلبا بغرض تعلیم بخرچ سرکار انگلستان بہیجے جائیں۔ پس قواعد کی ترتیب اور منظوری اعلیٰ حضرت تک طلبا کا انگلستان بہیجا جانا ملتوی ہو گیا تہا۔ مرحوم کے والد کو ناظم صاحب تعلیمات کے خط اول الذکر سے قبل ہی حالات مذکورہ معلوم ہو گئے تھے اسی لیئے انہوں نے حسب مشورۂ ناظم صاحب موصوف درخواست کرنا بے نتیجہ سمجہا اور خود بھی اون کی یہ رائے قائم ہو گئی تھی کہ کافی استعداد ہی کے بعد انگلستان بہیجنا مناسب ہوگا۔ مرحوم کو ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ وہ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد انگلستان جائیں اور وہ نہایت توجہ کے ساتھ انگریزی استعداد بڑہا رہے تھے۔

(۱۳) چونکہ انٹرنس یا میٹریکولیشن کے امتحان میں کامیابی نے مرحوم کا حوصلہ بڑہا دیا تہا اوس سے انہیں تحصیل انگریزی کا مزید شوق بڑھ گیا تھا۔ اور وہ ہندو کالج دہلی میں داخل ہو گئے۔ اور دو سال میں انہوں نے انٹرمیڈیٹ کلاس کی تعلیم ختم کر کے امتحان دیدیا اور کامیاب ہو گئے۔ اور اونہیں اس کامیابی سے متعلق پنجاب یونیورسٹی سے سارٹیفکٹ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۱ء مل گیا جسکے بعد انہوں نے سینٹ شاذ کالج میں بی۔ اے۔ کی تعلیم شروع کر دی۔ گو ان کی نسبت ہر کالج کے اساتذہ کی بہت اچھی رائے ہی علی ہذا اس کالج کے اساتذہ کی رائے بھی اچھی تھی بسٹر جی۔ بیبرٹ موپر پرنسپل

کالج نے سارٹیفکٹ میں لکھا ہے کہ :-

انگریزی میں یہ اچھے طالب العلم ہیں۔ بے تکلف انگریزی بول سکتے ہیں۔ اور صحیح لکھ سکتے ہیں بعض اوقات ان کے مضامین نہایت اعلیٰ طور پر سوچے ہوئے اور بیان کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس زمانہ میں یہ یہاں پڑھتے تھے اوس زمانہ میں انہیں علالت سے بہت تکلیف رہی جسکی وجہ سے انہیں امتحان میں چنداں عمدہ موقعہ نہیں ملا۔

مسٹر پنالال بوس معلم فلسفہ، لکھتے ہیں کہ :-

یہ ایک طباع اور محنتی طالب العلم ہیں۔ جنکو میں نے ہمیشہ متوجہ اور علم حاصل کرنے کا شایق پایا انہیں اپنے مضمون فلسفہ کا پورا اور مستحضر علم ہے جو پرچہ امتحان کے انھوں نے مجھے لکھہ کر دیئے تھے ان سے اونکی نہایت قابلیت ذاتی کا اظہار ہوتا تھا بحیثیت طالب العلم میری رائے میں یہ اوسط درجہ کے طالب العلم سے قطعاً بالاتر ہیں۔

مسٹر شاہجہاں اورنیٹل سکنڈ لینگویج کے اوستاد لکھتے ہیں کہ :-

انھوں نے مجھسے بی۔ اے میں دو سال فارسی پڑھی اور اس مضمون میں بہت اچھے رہے اور تیز اور ذہین اور طباع اور مہذب اور مودب آدمی ہیں۔ نیز بڑے شریف اور اعلیٰ خاندان ہیں چونکہ امتحان کے قریب زمانہ میں یہ سخت علیل ہوگئے تھے۔ جسکی وجہ سے انہیں کامیابی امتحان کے لیئے تیاری کا موقع نہیں ملا اور ناد رستی مزاج کی حالت میں انھوں نے امتحان دیا۔ اور پرچے بھی امتحان کے پیچیدہ تھے ان وجوہ سے وہ ایک پرچہ جوابات کے ان کے بگڑ گئے۔ اسوجہ سے یہ اس دفعہ بی۔ اے کے امتحان میں ناکام رہے اور انہوں نے مصمم قصد کرلیا کہ صحت کامل کے بعد یہ لاہور جاکر پنجاب یونیورسٹی کالج میں داخل ہو کر مکرراً بی۔ اے کی تعلیم کے تکمیل کے بعد امتحان دینگے

(۴۱) اس دفعہ کے امتحان کا نتیجہ چونکہ یقینی کامیابی تھا۔ اور دریافت ہوا تھا کہ قواعد تعلیم مرتب ہوکر بغرض منظوری اعلیٰحضرت جا چکے ہیں عنقریب بعد منظوری نافذ ہو جائینگے۔ اور لوگوں نے درخواستیں کرنی شروع کردی ہیں لہذا مرحوم کے والد نے مناسب سمجھا کہ کارروائی سابقہ کی بنیاد پر اون کے لیے بھی تحریک کردیں پس انھوں نے بذریعہ نیم سرکاری مورخہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ معتمد صاحب عدالت و تعلیمات وغیرہ کو درخواست سابقہ سے متعلق کارروائی کے لیئے لکھدیا۔ اور نواب سربلند جنگ بہادر معتمد نے درخواست مذکورہ کی تائید میں گزارش مرتب کر کے معین المہام بہادر کے ملاحظہ میں پیش کردی۔ چونکہ دیگر امیدواروں میں کوئی بی۔ اے کی لیاقت کا شخص نہیں تھا بلکہ کم لیاقت اشخاص تھے۔ لہذا مرحوم کو بہت ترجیح تھی۔ معین المہام بہادر نے قانونی تعلیم کے لیئے مرحوم کا انگلستان بھیجا جانا منظور فرماکر بذریعہ فنانشل سکرٹری منظوری مدارالمہام حاصل کرنے کا حکم دیا۔ اور اصل گزارش بذریعہ مراسلہ ۵۴ لکسٹاں مورخہ یکم امرداد ۱۳۱۶ف فنانشل سکرٹری کو بھیجدی گئی۔ اوسوقت تک قواعد تعلیم انگلستان زیر منظوری اعلیٰحضرت تھے۔ لہذا کارروائی مذکورہ بانتظار قواعد دفتر میں رکھی گئی۔ اسی کے قریب زمانہ میں قواعد بعد منظوری نافذ ہوگئے اور مرحوم کے والد کی نظر سے گزرے جنکی شروط و قیود ایسے تھے۔ جنیں اون کے والد اونھیں پھنسانا نہیں چاہتے تھے۔ اور درخواست واپس لینا مناسب سمجھتے تھے۔ مگر چونکہ بروئے قواعد مذکورہ انتخاب طلبا عہدہ داران مندرجہ ذیل کے کمیٹی کے سپرد کیا گیا تھا۔

(۱) فنانشل سکرٹری

(۲) ناظم تعلیمات

(۳) معتمد عدالت وغیرہ

اور بتعمیل احکام قواعد مذکورہ ۱۶ شہریور ۱۳۱۶ف کو کمیٹی منعقد ہوئی اور اوس نے تین امیدواروں کا

انتخاب کرکے اعلان لسان الملک جریدۂ اعلامیہ کے ذریعہ سے مشتہر کرادیا۔ حالانکہ اونمیں کوئی
بھی اعلیٰ استعداد نہیں رکھتا تھا نہ کوئی بی۔ اے تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ
مرحوم کی کارروائی کی مثل جداگانہ تھی اور دیگر امیدواروں کی کارروائی کی مثل جداگانہ
تھی کمیٹی میں مرحوم کی مثل پیش نہیں ہوئی۔ دیگر امیدواروں کی مثل پیش ہوکر تصفیہ ہوگیا
چونکہ خود بخود ایسا نتیجہ پیدا ہوگیا جسکے لئے درخواست کا قصد تھا اسلئے مرحوم کے
والد نے مزید کارروائی نہیں کی۔

بادی النظر میں یہ امر حیرتناک معلوم ہوتا ہے کہ نواب عمادالملک بہادر ناظم
تعلیمات جو مرحوم کی اعانت پر پوری طور پر آمادہ تھے اور نواب سربلند جنگ بہادر
معتمد عدالت وغیرہ جو اون سے زیادہ اعانت پر مستعد تھے اور درخواست بھی جدید نہیں
تھی بلکہ سنہ ۱۳۰۸ ف سے زیر تصفیہ چلی آتی تھی اوسی یہ دونوں معززارکان کمیٹی فراموش کرگئے
اور نہایت مستحق اعلیٰ استعداد کے قدیم امیدوار پر اونہوں نے کم لیاقت جدید امیدوارونکو
ترجیح دے کر اعلان جاری کرادیا۔ گو فنانشل سکرٹری کما حقہ واقف نہ ہوں تاہم معین المہام
تعلیمات کی منظوری سے، تو ضرور مطلع تھے گو ممکن ہے اونہیں بوجہ ناواقفیت حالات
اوس منظوری سے اختلاف ہو لیکن ہر دو معززارکین کمیٹی جو ہر قسم کے حالات سے بخوبی
مطلع تھے اگر اونہیں حالات سمجھا دیتے تو ممکن تھا اون کا اختلاف رفع ہو جاتا،
اور اگر اوس کے بعد بھی اختلاف رفع نہ ہوتا تو صرف انہیں دونوں معززارکین کے
متفقہ رائے اونکی رائے پر مرجح قرار پاتی۔ اور بربنائی غلبہ رائے عمل ہوتا۔ پس جس طور
پر مرحوم کو کمیٹی مذکورہ نے ناکام رکھا وہ بہت غور طلب ہے۔ اور جملہ حالات اس کے
مقتضی تھے کہ اگر مرحوم کے والد کمیٹی کی تجویز مذکورہ ترمیم کرانے کی کوشش کرتے تو
ضرور کامیابی ہوتی لیکن اونکی رائے میں اس کا رشب حاصل کرنا مناسب نہیں تھا
اسوجہ سے اونہوں نے سکوت اختیار کیا۔

(۱۵) مرحوم بعد صحت اپنے ارادہ کے مطابق لاہور جاکر پنجاب یونیورسٹی کالج میں
داخل ہو چکے تھے۔ اور مکرر بی۔اے کی تعلیم شروع کردی تھی جہاں بالآخر انہوں نے
بی۔اے کی تعلیم ختم کی اور ۱۹۰۵ء میں بی۔اے کا امتحان قابل تعریف پاس
کرلیا۔ اور اونہیں پنجاب یونیورسٹی کے بی۔اے کی سند ۲۳ دسمبر ۱۹۰۵ء میں
ملی۔ چونکہ سابق سے ان کا قصد صرف اسی حد تک انگریزی میں کامیابی پر اکتفا کا
نہیں تھا بلکہ جس قسم کے ان کے طفولیت کے زمانہ سے خیالات تھے کہ جو کچھ ہو وہ
اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا ہو۔ اسی طرح منتہی کامیابی تک یہ انگریزی تحصیل چاہتے تھے۔
اور انگریزی تعلیم کے تکمیل کے لیئے انگلستان جانے کا قصد تھا۔ لہذا بفور کامیابی
بی۔اے۔ انہیں روانگی انگلستان کے فکر شروع ہوئے اور بعجلت تکمیل کے لیئے
یہ (۳۰) دسمبر ۱۹۰۵ء کو راہی انگلستان ہوگئے۔ گو ان کے سفر انگلستان کے
واقعات اور وہاں کی تحصیل کے حالات بہت تفصیل طلب ہیں لیکن جس قدر
مرحوم نے اپنے خطوط کے ذریعہ سے اپنے والد کو لکھے ہیں اونہیں کے بیان پر اکتفا
کیا جائے گا۔ تاکہ طوالت نہو +

(۱۶) ان کے سوا اور کوئی لڑکا ان کے والد کا ایسا نہیں تھا جو خاندانی عظم و اعزاز
حاصل کرسکتا۔ اسوجہ سے مرحوم کی قدر اون کے والد کے دل میں بہت تھی۔ اور وہ
صرف اونہیں کو اپنے قایم مقامی کے قابل سمجھتے تھے۔ اسوجہ سے مرحوم کو از حد عزیز
رکھتے تھے۔ بوقت سفر انگلستان خود اونہیں رخصت کرنے کے لیئے بمبئی گئے تھے
اور خود اونہوں نے بندرگاہ پر جاکر اونہیں رخصت کیا تھا وہ (پنشولر) نامی جہاز پر
سوار ہو کر راہی انگلستان ہوئے۔ عدن سے جو خط مرحوم نے ۲ جنوری ۱۹۰۶ء کو
اپنے والد کو لکھا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندرگاہ سے رخصت ہونے
سے کیا کیا واقعات پیش آئے، جو حسب ذیل ہے:۔

آپ سے رخصت ہو کر ہمراہی ایجنٹ (Thos. Cook) ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب کو نہایت ظریف مزاج پایا۔ معائنہ تو برائے نام ہوتا ہے۔ امام ضامن جو سجادہ صاحب اور میر منشی صاحب نے باندھے تھے آخر تک بندھے ہی رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کہ "کیا پرنس آف ویلز نے تمہیں بھی تمغہ عطا کیا ہے"۔ بعد میں نبض پر ہاتھ رکھا اور اچکن کے اوپر سے سینہ وغیرہ ٹٹولا۔ اور پوچھا کہاں سے آرہے ہو۔ اس کے بعد معائنہ ختم ہوا۔ اجازت نامہ اون کے پاس لکھے رکھے تھے اون میں سے ایک اوٹھا کر میرے حوالہ کیا۔ جس پر لکھا تھا کہ بعد معائنہ ڈاکٹری (Peninsular) جہاز پر جانے کی اجازت دی گئی۔ میں ڈاکٹر صاحب کے کمرہ کی پشت کی جانب کے دروازہ سے نکل کر بندرگاہ کے چبوترہ تک پہونچا۔ وہاں ایک دخانی کشتی تیار پائی۔ چبوترہ مذکور سے کشتی کے اندر ایک چھوٹا سا زینہ لگا ہوا تھا۔ میں کشتی میں داخل ہوا اسوقت تقریباً دس پندرہ انگریز۔ پانچ چار میمیں اور ایک دو بچے وہاں موجود تھے۔ چند منٹ بعد زینہ کشتی کے اندر کھینچ لیا گیا۔ اور کشتی روانہ ہوئی۔ بندرگاہ کے کٹہرہ بیرونی پر میں نے آپکو اور نعمت اللہ خان کو دیکھا تھا لیکن فاصلہ بعید ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر پہچان نہیں سکا۔ میں نے رومال بھی ہلایا تھا۔ اگر آپ وہاں تشریف فرما ہوں گے تو آپ نے دیکھا ہوگا۔

تقریباً آٹھ دس منٹ بعد یہ کشتی نامی جہاز تک پہونچ گئی۔ زینہ بلند کر دیا گیا۔ ہم دونوں کچھ عرصہ تک منتظر رہے۔ کیونکہ کتابوں میں بہت دیکھا کرتے تھے کہ جب کہ مرد اور عورتیں کسی کام میں شریک ہوں تو عورتوں کو پہلے موقعہ دیا جاتا ہے۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ مرد ہی جانے شروع ہو گئے تو ہم بھی جہاز پر چڑھ آئے۔ اور (Captain) (کپتان) سے اپنی سیٹ (Seat) کا نمبر بتا کر مقام دریافت کیا

پھول اسوقت تک تمام ہمراہ تھے۔ اور میوے کے ٹوکرے بھی۔ کپتان نے ایک آدمی
کے ہمراہ ہمیں اپنی جگہ پر بھیجدیا۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے کمرہ کا مہتمم جسے (Cabin
Steward) کہتے ہیں آیا۔ اوس نے کہا کہ اپنے بکس جو تھامس کک (
Thos Cook) کی معرفت آئے ہیں سنبھال لو۔ اور ایک پر تیس منٹ کے بعد ڈنر
کی گھنٹی ہوگی۔ اوپر کھانے کے کمرہ میں چلے جانا۔ نیز جو جو ضروریات تھیں وہ بتا گیا۔
مثلاً پاخانہ یہاں ہے۔ غسل خانہ یہاں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس شخص سے بہت کام
نکلتے رہتے ہیں۔ ہمارا کمرہ (Cabin) دو آدمیوں کے رہنے کا ہے۔ برابر میں
بعض کمرہ چار چار آدمیوں کے رہنے کے بھی ہیں۔ بعض تین تین آدمیوں کے رہنے کے
ہیں۔ وہ نسبتاً بڑے ہیں۔ ہمارا (Cabin) طول میں ۲ گز (سوا دو گز) عرض میں
بھی اسی قدر۔ بلندی میں ۲، گز ڈھائی گز کے قریب ہے۔ جس میں دو پلنگ تاروں کے
زیر و بالا اوسی طرح سے نصب ہیں۔ جس طرح سے ریل میں ہوتے ہیں۔ ان پر
ایک ایک موٹی توشک دو تکیہ (ایک تنکوں سے بھرا ہوا اور ایک پروں سے)
ایک سفید فلالین کا کمبل۔ ایک غسلخانہ کا طوال ہے۔ کمرہ میں ایک تین درجہ کی چھوٹی
سی الماری اور ایک منہ دھونے کا ظرف اوس قسم کا جیسا ریل میں ہوتا ہے اوس
ظرف پر دو ٹکیاں سفید صابون کی ہیں۔ برابر کھونٹیوں پر چار ہاتھ منہ پوچھنے کے
طوال لٹک رہے ہیں۔ ایک لکڑی کے کارنس پر ایک صراحی میں پینے کا پانی اوس
کے دونوں جانب دو گلاس رکھے ہوئے ہیں۔ نیچے دو کُپیوں کی شکل کی ظروف
ہیں ہاتھ منہ دھونے کا میٹھا پانی رکھا ہوا ہے۔ دروازہ کے اوپر ایک چھوٹا سا مچان
ہے اوس پر دو کاک کے (Life belts) رکھے ہیں یہ اس لیے ہیں کہ اگر خدانخواستہ
جہاز غرق ہو تو اون کے ذریعہ سے آدمی سطح پانی کے نیچے نہ جانے پاوے۔ تیسرا ہے۔
ایک گہری رکابی کی شکل کا ظرف کوڑا ڈالنے اور قے کرنے کے واسطے ان (Spittoon)

کے اوپر دھرا ہے۔ نیچے فرش قالین کا ہے۔ راستوں۔ زینوں میں اور ہر جگہ یا تو موٹا
نرم ٹاٹ بچھا ہوا ہے۔ یا قالین تاکہ آمد و رفت میں کھٹ کھٹ زیادہ نہ ہو۔ جس منزل
میں ہمارا کمرہ ہے اوس میں ایک اخبار پڑھنے اور بیٹھنے کا کمرہ بڑا بھی ہے۔ اوس کے اوپر
کی منزل میں کھانے کا کمرہ ہے۔ اور لکھنے کا کمرہ ہے۔ جہاں میز پر ایک قلم ایک دوات
اور کچھ کاغذ لفافہ مسافروں کے واسطے ایک لنڈن کا نقشہ اور انگلستان کی ریلوں کا
ٹائم ٹیبل رکھا رہتا ہے۔ اوس کے اوپر کی منزل میں فرسٹ کلاس کمرہ ہیں اور اون
کی چھت صاف تختہ کی ہے۔ تقریبًا چالیس گز طویل اور پانچ چھ گز عرض اس پر ہم جا
کے سائبان دھوپ سے محفوظ رکھنے کے واسطے پڑے رہتے ہیں۔ یہاں لوگ
اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ کر ہوا کھاتے ہیں۔ ہم بھی جب گھبرا جاتے ہیں۔ تو یہیں چلے
جاتے ہیں۔ نیز صبح شام اکثر انگریز بطور ورزش ٹہلا کرتے ہیں۔ ہم بھی اب چہل قدمی
کرنے لگے ہیں۔ جس منزل پر کھانے کا کمرہ وغیرہ ہے۔ اوسی کے کچھ دور آگے بڑھ کر منہ
دھونے کا ظرف اوس ہی شکل کا جیسا اوپر عرض کیا بنا ہوا ہے۔ فرق یہ ہے کہ یہاں
نل لگا ہوا ہے۔ اوس سے کچھ آگے بڑھ کر ایک جانب تین غسل خانہ ہیں۔ اور ایک
جانب چار پانچ پاخانہ ہیں۔ مگر چونکہ یہ دونوں مقامات جہاز کے کونہ (سرے) کے قریب
واقع ہیں۔ تو جس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ ان میں جا کر بہت جلد چکر آنے
لگتے ہیں۔ حمام میں ایک چینی کا بڑا ٹب ہے جسمیں آدمی لیٹ سکتا ہے۔ بارہ گرہ
کے قریب گہرا بنا ہے۔ اور اسمیں دو نل لگے ہوئے ہیں۔ ایک گرم پانی کا۔ ایک سرد
پانی کا۔ پانی سمندر کا کھاری ہی ہوتا ہے۔ میٹھا پانی مانگا جائے تو تھوڑا سا مل جاتا
ہے۔ میٹھا پانی سہولت کے ساتھ نہانے کے قابل نہیں مل سکتا۔ سمندر کے پانی سے
نہا کر جسم بہت ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ درجہ دوم میں دو قسمیں ہوتی ہیں۔ پہلی (A)
کہلاتی ہے دوسری (B) بی کے درجہ میں سفر کیا جاوے تو بمقابلہ اے کے

کرایہ میں کم دینے پڑتے ہیں۔ ہم (بی) کلاس میں سفر کر رہے ہیں۔ کرایہ کل ۲۰۵ روپیہ
دیا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ (اے) کلاس میں سفر کیا جائے۔ آپ کبھی قصد فرمائیں تو بادرجہ
اول میں یا دوم میں تشریف لائیے گا۔ کیونکہ درجہ مذکور میں کھڑکی ایسی ہوتی ہے کہ اوسے
جب چاہیں کھلا رکھ سکتے ہیں۔ تازی ہوا آتی رہتی ہو۔ ہمارے یہاں کھڑکی ایسی ہے
کہ اوسے کھولیں تو کبھی کبھی پانی آجاتا ہے۔ اور زیادہ بند رکھیں تو بدبو ہونے لگتی ہے
روغن اور ربڑ کی بو گھٹتی ہے۔ تو خواہ مخواہ مالش ہونے لگتی ہو۔ عطر بھی مطلق مفید نہیں
یہاں عطر کی بو سے خواہ مخواہ امتلا ہونے لگتا ہے۔ سرکہ اور نیبو کی بو سے سوا اور کوئی
بو خوشگوار نہیں معلوم ہوتی۔

پھولوں کی بابت عرض کرنا بھول گیا۔ اون سے نہایت درجہ مالش ہونے
لگی بالآخر جب اونہیں باہر پھنکوایا تب نجات ملی۔ اور افاقہ ہوا
یعنی مہتمم کمرہ سے معلوم ہوا کہ کمرہ میں میوہ رکھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ سمندر
میں اسکی بو سے استفراغ ہونے لگتا ہے۔ اور بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ برابر
کا ایک بڑا کمرہ خالی تھا اسمیں میوہ رکھدیا گیا۔ جو چند نارنگیاں اور بہیاں ہمراہ تھیں
وہ بہت غنیمت ہوگئیں اور اسوقت تک مدد دے رہی ہیں۔ باقی انگور۔ انجیر۔ سیب
چیکو۔ کیلے۔ وغیرہ سب مہتمم ہی کو دیئے گئے۔ اس موسم میں بوجہ ایام سرما ہونیکے
تموج کم ہوتا ہے۔ پہلے روز کسی قدر زیادہ تھا۔ تو مالش ہوتی رہی۔ چکر آتے رہے
دردِ سر بھی رہا۔ لیکن تیسرے روز سے بالکل آرام ہے۔ قے مجھے صرف ایکدفعہ
ہوئی۔ اور ہمراہی صاحب پنڈت رام گوپال کو بالکل نہیں ہوئی۔ صرف مالش ہی
ہوکر رہ گئی۔ کھانا چار وقت ہوتا ہے۔ علی الصباح چائے۔ آٹھ کے قریب برگ
فاسٹ۔ ڈیڑھ بجے ٹفن۔ اور شام کو چائے۔ کھانا عمدہ ہوتا ہے اور ہر وقت
سات آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ خصوصاً ڈنر میں ہر قسم کا کھانا آتا ہے۔ ہم نے بھی چار روز میں

کھانا اتنا سیکھ لیا ہے کہ کھا لیتے ہیں۔ کھانوں کے نام لکھے ہوئے میز پر رکھے رہتے ہیں اوس سے معلوم رہتا ہے کہ کیا چیز ناجائز ہے۔ وہ نہیں کھاتے۔ میں حتی الوسع گوشت نہیں کھاتا مچھلی ہی کھاتا ہوں کھانے کے ساتھ نارنگیاں بھی ہوتی ہیں۔ سب سے اوپر کی منزل پر کھیل کا کمرہ ہے اوس کے دیکھنے کا اسوقت تک اتفاق نہیں ہوا۔ بہرصورت اس مفصل سمع خراشی سے آپکو تکلیف تو ہوئی ہوگی لیکن اس امر کا اطمینان ہو گیا ہوگا کہ بندہ بخیریت و عافیت ہے اور کسی قسم کی تکلیف یہاں مطلق نہیں ہے۔ جہاز کل شام کو یعنی اسوقت سے ۲۴ گھنٹہ بعد عدن پہونچے گا۔ وہیں یہ عریضہ ڈاک میں ڈالا جاوے گا۔

اور خط مورخہ ۷۔ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء جو راہ مابین عدن و بندرگاہ سویز سے مرحوم نے لکھا تھا جس سے دریافت ہوتا ہو کہ بندر عدن پر اونہیں جہاز بدلنا پڑا۔ اور وہ (پنشولر) جہاز سے اتر کر (معقدونیہ) نامی جہاز پر سوار ہوئے۔ خط مذکورہ کے قابل ذکر عبارت حسب ذیل ہے:۔

بروز چہارشنبہ گزشتہ یعنی بتاریخ ۳ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء بوقت ۷ بجے شب کے ہمارا پہلا جہاز جس کا نام (Peninsular) تھا بندرگاہ عدن پر پہونچا چونکہ وقت شب کا تھا وہاں کی کیفیت کچھ دیکھنے میں نہیں آئی۔ سوائے اس کے کہ عرب جو کشتیاں لے کر جہاز تک آتے ہیں۔ کہ اسباب اور خطوط جہاز پر سے لیجاویں بےانتہا غل شور مچاتے ہیں۔ جہاز کے ٹھیرتے ہی ایک دخانی کشتی چند چپوؤں سے چلانے والی کشتیوں کو کھینچ کر جہاز کے قریب لائی۔ ان میں تمام اسباب وغیرہ اوس غول عرب نے ڈالدیا۔ ایک اور دخانی کشتی بعد میں آئی۔ اوسمیں مسافروں کا اسباب بھرا گیا۔ پھر مسافر اتر گئے۔ پونے ۹ بجے شب کے قریب ہم اس نئے جہاز میں آ گئے تھے۔ کوئی کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ آتے ہی

اپنے (   ) کا نمبر دریافت کر لیا۔ اوسی طرح سے ایک آدمی آکر بتا گیا۔
یعنی مہتمم کمرہ آیا اوس نے تمام اسباب لاکر رکھدیا اور پوچھا کہ اور کیا کام ہے
یہ بھی دریافت کیا کہ صبح کس وقت آپ کو جگا دوں۔ اور چلا گیا۔ یہ جہاز پہلے جہاز کی
نسبت بہت اچھا ہے۔ کمرہ وغیرہ بھی پہلے جہاز سے زیادہ وسیع ہیں اور اسباب
آسایش پہلے جہاز کی بہ نسبت زیادہ اور   ہے۔ یہاں اور چیزوں کے علاوہ ایک
برقی پنکھا ہر کمرہ میں لگا ہوا ہے۔ جسوقت چاہیئے۔ چلائیے۔ اور جسوقت چاہیئے
بند کر دیجئے۔ اگر پوری قوت سے چلایا جاوے تو خوب فرّاٹے کی ہوا آتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے
کہ پوری قوت سے نہ چلایا جائے۔ ہمارے کمرہ کے باہر دس بارہ قدم کے فاصلہ پر
دو بڑے بڑے نل لگے ہوئے ہیں۔ ایک پر فلٹر واٹر لکھا ہوا ہے اور ایک پر Iced
Water) ایک میں فلٹر کیا ہوا پانی رہتا ہے۔ اور ایک میں برف سے سرد کیا
ہوا۔ جونسا جس قدر مطلوب ہو۔ لیا جا سکتا ہے۔ ایک میوزک روم ہے جو جہاز کے
تیسری منزل پر واقع ہے۔ اسمیں چھوٹی چھوٹی میزیں رکھی ہوئی ہیں۔ کرسیاں نصب
ہیں۔ اور چاروں طرف بنچیں یا کوچیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہیں قلم دوات وغیرہ بھی رہتی
ہے۔ اسی کمرہ میں۔ اسوقت بیٹھا ہوا یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ یہاں کا ایک مہتمم علیحدہ
ہے اسی طرح اس کے قریب ایک کھیلنے کا کمرہ ہے۔ اوس کا انتظام ایک علیحدہ شخص کے
سپرد ہے۔ کھیلنے کے کمرہ میں تاش شطرنج وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس جہاز میں ایک
لائبریری (کتب خانہ) بھی ہے۔ اوسکی کچھہ فیس ایک مقام سے دوسرے مقام تک کے
لیئے مقرر ہے۔ جو چاہیں اسمیں داخل ہو سکتے ہیں۔ کتابیں انگریزی ہیں۔
کھانا بھی اسمیں پہلے جہاز کی بہ نسبت کسی قدر بہتر ملتا ہوگا۔ اب ہمارے
ہمراہی انگریزوں کے برتاؤ میں تھوڑا فرق پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے۔ کبھی کبھی خود بخود
کچھہ بات کر لیتے ہیں کبھی کھانے کی میز پر کوئی چیز اٹھا کر دینے لگتے ہیں کبھی کسی کھیل

میں شریک کرنے کی صلاح کر لیتے ہیں۔ مگر مشہور یہ ہے کہ بندرگاہ سعید سے گذر کر تمام بدمزاجی ختم ہو جاتی ہے اور ہندوستانیوں کو بنظر اکراہ نہیں دیکھا جاتا ہے۔

یہاں کے سمندر کا پانی بہ نسبت اس سمندر کے جو عدن تک ملتا ہے۔ خراب ہے کبھی ہوا تیز ہو جاتی ہے۔ کبھی تموج شدت سے ہونے لگتا ہے۔ لیکن چونکہ ہمیں اب کسی قدر عادت ہو گئی ہے۔ استفراغ وغیرہ کی تکلیف مطلق نہیں ہوتی۔ سنا جاتا ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ تموج پر پانی ملیگا، ابھی تک سردی شروع نہیں ہوئی ہے۔ اسوقت یہاں سمندر میں ایسی خنکی ہوگی جیسی بوقت روانگی بمبئی میں تھی۔ میں نے عدن تک اس خیال سے کہ مجھے کھانا وغیرہ نہیں آتا تھا۔ اچکن پہنی۔ اب تھوڑا بہت کھانا آ گیا ہے۔ لہٰذا عدن سے میں نے انگریزی کپڑے پہن لئے۔ پس اگر آپ کا قصد جہاز میں سفر کرنے کا ہوگا، تو بعد میں زیادہ تجربہ کی باتیں عرض کی جائینگی۔ لیکن اسوقت تک تو یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جہاز میں تشریف لائیں جو عدن پر نہیں بدلتا۔ کیونکہ اس کمپنی کے براہ راست یورپ جانے والے جہاز ایک ہفتہ بیچ کر کے روانہ ہوتے ہیں۔ اور وہ اچھی قسم کے بھی جہاز ہوتے ہیں۔ اکثر کے نام صرف M سے شروع ہوتے ہیں مثلاً (Marmora Macedonia) وغیرہ۔ اس کمپنی کا نام (P. and O. Navigatain Co.) ہے ٭

(۱۷) اسکے بعد مرحوم نے راستہ مابین بندرگاہ سعید و مارسیلز سے جو خط مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۱۶ء بھیجا تھا اوس کے قابل ذکر عبارت حسب ذیل ہے:-

افسوس کہ بندرگاہ سعید پر سے میں عریضہ نہیں لکھ سکا۔ وہاں جہاز یکشنبہ گزشتہ کو صبح ۸ بجے کے قریب پہنچا اور سہ پہر کو چار بجے تک کھڑا رہا۔ ہم لوگ جہاز پر سے اوتر کر شہر کو دیکھنے گئے۔ ایک ڈاکخانہ۔ چند مدرسہ۔ ایک مسجد۔ دو گرجائیں دیکھیں (Thos. Cook) کا ایک دفتر یہاں بھی ہے۔ مگر بوجہ اتوار ہونے کے دفتر بند تھا۔

اور ہمیں ان سے کوئی مدد سیر کرنے میں نہ مل سکی - ایک اور شخص مصری جو انہیں ایجنٹوں کی یعنی (Cook & Son) کی جانب سے مقرر کیا ہوا تھا ادسے ہمراہ لے کر سیر کی۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ اس سے پہلے ہی فیس نہ دریافت کر لی - اور اوس نے بھی بدمعاشی کی کہ خود پہلے کچھ نہ بتایا۔ بالآخر بعد واپسی بحساب ۲ شلنگ یعنی ڈیڑھ روپیہ فی گھنٹہ دینا پڑا اور صرف کے قریب دیئے۔ یہاں کے لوگ بہت بدمعاش ہیں۔ خصوصًا وہ جو بندرگاہ پر مسافروں کو سیر وغیرہ کرانے کی غرض سے کھڑے رہتے ہیں۔ شہر بہت بڑا نہیں ہے لیکن آبادی گنجان ہے۔ ایک ٹریم وے بھی یہاں چلتی ہے - شہر کے اوس حصہ میں جہاں اکثر مکانات وغیرہ واقع ہیں۔ بیشتر میل کچیل کیچڑ بدبو، وغیرہ رہتی ہے لیکن تجارتی حصہ میں مکانات بیشتر چہ منزلہ ہیں - اور صفائی اچھی ہے۔ تجارتی حصہ کے علاوہ اور مکانات اکثر چوبی ہیں - چند ہوٹل - سوداگروں کے بڑے بڑے دوکانیں ہر قسم کی ہیں - مصری - عربی - فرانسیسی - یونانی - اٹیلین - انگریزی وغیرہ زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن جو شخص ہمارے ساتھ تھا وہ ایسی خراب انگریزی بولتا تھا کہ ہم کچھ بھی خاک نہیں سمجھ سکتے تھے۔ یہاں علاوہ اقوام یورپ کے جن میں سے بعض بغرض تجارت یہاں رہتے ہیں بعض ان کے ملازم ہیں - یا پادری ہیں - اصلی باشندے یا تو ترک ہیں یا مصری عرب ہیں - ترکوں کے رنگ گورے قریب قریب انگریزوں کے سے نقشہ صاف اچھے - قد وقامت بڑے - اور لباس انگریزی - مصری عرب رنگ کے سانولے ہیں - اور ایک بہت بڑا کرتہ جو ٹخنوں تک پہونچتا ہے پہنتے ہیں - عورتیں ایک شلوار اور ایک سیہ برقعہ پہنتی ہیں - اور ناک پر ایک لکڑی کی گٹی سی رکھتی ہیں اونکی صرف آنکھیں ہی آنکھیں دکھائی دیتی ہیں۔ غالبًا اتنا ہی پردہ یہاں کیا جاتا ہے۔ قوی الجثہ ہوتی ہیں - اور مردوں کے ساتھ تمام کام کاج کرتی پھرتی ہیں۔ ترک عورتوں کا لباس بھی - انگریزی لیڈیوں کے لباس سے بہت مشابہت رکھتا ہے،

ترک اکثر انگریزی جانتے ہیں۔

چار پانچ روز سے ہمیں سردی مل رہی ہے لیکن اسوقت تک اوتنی سردی نہیں ملی۔ جس قدر ہم نے دہلی میں چھوڑی تھی۔ یہاں کسی قسم کی مطلق تکلیف نہیں ہے بندرگاہ سعید سے آگے بڑھتے ہی سمندر خراب ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور کل اس قدر پر تموج تھا کہ ڈاسنک ہیٹل پر آٹھواں حصہ بھی آدمی نہیں تھے۔ اکثر علیل ہوگئے تھے۔ مجھے یہاں بھی ایک ہی مرتبہ تہوڑی سی قے ہوئی۔ آج شب سے وہ خراب حصہ سمندر کا طے ہو چکا۔ اب تموج بہت کم ہے۔ مگر سنا جاتا ہے کہ شام سے پھر ویسا ہی خراب پانی ملے گا۔

تموج کی حالت میں جہاز میں دو قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اگر لہریں ایک جانب سے دوسری جانب جاتی ہیں۔ تو ایک حصہ جہاز کا نہایت بلند ہو جاتا ہے بعض اوقات پندرہ بیس گز کے قریب اور دوسرا اسی قدر جھک جاتا ہے اور دوسرے دفعہ بلند حصہ جھک جاتا ہے۔ اور پست حصہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح حرکت جاری رہتی ہے۔ دوسری حرکت جو زیادہ ترقی آور ہے۔ یہ ہے کہ لہریں جہاز کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر پھرا کرتی ہیں۔ یعنی آگے کا سرا پہلے بہت بلند اور پھر بہت پست ہو جاتا ہے اور ہوتا رہتا ہے اس سے نہایت استلا ہوتا ہے۔ جہاز کے چھت پر بیٹھنا (اپنی کرسی پر) دفعہ قے کے واسطے مفید بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ہوا نہایت سرد اور بہت نمکی ہوتی ہے۔ اس عمل سے فائدہ نہیں اوٹھایا جا سکتا۔ مجھے تو نہایت فائدہ (Cabin) میں لیٹے رہنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی اور بھی اکثر آدمیوں کو کرتے دیکھا گیا۔

۲۳ر جنوری کو بروز شنبہ یہ جہاز مقام مارسیلز میں جو فرانس میں واقع ہے پہنچ جاوے گا۔ وہاں سے مقام کے لیئے تک ریل ہے پھر ایک گھنٹے کا راستہ جہاز کا اور ہے

اور پھر ڈوور سے لندن تک ریل ہے۔ یہ عریضہ بھی مارسیلز سے ڈاک میں ڈالا جاوے گا اسوقت سمندر کا صاف ہونا غنیمت سمجھ کر لکھ لیا ہے اگر کوئی اور امر بعد میں قابل گزارش ہوگا تو زیادہ کر دیا جائے گا۔ آج یہیں جہاز میں ڈاک کا صندوق مارسیلز کے ڈاک لینے کے واسطے لگا دیا گیا ہے او رنصف شب تک رہے گا۔ بعد میں اوتار لیا جاوے گا لیکن یہ ڈاک مارسیلز سے غالباً ۱۹ر جنوری کو ہندوستان روانہ ہوگی اوسوقت تک مارسیلز ہی میں امانت رہے گی۔

آج جو ۱۲ بجے نوٹس لگایا گیا تھا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاز مارسیلز سے ۲۶۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ غالباً کل صبح ۸ بجے کے قریب مارسیلز پہنچ جاوے گا۔ اوسط رفتار اس جہاز کی ۳۶۵ میل روزانہ رہتی ہے۔ یعنی ۱۵ میل فی گھنٹہ یا ۴ منٹ میں ایک میل۔ اور کوئی امر قابل گزارش نہیں معلوم ہوتا سوا اس کے کہ سمندر خراب ہونے کا اندیشہ جو بعد عبور ابنائے میسینیا ظاہر کیا جاتا تھا۔ اوس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ سمندر بہت صاف رہا۔

(۱۸) الغرض ۲۴ر جنوری ۱۹۰۶ء کو ۷ بجے شب کے مرحوم بخیر و عافیت لندن پہنچ گئے۔ اور اونہوں نے بخیر و عافیت وہاں پہونچنے کی بذریعہ تار اپنے والد کو اطلاع دی۔ اور اس کے بعد سے وہ وہاں کے واقعات اور اپنی تعلیم کے حالات سے پیہم اپنے والد کو مطلع کرتے رہے۔ جو ان کے خطوط مندرجہ ذیل کے اقتباس سے معلوم ہوں گے۔

(۱) بتاریخ ۲۴ ماہ حال بوقت ۷ بجے شب کے میں یہاں پہنچا۔ جس دوست کا پہلے ذکر بمبئی میں آیا تھا اونہوں نے مکان وغیرہ کا انتظام اچھا کر رکھا تھا اور اسٹیشن پر بھی آگئے تھے۔ اونہیں کے ہمراہ اس مکان میں آیا اور اسوقت تک بعنایت الٰہی خیر و عافیت سے ہوں۔ یہاں بھی اسوقت تک اوس قدر شدید سردی نہیں پڑی جیسی ہمیشہ پڑتی ہے۔ ابھی برف مطلق نہیں پڑتی۔ اور سردی نہایت خوشگوار ہے۔ میں یہاں آکر زیادہ تندرست

ہوگیا ہوں۔ آج شام کو انشاء اللہ تعالیٰ اوکسفورڈ جاؤں گا۔ وہاں یونیورسٹی میں داخل
ہونے کا قصد ہے۔ مگر سنا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر شرکت وقت طلب ہے۔ یہاں کپڑے
وغیرہ بنوانے میں مصروف رہا۔ اور قواعد کی کوئی کتاب بھی نہیں ملی۔ کل وہاں جاکر
پوری پوری کیفیت معلوم ہوگی۔ بیرسٹری کی ٹرم شروع ہوگئی ہے اور ۲۰ ماہ حال کو ختم ہو
جاویگی۔ پس اگر شرکت ممکن ہوئی تو بعد شرکت یہاں واپس آنا ہوگا تاکہ یہ ٹرم ضائع نہ جا

(۲) بیرسٹری کے واسطے (Middle Temple) میں شریک ہوگیا۔ یہاں
جو چار مدرسہ بیرسٹری کے ہیں۔ مڈل ٹمپل اون میں سے ایک ہے۔ یہ ٹرم ضائع نہیں
ہوئی۔ اوکسفورڈ کے قواعد وہاں جاکر دیکھئے۔ کیمرج میں بمقابلہ وہاں کے آسانی ہے
سید علی بلگرامی صاحب بھی کیمرج ہی میں ہیں۔ غالباً وہیں داخل ہوں گا۔ مگر یہ ٹرم
کیمرج کے ہاتھ نہیں آسکتی۔ ورنہ بیرسٹری کی ٹرم ضائع ہوگی۔ اگلی ٹرم سے شریک
ہوجاؤں گا جو ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء سے شروع ہوگی۔ اس عرصہ میں بیرسٹری کے مضامین
دیکھوں گا اور سید علی بلگرامی صاحب سے بھی مشورہ لوں گا۔ یہ مکان وہی ہے جسمیں
پہلے ٹھیرا تھا لیکن چونکہ جگہ مڈل ٹمپل سے بہت فاصلہ پر ہے لہذا اس ٹرم کے
بعد جو ۱۳ ماہ حال کو ختم ہوگی مکان تبدیل کروں گا۔ یہاں سردی بہت زیادہ نہیں
ہے۔ امسال برف مطلق نہیں پڑی۔ بارش روزانہ ہوتی رہتی ہے۔ ابر ہر وقت محیط آسمان
رہتا ہے۔ تین چار روز میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے واسطے دھوپ بھی نکل آتی ہے۔

(۳) اس ہفتہ میں کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔ بیرسٹری کے مضامین زیر مطالعہ
ہیں۔ دوشنبہ ۵ ماہ حال کو نماز بقر عید قرار پائی ہے۔ اوس سے فارغ ہوکر انشاء اللہ
کیمرج جاؤں گا۔ چونکہ یہ ٹرم کالج کے ہاتھ نہیں آسکتی لہذا قصد ہے کہ بیرسٹری کے
امتحانات میں سے ایک دو سے فراغت حاصل کرلوں۔

(۴) میں اسوقت تک صرف بی۔اے ہوں۔ ہندوستان کا ایل۔ایل بی کے ہمراہ

یہاں کے بی۔اے کی ڈگری مفت میں ملتی ہے اور یہاں کے بی۔اے کی ڈگری
دو ایک سال کے بعد خود بخود ایم۔اے کی ڈگری ہو جاتی ہے۔ یہاں دینا کچھ نہیں
پڑتا۔ اور اوسی طرح سے ایل۔ایل۔بی کی ڈگری بلا زحمت مزید خود بخود ایل۔ایل۔ایم
کی ڈگری ہو جاتی ہے۔ جو قانون میں سب سے بڑی ڈگری ہو۔ پس اگر یہاں آکر یہہ
فائدہ بھی نہ ہوا کہ ذاتی قابلیت تو بڑھے یا نہ بڑھے ایک آدھ یونیورسٹی کا خطاب
(یعنی ڈگری) ہی لے لیا جاوے۔ تو اتنی دور آکر وقت اور روپیہ برباد کرنے سے
کچھ حاصل ہی نہوا۔ علاوہ ازیں۔ یہاں کے آدمی ۹۵ فیصدی بدکردار اور آوارہ ہیں
لوگوں سے ملاقات پیدا کرتے اور اونہیں اپنے رنگ میں رنگینی کی فکر میں رہتے ہیں۔
زیادہ خالی رہنے کی صورت میں زیادہ اندیشہ ان کا شکار ہیں جانے کا ہے میں چاہتا
ہوں کہ کوئی ایسا کام ہو کہ مفید بھی ہو اور اوسمیں مصروف بھی رہنا پڑے۔ اس
ملک کے آدمیوں کا چال چلن تو جیسا ہے ویسا ہی ہے۔ ہندوستان کے شرفا درحقیقت
اسکی کچھ داد نہیں دے سکتے۔ یہاں ہمارے شریف کے معنی اور ہیں اون کے یہاں
اور ہیں لیکن یہاں بعض باتیں مجھے بے انتہا پسند آئیں۔ یہاں لائق آدمی کی تعریف
یہ نہیں ہے کہ مضامین پر تقریر خوب کر سکے یا لکھ خوب سکے۔ بلکہ کچھ کر کے دکھاوے
علم میں کچھ نئی باتیں دریافت کرے۔ ملک کے حالت کے بہتر کرنے میں۔ کوئی اثر بین
دکھاوے۔ غرض کچھ کرے اوسوقت مستحق تعریف ہوگا۔ کچھ کہنے سے نہیں ہو سکتا۔
علاوہ ازیں بیرونی اخلاق ان لوگوں کا نہایت شستہ اور شائستہ ہے۔ یہاں چند
ہندوستانیوں سے اور دو تین انگریزوں سے ملاقات ہو گئی ہے۔ مسٹر آرنلڈ جو سابق
میں علی گڈھ کالج کے پروفیسر تھے۔ اون سے اونکی لیڈی صاحبہ سے دو تین مرتبہ
مل چکا ہوں یہ لیڈی فلسفہ میں ایم۔اے ہیں۔ اور دونوں صاحب نہایت لئیق
آدمی ہیں۔ میرے ساتھ بار میں چند حبشی بھی پڑھتے ہیں اون سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی ہو۔

(۵) میں رومن لا کی تیاری کر رہا ہوں۔ اور اگر تیار ہو سکا تو ۲ ساپریل کو اس مضمون کے امتحان میں شریک ہو جاؤں گا۔ یہاں سردی پھر کم ہو گئی ہے۔ بہت جلد جلد تبدیلی موسم ہوتی رہتی ہے۔ صبح بارش اولہ باری۔ دس بجے مطلع صاف ۱۲ بجے برف۔ کل سردی نہایت سخت آج بہت خفیف۔ اس قسم کی کیفیت موسم کی ہے میں بعنایت الٰہی خیر و عافیت سے ہوں۔ یہاں رہنے کا انتظام اس قدر دقت طلب نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ خیال فرماتے ہیں۔ نہ کسی قسم کی تکلیف کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ یہاں قیام کے تین طریقہ ہیں۔ اول اور سب سے بہتر تو وہ ہے جس طرح میں آج کل رہتا ہوں۔

(۱) بورڈنگ ہوس میں رہنا۔ بورڈنگ ہوس ہمارے یہاں کی سراؤں کے قریب قریب ہیں۔ لیکن سراؤں سے بدرجہا عمدہ۔ اکثر شریف عورتیں اپنے شوہروں کے انتقال کے بعد۔ جو کچھ روپیہ ان کے پاس ہوتا ہے بورڈنگ ہوس کھول لیتے ہیں۔ ایک مکان جسمیں متعدد کمرہ ہوتے ہیں کرایہ پر لے کر اوسمیں مسافر رہتے ہیں۔ ان کمروں میں سے بعض کو بیڈ رومم۔ اور بعض کو ڈرائنگ روم قرار دیتے ہیں ہر بیڈ روم میں آہنی پلنگ مع تکیہ بچھونے۔ اور اوڑھنے کے سامان کے ہوتا ہے منہ دھونے کی میز مع صابون وطوال ایک الماری۔ ایک ٹیبل وغیرہ فرش۔ روشنی تصویریں۔ وغیرہ۔ غرض اچھا خاصہ شریف آدمیوں کی پسند کے قابل تمام سامان ہوتا ہے۔ ڈرائنگ روم میں بھی اسی طرح تمام آسایش وضرورت کی چیزیں مع آرائش کے سامان کے ہوتی ہیں۔ اور اکثر ایک پیانو بھی ہوتا ہے۔

کھانا اگر پورا قرار پائے جسے یہاں (فل بورڈ) کہتے ہیں تو چار مرتبہ دیا جاتا ہے (یعنی ناشتہ۔ لنچ۔ ٹی۔ اور ڈنر) اگر نصف قرار پاوے تو ناشتہ اور ڈنر۔ یعنی صرف دو مرتبہ دیا جاتا ہے۔ اکثر لوگ ایک بیڈروم روم اور ایک ڈرائنگ یا

سٹنگ روم لینا پسند کرتے ہیں۔ کرایہ حسب حیثیت سامان مکان و موقعہ عمارت کے بیش و کم ہوتا رہتا ہے۔ اوسط درجہ کے دو کمرہ۔ مع پورے کھانے کے تیس ۳۰ شلنگ یعنی ۲۲ روپیہ فی ہفتہ کے حساب سے ملتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح سے میں یہاں رہتا ہوں۔

بعض اوقات علاوہ ایسی بیوائیوں کے اور لوگ بھی بورڈنگ ہوس کھول لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ بورڈنگ ہوس جسمیں میں ہوں ایک ویلش آدمی کا ہے (ویلش انگلستان کے مغرب میں ایک ملک ہے) قواعد عموماً ایسے ہوتے ہیں کہ خلاف قواعد شرافت اگر کسی امر کی کسی صاحب سے کوئی حرکت عمل میں آوے تو اونہیں مکان سے رخصت کر دیتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریقہ فیملی میں رہنے کا ہے۔ وہ کنبہ جو بوجہ افلاس۔ یا بوجہ حرص اپنے تئیں ضرورت مند خیال کرتے ہیں۔ ایک یا دو آدمی اپنے یہاں لے لیتے ہیں اوران سے فی ماہ آٹھ یا نو۔ پونڈ سے دس بارہ پونڈ تک وصول کرتے ہیں یعنی ما ۱۲۰ روپیہ ماہوار سے ما ۱۸۰ روپیہ ماہوار تک۔

فرق یہ ہے کہ بورڈنگ ہوس میں جسوقت آپ چاہیں اوسوقت کھانا دیا جاتا ہے۔ فیملی میں اوقات مقررہ پر جسوقت سب کھاتے ہیں صرف اوسی وقت بورڈنگ ہوس میں آپ حسب مرضی اپنی فرمایش کر سکتے ہیں۔ فیملی میں جو کچھ سب کے واسطے پکتا ہے وہ ہی آپ کے واسطے۔ بورڈنگ ہوس میں آپ علیحدہ اپنے کمرہ میں کھانا منگا سکتے ہیں۔ فیملی میں ڈرائنگ روم میں سب کے ہمراہ کھانا کھایا جاتا ہے۔ بیشک اتنا فائدہ ہے کہ اگر فیملی کچھ شریف ہے تو لڑکے کے چال چلن سے وقتاً فوقتاً اوس کے والدین کو اطلاع دیتے رہیں گے۔ ورنہ نہیں۔ یہاں نیک چلنی اور شرافت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہمارے یہاں ہیں۔ انشاء اللہ اگلے خط میں تفصیل سے لکھونگا۔

کہ یہاں کے نیک چلنی ہمارے یہاں کی نیک چلنی میں کیا فرق ہے۔ مجھے یہاں کا چال چلن
توسطی پسند نہیں۔ مگر مجھے یہ کہنے میں ذرا تامل نہیں کہ بحیثیت مجموعی یہ لوگ ہم لوگوں
سے بدرجہا بہتر اور مستحق تعریف و عزت ہیں۔ ایک فرق بورڈنگ ہوس اور فیملی میں یہ بھی
ہے کہ فیملی سے علیحدگی اختیار کرنے کی صورت میں ایک ماہ کا نوٹس دینا ضروری ہے
ورنہ وہ نالش کر کے ایک ماہ کا کرایہ وصول کر لیتے ہیں۔ بورڈنگ ہوس میں بعض جگہ
ایک ہفتہ کی نوٹس کی ضرورت ہے۔ اور بعض جگہ ایک دن کی بھی نوٹس کی ضرورت
نہیں۔ بورڈنگ ہوس کا تلاش کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ نہ کسی دوسرے معاون کی ضرورت
ہے۔ ہر بازار میں جہاں جہاں کمرہ خالی ہوتے ہیں۔ ایک تختہ بہت موٹے حرفوں میں
لکھا ہوا لگا ہوتا ہے۔ دروازہ پر گھنٹی ہوتے ہی اوس کے ذریعہ سے مالک خانہ کو بلایا
کمرہ دیکھے۔ اگر پسند آیا تو کرایہ دریافت کیا۔ اگر کرایہ زیادہ نہ ہوا تو ایک ہفتہ کے واسطے
لے لئے۔ ایک ہفتہ میں (مالک خانہ) کا اخلاق بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مرضی ہوئی
زیادہ رہے۔ ورنہ جگہ تلاش کر لی۔ فیملی میں بغیر تعارف کے کم آدمی لئے جاتے ہیں۔
مگر ہمیشہ تعارف کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ صورت رہنے کی سب سے ارزان ہے لیکن بہت بدنام ہے۔ کیونکہ اکثر لندن
کے شہدے یا غیر ممالک کے بدچلن آدمی اس طریقہ سے رہتے ہیں وہ یہ کہ تین چار آدمی
شریک ہو کر ایک (flat) فلیٹ کرایہ کو لیتے ہیں یعنی ایک منزل کسی عمارت کی
یہ بیس شلنگ سے تیس شلنگ یعنی [illegible] روپیہ سے [illegible] فی ہفتہ تک
مل جاتا ہے۔ بعض اوقات اس سے بھی کم بعض جگہ اس سے زائد۔ ہمیں ایک باورچی خانہ
ایک غسل خانہ و پاخانہ۔ دو کمرہ مع ضروری سامان کے ہوتے ہیں یہ دو تین آدمی
ایک ایک کمرہ میں ایک ایک رہنے لگتے ہیں۔ اس طرح سے کرایہ تقریباً [illegible] فی ہفتہ
فی کس پڑ جاتا ہے۔ کھانا بازار میں جا کر کھاتے ہیں۔ لندن میں بیشمار ہوٹل و رسٹور

ہیں۔ اوسان میں کھانا بکفایت اور اچھا ملتا ہے،

ایسے مکانات میں نہ کچھ قواعد ہوتے ہیں۔ نہ کسی امر کی پابندی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ وہاں رہنا پسند کرتے ہیں۔ چونکہ کاغذ میں جگہ باقی ہے اور مجھے کوئی خاص امر گوش گزار کرنا نہیں۔ لہٰذا یہاں کے چال چلن کی بابت جو کچھ اس عرصہ میں سنا اور دیکھا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ ہمارے یہاں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اون کے اختیار کرنے کے بعد آدمی شریف نہیں رہ سکتا اور یہاں رہ سکتا ہے۔

مثلاً یہاں شراب پینا۔ اکثر تھیئٹر میں جانا۔ گانا۔ بجانا۔ ناچنا۔ شریف کے واسطے حسب دستور سوسائٹی ضروری لوازمات ہیں۔ یہاں کا عام دستور ہے کہ بادشاہ وقت کی صحت پی جاتی ہے۔ یعنی شراب پیتے ہیں اس نیت سے کہ بادشاہ تندرست رہے۔ عجیب مہمل دستور ہے۔ خاک سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کے شراب پینے سے بادشاہ کی صحت پر کیا مفید اثر پڑنا ممکن ہے۔ مگر صورت یہ ہے کہ ہر ڈنر ہر جلسہ میں یہاں تک کہ ہمارے مدرسہ میں بھی بعد ڈنر بادشاہ کی صحت پی جاتی ہے اور اسمیں ہر شخص کا شریک ہونا ضروری ہے۔ میں اور چند مسلمان تو صرف پانی ہی سے یہ رسم ادا کر دیتے ہیں لیکن اسے بہ نگاہ حقارت دیکھا جاتا ہے۔ مدرسہ بیرسٹری کے ڈنر میں شراب شامل ہے۔ اور اوسکی قیمت لے لی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے یہاں مستورات سے بے ضرورت باتیں کرنا اور اونکی تعریف کرنا اور اون کے سامنے ہنسنا خلاف تہذیب ہے۔ یہاں اسکی ضد خلاف تہذیب سمجھی جاتی ہے۔

لیکن ہمارے یہاں بے ہمتی۔ بے کاری کے ساتھ آدمی شریف رہ سکتا ہے یہاں نہیں رہ سکتا۔ پابندی اوقات۔ ایفائے وعدہ دوسروں کی مدد ضرورت کے وقت ہر قسم کے کام کے واسطے تیار رہنا۔ رفاہ عام کی تدابیر سوچنا اونکی اصلاح کرنا۔ اونکی تکلیف میں مدد کرنا ہر شریف کا فرض ہے۔ اسکے بغیر شریف رہنا ممکن نہیں۔

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہاں کا اصلی تصور یہ ہے کہ اگر ہم ایک خاص قسم کی زندگی بسر کریں گے۔ تو ہمارے ضرورتیں خدا خود پوری کردے گا۔ یہاں کا اصلی تصور یہ ہے کہ ضرورتیں خود پوری کرنی ہیں۔ خالی وقت میں اور غیر ضروری امور میں اچھی طرح زندگی بسر کرو تو اچھا ہے ورنہ خیر۔

ہمارے یہاں ایک علم کو سمجھ لینا۔ اور اس سے متعلق کچھ کہنے لگنا۔ لائق کہلانے کے واسطے کافی ہے۔ یہاں ایسی حالت میں کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ ہر چیز کی قدر اوسی حد تک ہی جس حد تک اوس سے عملی طور پر فائدہ پہونچتا ہے۔ اور شہرت اسوقت حاصل ہوتی ہے۔ جب تمام عمر کی کوشش کے بعد کوئی شخص بعد حصول کمال کچھ کرکے دکھاتا ہے۔ سوسائٹی میں ان کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی صحبت کا لطف بغیر خرابی کے زیادہ سے زیادہ جس قدر حاصل ہوسکے اوسی قدر اچھا ہے۔ ہمارے یہاں کا اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن صورتوں میں خرابی کا اشتباہ بھی ممکن ہو۔ اون سے بھی کوسوں پرے رہو۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ زندگی تو ان کی نہایت لطف و مسرت سے گزرتی ہے۔ لیکن جس معصومی کا یہ ادعا کرتے ہیں وہ تو کتابوں ہی تک محدود ہے یہاں کے چال چلن سے تو مجھے دلی نفرت ہے۔ گو برتاؤ غیروں کے ساتھ بہت اچھا کیا جاتا ہے

(۱۶) عریضہ سابق میں یہاں آنے کے قصد سے مطلع کرچکا تھا کل پنجشنبہ کو ایک بجے یہاں پہونچا۔ پروفیسر مارشل کی رائے کے بموجب اس مدرسہ میں داخل ہوا یہاں علم اقتصاد اور قانون میں اونرز لینے کا قصد تھا جس سے مجھے بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی کی ڈگری مل گئی۔ اور حصول ڈگری سے تین سال بعد ۵ پونڈ دینے پر یہ خود بخود ایم۔ اے کی ڈگری دیدیں گے۔ اب اسوقت فیس پونڈ یہاں بطور ضمانت جمع کرانے پڑے اور ۵ پونڈ بیرسٹری کے ان میں جمع ہیں یعنی کل ۱۱ مدرسہ کے

قریب ضمانت ہی میں جمع ہیں۔ اور کچھ صرف ہوا۔ اوس کا حساب میرے پاس ہے۔
اب اس وقت میرے پاس لف ۹۰ پونڈ کے قریب ہیں۔ ان میں سے کچھ جاڑے کے
کپڑے بنوانے ہیں۔ اور کچھ مدرسہ کی فیس ادا کرنی ہے۔

مَیں مانچسٹر والوں سے خط و کتابت کر رہا ہوں۔ اگر انھوں نے یہاں کی ڈگری
منظور کر کے مجھے بیچلر اوف کومرس کی ڈگری فن تجارت کی دیدی تو اچھا ہے۔

واپسی کے وقت حج کرنے کا بھی قصد ہے۔ مولوی سید علی صاحب یہاں
نہیں ہیں۔ لندن گئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے کی کوشش
کر رہے ہیں۔

(۷) مَیں نے ٹامس کُک کو ہر قسم کی ہدایت تو کر دی ہے۔ نہیں معلوم کس وجہ سے
اوس نے خطوط واپس کر دیئے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگ آخری لفظ کو نام اصلی
سمجھ لیتے ہیں۔ اور باقی تمام الفاظ ماقبل کو غیر ضروری کر کے پہلا نام تصور کرتے ہیں
مثلاً میرے نام میں جو "بشیر الدین احمد خان" لکھا ہوا تھا اونھوں نے "خان" اصلی
نام فرض کر لیا۔ اور باقی حصہ غیر ضروری فرض کر لیا۔ اگر آپ "بشیر الدین" یا "بشیر الدین
احمد" کے نام سے مجھے خط بھیجیں تو یہ لوگ اتنے عقل مند نہیں ہیں کہ سمجھیں کہ وہی
شخص جو بشیر الدین احمد خان ہے۔ بشیر الدین بھی ہے۔ بلا تامل یا تو "بشیر احمد"
نامی ایک صاحب لندن میں ہیں۔ اونھیں "مسٹر احمد" جان کر میرے خط اون کے
پاس بھیج دینگے۔ اور یا واپس کر دینگے۔ میں اس امر سے متعلق اونھیں مفصل لکھ بھی چکا
ہوں لیکن پھر غلطی کرتے رہتے ہیں۔ اب پھر ہدایت کروں گا۔ قاعدہ مذکور کی
وجہ سے لندن میں سب لوگ مجھے "مسٹر خان" کہتے تھے۔ اور خطوط پر پتہ میں
" Mr. S. B. A. Khan " لکھتے تھے جو مجھے بہت برا معلوم
ہوتا تھا۔ اسوجہ سے میں نے یہاں کیمبرج میں اپنا نام صرف "بشیر الدین احمد"

لکھوایا ہے اور خان کی وجہ او نہیں سمجھاوی ہے کہ یہ ایک خطاب خاندانی ہے۔ جو نام کے ہمراہ کبھی لکھا جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ نام اصلی نہیں ہے۔ اور یہ منظور بھی ہوگیا۔
بس اگر (Khan Sahib) کی معرفت خط لکھیں تو (S. B. Akhan) نام ہونا زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر براہ راست کیمرج مدرسہ کے پتہ سے خط لکھیں تو (S. B. Ahmad) نام ہونا زیادہ مناسب ہے اس کے علاوہ دوسری صورتوں میں خط ضائع یا واپس ہونے کا احتمال ہمیشہ ہے۔ اور اب آپ براہ راست کیمرج ہی خط ارسال فرمایا کریں۔ اگر میں لندن میں ہوں گا تب بھی ملجایا کرینگے۔

میرے نام کے ساتھ احمد کا لفظ عجب ترکیب سے مل گیا جب ۱۸۹۶ء میں میں عربی سکول۔ دہلی میں مڈل کی جماعت میں داخل ہوا تو میں نے اپنا پورا نام محمد بشیر الدین خان۔ بتایا۔ چنانچہ یہی رجسٹر میں لکھ لیا گیا۔ اور پرانے رجسٹر میں بھی موجود ہوگا۔ لیکن جب یونیورسٹی میں نام امیدواران امتحان کے واسطے لکھے گئے تو ہیڈ ماسٹر نے حافظہ سے لوگوں کے نام لکھے اور میرا نام بجائے محمد بشیر الدین خان کے۔ بشیر الدین احمد خان لکھدیا۔ اس ہی نام سے مڈل کا سارٹیفکٹ ملا۔ اور اسی سارٹیفکٹ کی نقل آئندہ موقعوں پر۔ انٹرنس۔ ایف۔ اے۔ و بی۔ اے کے امتحانوں میں نام بھیجنے کے موقعہ پر بھیجے گئے۔ اس طرح ماسٹر شہاب الدین صاحب کی عنایت سے میں بجائے محمد بشیر الدین احمد ہوگیا۔ یہاں والوں نے مسٹر خان ہی کر دیا تھا۔ اب بدقت "مسٹر احمد" ہوا ہوں۔ یہ امور یہیں تذکرۃً گزارش کئے گئے۔

پڑھائی سے متعلق جو مضمون (Political Economy) یا علم اقتصاد میں نے لے لیا ہے اوس سے جناب کو مطلع کر چکا ہوں۔ تمام حالات پر غور کرنے کے بعد میں نے یہ مضمون لیا ہے مفصل وجوہ انتخاب مضمون مذکور کے حسب

ذیل ہیں :-

(۱) اسوقت ہمارے پوزیشن یہ ہے کہ کچھ تو نئے قیود کی وجہ سے اور کچھ آپ کی مخالفت کے سبب سے اور بیشتر اسوجہ سے کہ مخالفین آپ کے حیدرآباد جانے سے مانع ہیں۔ میرے ساتھ کوئی خاص رعایت تو ہونے کی نہیں۔ لہذا ابتداءً جو خدمت آپکی خواہش ہوگی وہ نہیں ملنے کی۔ وہ جو چاہیں گے وہ دینگے۔ اور ممکن ہے کہ اوس میں بھی پیچیدگیاں پیدا کریں۔ خیر جب یہاں سے خوب اچھی طرح تیار ہو کر جاؤں گا تو مجھے خاص رعایت کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔ اگر خدا کی مدد اور آپکی دعا شامل حال ہے تو اپنے آبائی حقوق ریاست سے زبردستی لوں گا۔ میری خواہش یہ ہے کہ ملازمت یا صیغہ تعلیم میں ملے۔ یا صیغہ صرف خاص میں۔

(۲) اگر تھوڑی دیر کے واسطے یہ فرض کر لیا جاوے کہ حیدرآباد میں ملازمت بالکل نہیں ملے گی۔ یا کسی وجہ سے میں نے حیدرآباد میں ملازمت کرنی پسند نہ کی تو یا میں کسی اور جگہ محکمہ تعلیم میں نوکری کر سکتا ہوں۔ یا بیرسٹری یا اخبار نکال سکتا ہوں۔ اور ممکن ہے کہ تجارت بھی کر سکوں۔

تجارت بہت اولجھا ہوا کام نکلا۔ میں جس قدر سہل اور شریفانہ کام سمجھے ہوئے تھا۔ وہ غلط تھا۔ بہرصورت روپیہ حاصل کرنے کا پھر بھی اچھا آلہ ہے۔

(۳) پولٹیکل نکو ناہی۔ ان تمام رعایتوں سے مفید ہے۔ اگر ریاست میں جگہ ملی تو صیغہ مال کو میں اچھی طرح سنبھال سکوں گا۔ اگر صرف خاص میں ملے تو اسمیں مفید مشورے دے سکونگا۔ اگر محکمہ تعلیم میں جگہ ملی تو سب سے بہتر ہے۔ اور کیمبرج کا ایم۔ اے ہونے کی وجہ سے (اگر خدا نے اپنے فضل سے مجھے پاس کرا دیا جسکی امید قوی ہے) میں ہر طرح مستحق ہوں گا۔ اور کسی کو سوائے نقصان رسانی کے اور کوئی وجہ معقول مجھے صیغہ تعلیم میں جگہ دینے کی نہ ہوگی۔

اچھا اب دوسری صورت لیجئے۔ اگر کہیں اور پروفیسری کی تو جو مضمون میں نے لیا ہے۔ اوس کے ماہر اسوقت جو لوگ ہندوستان میں ہیں وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں تین سو چار سو ماہوار کی جگہ ملنی بالکل ممکن ہوگی۔ اور اگر اخیر درجہ بیرسٹری کی تو اوس میں بھی اس مضمون سے بہت مدد ملے گی اور تجارت کے واسطے تو از بس مفید ہے۔ یہاں اونرز کے امتحان کے دو حصہ ہوتے ہیں۔ گویا یہ خیال فرمایئے کہ دو امتحان کے بعد ڈگری ملتی ہے۔ اگر میں پہلا حصہ علم اقتصاد کا لوں اور دوسرا بھی علم اقتصاد کا لوں تو مجھے صرف ایک ڈگری ملے گی۔ یعنی بی۔ اے جو تین سال بعد خود بخود ایم۔ اے ہو جاوے گی۔ کیمبرج اور اوکسفورڈ میں ایم۔ اے کا علیحدہ امتحان نہیں ہوتا۔ اور اگر میں پہلا حصہ علم اقتصاد کا لوں اور دوسرا قانون کا تو مجھے دو ڈگریاں ملیں گی۔ یعنی بی۔ اے۔ اور ایل۔ ایل۔ بی۔

اگر علم اقتصاد میں مجھے سچا مذاق پیدا ہو گیا۔ اور یہ سمجھ میں آیا کہ اس سے کوئی بڑا فائدہ ہو سکتا ہے تو میں ایل۔ ایل۔ بی کی پرواہ نہیں کرونگا اور دونوں حصّہ علم اقتصاد ہی کی لوں گا۔ ورنہ دوسرا حصّہ قانون کا لے لوں گا۔ یہ بھی ادھر تو ڈگری کے لحاظ سے مفید ہوگا۔ اور اوادھر بیرسٹری کرنے۔ اور ملازمت دونوں میں مفید ثابت ہوگا۔ اسکے بعد مانچسٹر والے بھی وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم کیمبرج میں پولٹیکل اکونامی کا امتحان پاس کر لوگے تو ہم بھی بہت تھوڑی مدت میں تمہیں (B. Com) کی ڈگری جو عموماً تین سال کے کام کے بعد ملتی ہے دیدینگے۔ اگر دو تین مہینہ میں انھوں نے ڈگری دے دی تو وہ بھی لے لوں گا۔

تجارت کی ڈگری (B. Com) کا قصد اسوجہ سے ملتوی کر دیا کہ ہندوستان میں نہ ریاست نہ غیر ریاست۔ اس ڈگری کو کوئی نہیں جانتا۔ لہذا ملازمت میں اس سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ سوا اوس صورت کے کہ تجارت میں خود کامیابی

حاصل کیجاوے - اور وہ محتاج ڈگری کی نہیں ہے - یہاں وہ تمام مضامین سکھائے
جاویں گے - جو مانچسٹر میں سکھائے جاتے - اور ڈگری زیادہ عزت کے قابل ہوگی
مجھے ریاست حیدرآباد سے اپنا صرف تعلیم انگلستان وصول ہونیکی امید
نہیں ہے - معلوم ہوتا ہے اکثر حضرات محض آپکی خوشی کرنے کے لیئے ایسا امید
دلایا کرتے ہیں - اور بعد میں ناحق افسوس ہوتا ہے - والغرض یہ کام سیکھنے کے
بعد ممکن ہے کہ ملازمت مل جاوے - لیکن یہاں تو کسی سے پتہ نہیں لگتا کہ
کہاں کن شرائط کے ساتھ یہ کام سیکھا جاتا ہے - اگر سید سراج الحسن صاحب
مجھے یہ بتائیں کہ میں قواعد کہاں سے حاصل کرسکتا ہوں - تو میں قواعد کو خود
دیکھ کر سمجھ لونگا - اور اگر آپ کے اور دیگر ذی عقل اصحاب کے نزدیک وہ کام اس سے
زیادہ مفید ثابت ہوگا - جو میں کر رہا ہوں تو یہ چھوڑ کر وہ کرنے لگوں گا - یہ بالکل ممکن
ہے - ہم ہندوستان میں ناحق ڈرا کرتے تھے - اب معلوم ہوا کہ انجنیری اتنا اہم کام
ہے نہ فارسٹیری میں سب کچھ کرسکتا ہوں - اگر میرے اثنائے قیام ولایت
میں سرکار نظام انجنیری یا فارسٹیری کے واسطے مجھے منظور کرلیں وہ کر دوں گا -
اور نہ کریں تو خیر میں اپنا کام کر ہی رہا ہوں -

اگر ابتدا سے شوق ہوتا اور مضامین درست کرلیئے جاتے تو مجھے یقین ہے
کہ میں سول سروس میں قطعی پاس ہو جاتا - لیکن خیر اب اسکا موقع ہی نہیں رہا -
اسپر افسوس کرنا ہی فضول ہے -

سرکار انگریزی کی نوکری ملنی کسی طرح ممکن نہیں - سوائے ان صورتوں کے
کہ میں اگریکلچر کا امتحان پاس کروں اور قوی ذریعہ سفارش رکھتا ہوں - میں امتحان
تو پاس کرسکتا ہوں - لیکن ذریعہ سفارش نہیں پیدا کرسکتا - دوسری صورت ممکن
ہے مگر نہایت ضعیف ہے کہ میں ایک عرصہ تک کیمسٹری کرکے اس میں نام پیدا کروں

اور کہیں کی بھی مل جائے، لیکن یہ بہت ضعیف و موہوم صورت ہے۔

آپ یہ صورت ذہن میں رکھیں، اگر محکمہ صرف خاص ہیں، یا تعلیمات میں جگہ حاصل کرنے ممکن ہو تو اچھا ہے، ورنہ بیرسٹری تو کہیں گئی ہی نہیں۔

یہ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ بعد واپسی میں بے کار تو نہیں رہوں گا۔ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ اپنی طرف سے لیاقت پیدا کرنے اور علم کے سیکھنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ آئندہ جو تقدیر۔

(۸) کیمبرج کی ٹرم گذشتہ ۱۴ جنوری سے شروع ہو گئی ہے اور میں یہاں بغرض شرکت نماز بقر عید اور اتمام ڈنر بیرسٹری دو روز کے واسطے آیا ہوں، پرسوں واپس کیمبرج جاؤں گا۔

(۹) یہاں کثرت کام کی وجہ سے بہت کم فرصت ہوتی ہے۔ اور اس دفعہ بھی موقعہ اس امر کا نہیں ملا کہ میں بیرسٹری کے امتحان کے واسطے تیاری کر سکتا۔ میں متردد ہوں کہ کیا کروں۔ حتی الوسع یہاں کی ڈگری یعنی تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اوسکی ہندوستان میں قدر بھی ہوتی ہے اور در حقیقت قابل عزت ہے۔ جہاں تک ہو سکے گا دونوں ہی کام کروں گا۔ ورنہ ابھی عدالت بالکل فضول ہے۔ وکالت وہاں بھی سیکھی تھی۔ اگر اس صیغہ تعلیم میں موقعہ مل سکا تو یہاں سے سند علمی (Bachelor of Laws) بھی حاصل کر لوں گا ورنہ خیر۔

(۱۰) میں نے یہاں یونیورسٹی میں اس نیت سے کہ امتحان بی اے کا پہلا حصہ ایک سال میں پاس کر لوں۔ اس قدر محنت کی کہ آپ کو یقین نہیں آ سکتا۔ لیکن کام اس قدر زیادہ طویل تھا کہ نہیں ہو سکا۔ اب دو سال میں جو اصل مدت اس کی تکمیل کی ہے اگر کروں تو انگلستان میں تین سال سے زیادہ قیام کرنا لازمی ہے مدرسہ کی پڑھائی بالکل چھوڑ دینا چاہئے۔ اور صرف بیرسٹری کی تعلیم کرنی چاہیئے۔

غالباً مجھے اس بات کی زیادہ تفصیل کرنی چاہیے - یہاں بی اے کے امتحان کے
دو حصہ ہوتے ہیں - اور دونوں میں کامیاب ہونیکے بعد ڈگری ملتی ہے - پہلا حصہ دو
سال میں پاس کرنے کی اجازت ملتی ہے اور دوسرا ایک سال میں - لیکن چونکہ میں
ہندوستان کا بی اے تھا اسوجہ سے مجھے اجازت تھی کہ پہلا حصہ میں خواہ ایک
سال میں پاس کراوں - خواہ دو سال میں - اور میں ایک سال میں کرنا چاہتا تھا -
یہ ضروری نہیں کہ دونوں حصہ ایک ہی مضمون کے لیئے جاویں - چنانچہ میں نے پہلا
حصہ علم اقتصاد کا لیا تھا جس میں تمام یورپ - اور انگریزی نوآبادیوں مثلاً
آسٹریلیا - امریکہ وجنوبی افریقہ - کی تاریخ ہوتی - اور پولٹیکل اکونومی یعنی علم اقتصاد تھا -
کتابیں تعداد میں اس قدر تھیں کہ اون کا ایک سال میں ختم ہونا گو محال معلوم ہوتا
تھا لیکن میں نے کام کرنا شروع کیا - اور اسوقت تک جو کچھ کیا وہ اچھی طرح کیا -
لیکن امتحان پاس کرنے کے قابل نہیں ہو سکا - تو اب مجھے ایک سال اور اس
ہی کو کرکے پہلا حصہ امتحان کا ختم کرنا چاہیئے اور دوسرا حصہ قانون کا لینا چاہیئے
اسمیں بیرسٹری کی پڑھائی سے زیادہ قانون ہے تو گویا یہاں کی تیاری میں بیرسٹری
کے امتحانوں سے بھی فراغت حاصل ہوتی رہے گی - بصورت کامیابی کیمبرج سے بی
اے - ایل ایل بی کی ڈگری ملجاوے گی - لیکن اس صورت میں مجھے سنہ ۱۹۰۹ء کے اواخر
تک یہاں ٹھہرنا ہوگا - بصورت محض بیرسٹری نومبر سنہ ۱۹۰۸ء کے قریب فرصت ہوجاویگی
گو یہاں رہنے سے بے انتہا طبیعت گھبرانے لگی ہے - اور ہندوستان میں
جو امتحانات کا سہل ہونا مشہور ہے وہ میں نے بالکل غلط پایا یہاں یونیورسٹی میں ہندوستان
سے بے انتہا زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے - اور بیرسٹری گو اس کے مقابلہ میں سہل ہے اور تین
سال کی مدت بھی علم کے واسطے ضرورت سے زیادہ ہے - لیکن اس قدر سہل ہرگز نہیں
ہے جس قدر ہم لوگ ہندوستان میں خیال کیا کرتے ہیں - مولوی سید علی صاحب کئی دفعہ

فیل ہوئے اور ایک صاحب ہندوستان کے ایم - اے ہیں - دو دفعہ فیل ہو چکے ہیں لیکن تاہم کچھ خوش نہیں ہے - ہمارا مبالغہ آمیز خیال سہولت امتحان کا ہمیں بہت نقصان پہنچاتا ہے - گزارش یہ ہے کہ یہاں زیادہ رہنا پسند نہیں اور خلاف مصلحت بھی ہے لیکن یہی چاہتا ہے کہ ڈگری حاصل کر ہی لوں - اتنی دور آئے بھی اور صرف بیرسٹر ہوکر گئے تو کچھ فائدہ نہ اٹھایا - بہر صورت جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کیجاوے - کام کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ تقریباً (۳۰۰) سے (۳۵۰) صفحہ تک روز دیکھنے چاہئیں - لیکن میں تو باوجود تمام کوشش کے روزانہ (۲۰۰) یا (۲۵۰) سے زیادہ ہرگز نہ کر سکا - یہ ضرور ہے کہ اس قدر پڑھنا مجھے پاس ہونے کے واسطے ضروری نہیں لیکن اچھا پاس ہونے کے واسطے ضروری ہے - چودہ[۱۴] اور پندرہ[۱۵] گھنٹے روز کے قریب کام کرتا رہا - اور یہاں ایسے آدمی بھی ہیں جو اس سے بھی زیادہ روز کام کرتے ہیں گو ایسے بہت کم ہیں - بے انتہا محنتی قوم انگریزوں کی ہے -

(۱۱) آج کل یہاں بغاوت کا شور و غل تو نہیں ہے لیکن یہ خیال پیدا ہو چلا ہے کہ انگریزی تعلیم ہندوستانیوں کو دینی ان ہی کے مقابلہ کرنے کے واسطے گویا ہتھیار دینا ہے اور جہاں تک ہو سکے اعلیٰ تعلیم کو روکنا چاہئیے - انگریزی اور فرانسیسی اخباروں میں چند مضامین اس قسم کے نکل چکے ہیں -

(۱۲) سہ شنبہ گذشتہ ۱۴ مئی سنہ ۱۹۰۱ء کو نتیجہ امتحان شائع ہوا - میں اپنا رومن لا میں شریک امتحان ہونا عریضہ سابق میں عرض کر چکا ہوں - الحمد للہ کہ میں امتحان مذکور میں پاس ہو گیا - اب اکتوبر کے اخیر میں پھر امتحان ہو گا - اور میرا قصد ہے کہ اس موقع پر ایک وقت دیدوں -

(۱۳) سابق کی تحریروں سے دریافت ہوا ہوگا - کہ میں اسوقت محض بیرسٹری کے واسطے کام کر رہا ہوں - دونوں امتحانوں سے اگر اکتوبر میں نجات حاصل ہو جاوے تو صرف

ایک ہی اور باقی رہ جاوے گا

(۴۴) میں بدستور قانون دیکھ رہا ہوں۔ یہاں آج کل ہندوستانی طلبہ سے متعلق دو مسائل زیر تجویز ہیں۔

(۱) یہاں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہندوستانیوں کو عام طور پر ہندوستان میں دینے سے انگریزوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ ہندوستانیوں کو بغاوت کی جرأت ہوتی ہے۔ اور گورنمنٹ کے کاموں پر اعتراض کرنے کی لیاقت حاصل ہوتی ہے قوانین حسب منشا گورنمنٹ پاس نہیں ہونے دیتے۔ اخباروں میں شور مچاتے ہیں چنانچہ اخباروں کی آزادی بھی اگرچہ چھین نہیں سکتے لیکن کم کرنی چاہتے ہیں۔ بس اب اس تدبیر میں ہیں کہ کسی طرح تعلیم کو کم کریں۔ لارڈ کرزن نے گو تعلیم کو گراں تو کر دیا لیکن اوس کا بہت بڑا اثر نہیں ہوا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ قریب میں ہندوستان کے مدارس کی تعلیم میں اور کوئی ہمارے مضر ترمیم کیجاوے گی۔

(۲) دوسرا امر یہ کہ یہاں ہندوستانی طلبہ نے انگریزوں سے علیحدہ سوسائٹیاں قائم کیں ہیں۔ اون میں آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ پولٹیکس اور انگریزوں کی حکومت کے بد اثرات پر لکچر ہوتے ہیں۔ وغیرہ۔ دو ایک بڑے لایق ہندوستانی مثلاً۔ دادا بھائی نوروجی (پارسی سابق ممبر پارلیمنٹ) وغیرہ بھی ان میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ان سوسائٹیوں کو توڑنے کے تدبیریں کی جا رہی ہیں۔ قانوناً کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے یہاں سب کو آزادی ہے۔ لیکن کسی اور تدبیر سے جو ابھی ظاہر نہیں ہوئی توڑنا چاہتے ہیں مسٹر مارلے (سکریٹری اوف اسٹیٹ فور انڈیا) وزیر ہند نے اپنی بحث (اسپیچ) میں کہا تھا کہ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کا ہندوستان میں بڑا اثر ہے۔ ہم اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

(۴۵) یہاں سید امیر علی صاحب جسٹس ہائی کورٹ کلکتہ نے ایک نئی پولٹیکل

سوسائٹی قایم کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق حسب موقعہ گورنمنٹ سے طلب کئے جاتے رہا کریں۔ اور مسلمان طلباء کو جو یہاں آتے ہیں پولیٹیکل امور سے واقف کرنا بھی شامل مقاصد ہے۔ وہ بغاوت کا غل شور جو پہلے یہاں کے اخباروں نے مچانا شروع کیا تھا اب خاموش ہو گیا ہے۔ لیکن مسٹر مورلی کی بجٹ (سپیچ) اور یہاں کے مدبروں کی رائے اس جانب مایل ہے کہ ہندوستان میں ایسی سختی سے قواعد معززہ کی پابندی نہیں ہونی چاہیئے۔ حکام کو حسب موقع لوگوں پر مہربانی اور سفارش سے اپنا اثر قایم رکھنا چاہیئے۔ گورنمنٹ میں جو اصلاح ہونیوالی ہے وہ تو اخباروں کے ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو ہی چکی ہوگی۔ یہاں انڈیا آفس میں دو ہندوستانی مقرر کئے جاویں گے۔ اور یہاں کی ہوس آف لارڈس کے نمونہ پر ایک (Council of Notables) کلکتہ میں قایم ہوگی۔ اور ہر صوبہ ہندوستان کی لیجسلیٹو کونسل میں ہندوستانی ممبروں کی تعداد معقول مقدار میں بڑھائی جاوے گی لیکن اس طرح سے کہ کثرت انگریزوں ہی کی رہے۔ اس کونسل متذکرہ کا کام یہ ہوگا کہ گورنمنٹ کو ہر موقع پر مشورہ دے۔ اس دفعہ مسٹر مورلی نے اپنی سپیچ میں ریاستوں سے متعلق یہ لکھا تھا کہ ریاستوں کی بڑی قدر کرنی چاہیئے۔ اور انہیں آلہ انتظام بنانا چاہیئے۔

(۱۶) ڈبلن یونیورسٹی میں جہاں تک مجھے یاد ہے یہاں کی گریجویٹ کو موقعہ ایل۔ ایل ڈی۔ ہونے کا ہے۔ بہرکیف میں قواعد غور سے دیکھوں گا۔ اور اگر ممکن ہوا تو فکر کروں گا اب تو سب سے پہلے مجھے بیرسٹری کے امتحانات سے نجات حاصل کرنی ہے۔ قانون پر بالکل طبیعت نہیں لگتی۔ ضرورتاً کام کر رہا ہوں۔ مجھے کیمبرج سے آنے کا بہت افسوس ہے۔ کیمبرج کی ڈگری نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ خیر تاوقتیکہ بیرسٹری کے امتحانات ختم نہ کرلوں۔ اور کسی طرف توجہ نہیں کروں گا۔ قانون سے مجھے قطعی نفرت ہے

اور جو قانون یہاں سکھایا جاتا ہے وہ ہندوستان میں کچھ مفید نہیں ہے۔ بیرسٹری کے طلبہ کو جو قانون پر لکچر دیئے جاتے ہیں۔ وہ نہایت مفید ہیں۔ میں نے رومن لا پیشتر ان ہی لکچروں کے مدد سے پاس کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ جو کتابیں یہاں پڑھائی ہیں اونہیں کے مصنف پڑھاتے ہیں۔ اور اون میں سے بعض لکچرار تو ایسے قابل ہیں کہ اوس سے مافوق تصور میں نہیں آ سکتا۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ڈاکٹر اوجرز سے زیادہ قابل لکچرار تو دنیا میں نہ ہوگا (Dr. [illegible] Odgers) یہ صاحب (Criminal Law) پر لکچر دیتے ہیں۔

میں نے یورپ میں آکر چند باتیں ایسی دیکھیں کہ شاید ہندوستان میں ان سے متعلق غلط فہمی کبھی رفع نہیں ہوتی:-

(۱) ہندوستان میں ہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں سے زیادہ لایق کوئی قوم نہ ہوگی۔ ریل۔ تار۔ دخانی جہاز۔ وغیرہ انھوں نے ہی ایجاد کئے ہیں۔ اور دنیا کی تمام قوموں نے سب کچھ انہی سے سیکھا ہے۔

لیکن یہاں معلوم ہوتا ہے کہ علمی اور اختراعی معاملات میں جرمنی ان سے کہیں آگے ہیں۔ علوم مشرقی سے متعلق جو کچھ یہاں آتا ہے۔ جرمنی کے طفیل یا اوس کے بعد فرانس کی بدولت۔ وہ لوگ تحقیق اور تدقیق کے ساتھ کتابیں لکھتے ہیں اور یہ ترجمہ کرا لیتے ہیں۔ سائنس (طبعیات) میں جو پایہ جرمنی کا ہے۔ انگریز اون سے کہیں پیچھے ہیں۔ قریب قریب تمام چیزیں نئی وہاں ایجاد ہوتی ہیں۔ انگریز نقل کر لیتے ہیں۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان کی بدولت روپیہ انھوں نے اس قدر جمع کر لیا ہے کہ یورپ کی قوموں میں ان سے زیادہ مالدار کوئی نہیں ہے۔ امریکہ ان سب سے اس قدر آگے ہے کہ انگریز امریکہ کو قریب قریب اوسی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جس نگاہ سے ہم لوگ انگریزوں کو دیکھتے ہیں یہاں دو باتیں ہمارے یہاں سے بالکل مغایر ہیں۔

(۱) کام اور محنت ان کی سرشت میں ہے۔سستی اور بیکار وقت کھونا۔اپنانا یہاں کوئی نہیں جانتا۔

(۲) قوم بہت بڑی چیز سمجھی جاتی ہے۔شخصی عزت ایسی موقر نہیں سمجھی جاتی جیسی قومی عزت۔اگر آپ اپنی ذات سے بہت بڑے قابل۔یا متمول آدمی ہیں تو آپ کی اس درجہ توقیر نہیں ہوگی جس درجہ بصورت معزز قوم میں سے ہونے کی ہوتی (Marquis Kuroki) جاپان کا جرنیل پرنس فوشیمی تھوڑا عرصہ ہوا کہ یہاں آیا تھا۔یہ لوگ گو دل میں تو ایشیائی قوموں سے جلتے ہی ہیں لیکن جو عزت اوسکی ہوئی۔اوس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتی۔

دو باتیں یہ اور تیسرا تصور بادشاہی کا بھی نیا ہے۔ہم لوگوں کے نزدیک بادشاہ مرکز اختیارات انتظامی و وضع قوانین ہے جو چاہے سو کرے جس طرح چاہے اوس طرح اپنے ملک کا انتظام کرے۔یہاں اس کے برعکس یہ تمام اختیارات تمام قوم کو ہیں۔اور تصور گویا افراد قوم کے کثرت رائے پر عمل ہوتا ہے۔بادشاہ مالک نہیں ہے۔بادشاہ امین ہے گویا تصور میں ہم لوگوں نے اوسکو قابل ترین انسان سمجھ کر یہ اختیارات امانتہً سونپ دیئے ہیں۔غالباً یہی اسلام کا قدیم اصول خلافت ہے۔علاوہ ان باتوں کے ہم لوگوں اور اہل یورپ میں کچھ فرق نہیں ہے بلکہ ہم لوگ اون سے بہتر ہیں۔ذہن کے لحاظ سے یہ امر مسلم ہے۔اور انگریز خود اقرار کرتے ہیں کہ ہندوستانی فرانس کے سوا تمام یورپ کی قوموں سے زیادہ ذہین ہیں۔نیک چلنی بھی اغلباً ہم ہی لوگوں میں زیادہ ہے۔یہاں شراب کی بدولت بہت سی خرابیاں ہیں۔مذہب کی عزت ان لوگوں کے دل سے اوٹھ گئی ہے۔بہت کم فیصدی چند آدمی مذہب عیسوی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ورنہ برائے نام عیسائی ہیں۔بتیس تیس برس تک گرجا میں نہیں جاتے۔یہاں یہ ایک عجیب دقت پیدا ہوتی ہے کہ اس قدر بیدینی و دہریے

ممالک میں کیوں مارے مارے پھرتے ہیں۔ قطعاً ان کا مقصد پولیٹیکل ہے اگر اشاعت
مذہب ہوتا تو پہلے انہیں اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے تھی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ پادریوں
کے گروہوں کے پاس روپیہ بہت کثرت سے ہے۔ لوگ اسی وصیت کے ساتھ
خرچ کو روپیہ چھوڑ گئے ہیں کہ اشاعت مذہب میں صرف کریں۔ ان میں سے بہت کم
کم لوگ مسلمان بھی ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن جو لوگ مذہب کو غیر ضروری سمجھتے
ہیں وہ نہ عیسائی ہیں نہ مسلمان۔ نہ کچھ اور۔ ان کا مذہب پولیٹیکل ہے۔ مقصد
دولت مندی ہے۔ اگر آپ اس نگاہ سے تحقیق کریں کہ لبرل کس قدر ہیں۔ اور
کنسرویٹیو کس قدر ہیں۔ تو ایک فرد بشر بھی ایسا نہ پائیں گے کہ کچھ بھی نہ ہو۔ اگر
اس نگاہ سے تحقیق کریں کہ عیسائی کس قدر ہیں اور غیر عیسائی کس قدر تو ہزارہا ایسے
ملیں گے کہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ ان کا خدائے مثلث روپیہ اور اختیارات قوت کا مجموعہ
ہے۔ خوشامدی کو یہ لوگ دل سے ذلیل سمجھتے ہیں۔ بہادر دشمن کی عزت کرتے ہیں
میرا نام مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی پولیٹیکل سوسائٹی کی سلیکٹ کمیٹی میں شامل کیا ہے اور
علی گڈھ کالج کی سلیکٹ کمیٹی میں بھی انتخاب کیا گیا ہے۔

(۱۷) لندن میں چونکہ لکچر وغیرہ ختم ہو گئے تھے اور بلا ضرورت وہاں رہنا چنداں
مفید نہ تھا لہذا میں ایام تعطیل میں کام کرنے کے واسطے یہاں آ گیا ہوں۔ یہ مقام
جزیرہ انگلستان کے مشرقی کنارہ پر ساحل سمندر پر واقع ہے آب و ہوا نہایت
خوشگوار ہے۔ اکثر ذی استطاعت لوگ یہاں ایام تعطیل میں آتے اور رہتے ہیں
جس مکان میں (یعنی بورڈنگ ہوس میں) میں ٹھیرا ہوا ہوں اور بھی ایک ڈاکٹر جو
گورنر مدراس کا ڈاکٹر تھا۔ اور بارہ سال سے پنشن لے چکا ہے۔ فروکش ہے نہایت
نخوت اور غرور سے رہتا ہے۔ مجھ سے کبھی بات نہیں کرتا۔ ہندوستان سے واپس
آئے ہوئے انگریز ۹۹ فیصدی ایسے ہی بدخلق مغرور ہوتے ہیں۔ اور ہندوستانی

طلبہ سے نہایت نفرت کرتے ہیں اور انگلستان کے رہنے والے انگریز ہم لوگوں کو محکوم اور حقیر تو ضرور خیال کرتے ہیں لیکن نہایت اخلاق سے ملتے گفتگو کرتے ہیں۔ تاوقتیکہ ہم اون سے کسی مطلب کے خواستگار نہ ہوں اون کے اخلاق میں فرق نہیں آتا اور جو ہندوستانی تہذیب کے ساتھ رہتے ہیں اون کا ادب لحاظ انگریزوں کے دل میں عزت پیدا کر لیتا ہے۔ جس جس کسی سے میرا سابقہ ہوا ہے میں نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے کہ اوسے خوش کروں۔ خیر ان ڈاکٹر مسمی کرنل مارٹن کی بیوی کل میرے کمرہ میں آئی تھیں۔ بہت دیر تک باتیں کرتی رہیں انھوں نے کرنل کو بھی میرے کمرہ میں بلایا۔ لیکن وہ کم بخت ویسا ہی متعصب رہا۔

اثنائے گفتگو میں یہ میم صاحب فرمانے لگیں کہ ہم اعلیٰ درجہ کے ہندوستانیوں کو بہت پسند کرتے ہیں۔ ہندوستان کی آب و ہوا کی بے انتہا تعریف کرتی رہیں ہندوستانی نوکروں کی بیحد تعریف کرتی رہیں۔ آجکل جو ہندوستان میں شورش ہو رہی ہے اوس سے متعلق انھوں نے گفتگو شروع کی۔

میم صاحب۔ آجکل جو ہندوستان میں فساد ہو رہا ہے تمہیں اس کی بابت کچھ علم ہے۔

میں۔ اخباری خبریں تو جس قدر میں جانتا ہوں اوسی قدر آپکو بھی معلوم ہیں ذاتی علم اس وجہ سے نہیں کہ میری روانگی ہندوستان کے بعد تمام شورو شر شروع ہوا ہے۔ لیکن لاہور کے خطوط سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی رعایا غیر مطمئن یقیناً ہے۔ لیکن اینگلو انڈین اخباروں نے اصل واقعہ کو چند در چند مبالغہ کے ساتھ آپ لوگوں تک پہنچایا ہے۔ ہرگز اس قدر مہیب صورت فساد کی نہیں ہے جیسی یہاں کے اخباروں سے معلوم ہوتی ہے۔

میم صاحب۔ آپ کو معلوم ہے کہ "بندے ماترم" کے کیا معنی ہیں؟

میں - یہ لفظ میری زبان کے نہیں ہیں لیکن ایک دوست نے جو بنگالی اور سنسکرت دونوں زبانوں میں ماہر ہیں اونہوں نے مجھے اس کے معنی یہ بتائے تھے کہ "اے زمین مادری ہم تیری خدمت کو تیار ہیں"

میم صاحب - اچھا تو یہ ایک قوم پرستی کا جملہ ہے - ہمیں تو باور کرایا گیا تھا کہ یہ سخت گالی ہے جو انگریزوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

مدراس میں جو فساد ہو رہا ہے - اسپر تو مجھے مطلق تعجب نہیں (.........) آربتھ نوٹ کا بینک دیوالیہ ہو گیا - ہمارا بھی اوسمیں بہت سا روپیہ ضائع ہوا - اور آربتھ نوٹ نہایت بدمعاش آدمی تھا - صرف اس وجہ سے کہ وہ یورپین تھا اوسے کچھ سزا نہ دی گئی - اوس کا اثر ہندوستانی رعایا پر بہت برا پڑا۔

میں - یہ تو آپ خود جانتی ہیں کہ ہندوستان میں دیسی کے ساتھ یورپین کے مقابلہ میں کبھی انصاف نہیں ہوتا - نہ عدالت میں نہ کسی اور معاملہ میں - اہل مدراس کو اس عرصہ میں ظلم و زیادتی کا عادی ہوجانا چاہیے تھا۔

میم صاحب - بیشک بڑے افسوس کی بات ہے کہ غریب ہندوستانیوں کو ظلم سہنا پڑتا ہے لیکن اور معاملات میں زیادتی کا اثر صرف ایک دو آدمی پر پڑتا ہے اس معاملہ میں ہزاروں پر پڑا - لیکن ہندوستانی لوگ غضب کے ہوشیار عقلمند لوگ ہوتے ہیں - اس معاملہ پر جو کارروائیاں ہوئیں اون سے ہندوستانیوں کی ہوشیاری اور عقلمندی بے انتہا ظاہر ہوتی ہے۔

میں - بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کی رائے ہندوستانیوں کی نسبت بہت اچھی ہے - ہندوستانیوں کے رسم و رواج میں سے آپکو کیا پسند اور کیا ناپسند ہے۔

میم صاحب - مجھے تم لوگوں کا لباس بے انتہا بھلا معلوم ہوتا ہے - نرم سفید - خوبصورت بڑا اچھا ہوتا ہے - تمہارے یہاں پردے کی رسم بہت اچھی ہے

کاش کہ ہم لوگوں میں بھی پردہ ہوتا۔ اس قدر سخت پردہ تو مجھے پسند نہیں لیکن میں اپنے
یہاں کی یہ رسم بہت بری سمجھتی ہوں کہ عورتیں ہر جگہ بھاگی بھاگی پھرتی ہیں۔ نہ گھر کی خبر
لیتی ہیں نہ بچوں کی کافی نگرانی کرتی ہیں۔ تمہارے ہاں کا پردہ اگر اعتدال کے ساتھ ہو تو
اوس سے بہتر اور کوئی بات تصور میں نہیں آسکتی۔ ہاں مگر میں تم لوگوں کی یہ بات بہت
بری سمجھتی ہوں کہ کئی کئی شادیاں کر لیتے ہیں۔ تخت نشینی وغیرہ کے وقت خرابیاں پیدا
ہوتی ہیں۔ یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ پہلی بیوی کی اولاد تخت پر بٹھائی جاوے یا چاہیتی کی۔
تو یہ ہے اگر میرا خاوند دوسری بیوی کرے تو میں حسد ہی سے مر جاؤں۔ بڑی بری رسم
ہے۔ میں ہندوستانیوں کو تو پسند کرتی ہوں۔ لیکن دوغلوں کی صورت سے مجھے نفرت
ہے۔ نہ ہندوستانی نہ انگریز۔

پھر اپنے بیٹے کی تعریف کرنے لگی کہ اب اوسکی عمر ۱۷ برس کی ہے۔ جب وہ
چھوٹا تھا۔ تو اس قدر خوبصورت تھا کہ فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ مہارانی بڑودہ میرے
بچے کو دیکھنے میرے مکان پر آئی تھی میں اپنے بچہ پر بہت ناز و فخر کرتی تھی۔ مگر بچپن میں
وہ شریر تھا۔ مجھے بالوں میں برش نہیں کرنے دیتا تھا۔ کہتا تھا کہ میں کوئی لڑکی ہوں جو
تم اس قدر کنگھا اور برش کرتی ہو۔ اور میرا کہنا نہیں مانتا تھا وہ نیوی میں جانا چاہتا
تھا۔ لیکن چونکہ وہ ہمارا اکیلا بچہ ہے اور سب فوت ہو گئے۔ کرنل نے اجازت نہیں دی
اب وہ انجنیری کی تیاری کر رہا ہے۔ پھر یہ دریافت کرنے لگیں کہ ہندوستان میں پھر
غدر تو نہیں ہو جائے گا۔

میں۔ بھلا کیونکر ممکن ہے۔ رعایا کے پاس ہتیار نہیں ظلم و زیادتی اور بے
انصافانہ حقارت کا برتاؤ اسمیں شبہ نہیں کہ رعایا کو بددل ضرور کئے دیتا ہے لیکن
نہ اس درجہ کہ وہ غدر پر آمادہ ہو جاویں۔ اور بالفرض محال آئندہ چلکر ہو بھی جاویں تو بلا ہتیار
اور بلا فوجی ترتیب کے مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں یہ تو محض بے اصل افواہ ہے +

میم صاحب۔ یہ سب سچ ہی ہی لیکن ہمیشہ تو رعایا کی بددلی ہی سے بہت ڈر اندیشہ ہے کہ مبادا وہ روس سے سازش کرلیں اور ہم کو ہندوستان چھوڑنا پڑے۔

میں۔ یہ بددلی رعایا کی آپ ہی صاحبوں کے پیدا کی ہوئی ہے۔ بے رحمی۔ بے عزتی۔ بے انصافی کے تمام اثرات ہیں۔ آپ ہی اگر ذرا مہربانی سے ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آویں تو بہت دوسری قسم کے اثرات ظاہر ہونے لگیں۔ روس سے سازش کرنے کا خیال نہایت موہوم ہے اس وجہ سے کہ اول تو اخباروں کے ذریعہ سے ہم لوگوں کو جو کچھ روس کی نسبت معلوم ہوتا ہے وہ بہت ہی بری رائے پیدا کرتا ہے دوئم یہ کہ جب آپ لوگ جو اپنے تئیں دنیا بھر کی حاکم قوموں سے زیادہ منصف شمار کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کے ساتھ اس سے بہتر برتاؤ نہ کرسکے تو اور کسی غیر قوم سے آپ ہی فرمایئے بہتری کی امید کیا ہوسکتی ہے۔ اور بغیر بھلائی کے امید کے ہندوستانی کیا حبشی بھی حکومت تبدیل کرنے کی خواہش نہ کریں گے۔

کرنیل صاحب۔ تو تم لوگ ہماری حکومت سے خوش نہیں ہو۔

میں۔ آپ ہی فرمایئے کہ آپ ہماری جگہ ہوتے۔ تو آپ اس برتاؤ کو پسند کرتے۔

کرنیل۔ نہیں ہرگز نہیں۔

میں۔ تو میری طرف سے آپ ہی اپنے سوال کا جواب دے لیجئے۔

کرنیل۔ گورنمنٹ نے تم لوگوں کے واسطے بہت کچھ کیا ہے تمہیں شکرگذار ہونا چاہیئے۔

میں۔ اگر آپ کچھ مثال دیں تو میں اپنی رائے عرض کروں۔

کرنیل۔ مثلاً ریل۔ تار۔ اہتمام نہر و آب پاشی۔ شفاخانہ جات۔ رسم ستی کی موقوفی انگریزی تعلیم

میں۔ بیشک یہ مثالیں ایسی ہیں جو عام طور پر اس سلسلہ میں بیان کیجاسکتی ہیں

لیکن مجھے آپ یہ بتائیں کہ تارو ریل۔ ابتدا بجائے بجائے فوج پہنچی اور سرکوبی و سرزنش کرنے کی نیت سے بنائی گئی ہے یا رعایا کی آسائش کی غرض سے۔ ثانیاً یہ کہ ہمارے یہاں کا غلہ اور پیداوار ممالک غیر کو بکثرت ان ذرائع سے جاتے ہیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب گرانی و قحط ہوتا ہے اسوقت تو ہزارہا بیگناہ فاقہ کشی سے مرتے ہیں لیکن جب ارزانی ہوتی ہے تو اس سے مفلس غربا کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ تمام غلہ تجار بیرونی خرید لیتے ہیں۔ ممالک غیر کی بنی ہوئی چیزیں سہولت سے ہندوستان میں آکر سستی فروخت ہوتی ہیں۔ اس سے ہمارے ملک کے اہل حرفہ تباہ ہوتے ہیں۔ البتہ اندرون ملک کی تجارت۔ اور سفر کی آسانی سے جس قدر فائدہ بالطبع طور پر ہو گیا ہے۔ اوس درجہ ہم لوگ بلاشبہ شکرگزار بھی ہیں۔ اہتمام نہر و آبپاشی سے خراج اراضی چند در چند زیادہ ہو گیا۔ اس کا شکرگزار آپکو ہونا چاہیئے۔ نہ کہ غریب مضارعین کو نرخ غلہ میں اگر اس نے کچھ فرق پیدا کیا ہو۔ تو آپ مجھے بتائیے۔ اہتمام شفاخانہ جات آپ جس قدر مفید سمجھتے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ آپ اتفاق سے نیٹیو نہیں ہیں۔ ورنہ جو برتاؤ غریب مریضوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ بہت سخت ہے۔ تاہم شفاخانہ جات ایک حد تک مفید ہیں اور اوس حد تک بلاشبہ ہم شکرگزار ہیں۔

رسم ستی کی موقوفی کی داد کما حقہ میں نہیں دے سکتا۔ البتہ جن لوگوں کو اس اصلاح سے زیادہ فائدہ پہنچا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ضرور شکرگزار ہوں گے۔ لیکن اسکی بابت یقینی طور پر کچھ کہنے کی میں ذمہ داری نہیں لیتا۔

انگریزی تعلیم۔ البتہ اس کے ہم نہایت شکرگزار ہیں۔ لیکن جن اصول پر یہ مبنی ہو وہ نہایت غلط ہے۔ اور اس کا اثر جس قدر ہم لوگوں کو بھگتنا پڑے گا۔ اوس سے زیادہ آپکے حصہ میں آئے گا۔ میں نے اس مسئلہ سے متعلق لارڈ مکالے۔ سر جان سٹریچی۔ لارڈ ہنٹر۔ مگی۔ سر ہنری کاٹن وغیرہ کی تحریریں دیکھی ہیں۔ اون کے مطالعہ سے یہ رائے

قائم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ نے ایک ایسا گروہ پیدا کرنا چاہا تھا کہ جو مذہب کو مطلق سمجھا نے
تاکہ تعصب مذہبی بالکل منتفی ہو جاوے۔ اور اخلاق درست کرنے کے واسطے بڑے بڑے
آدمیوں کی سوانح وکھلانے کافی سمجھے گئے۔ اخر یہ ہوا کہ خوف خدا اور پابندئ مذہب کے
قید کمزور ہو گئی۔ اور غالبا ہوتی جاوے گی۔ گو ابتدا از معدودے چند عیسائی بھی ہو گئے۔
لیکن وہی بے اعتقادی جو اپنے مذہب کے ساتھ تھی بڑھتی گئی۔ اوسی نے مذہب
عیسوی کی بھی کمی پورا کر دیا۔ نتیجہ کی نسبت آپ اپنی ہی قوم کے اصحاب کی رائیں فلاں فلاں
کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ علاوہ ازیں انگریزی تعلیم سے جس قدر فائدے پہنچے اوس کا ہم نہایت
شکریہ ادا کرتے ہیں۔

کرنیل۔ مگر تم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ مذہب کی بابت کچھ داخل
نصاب نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ ہندوستان میں ایک مذہب نہیں ہے اور شفاخانوں
کے تو لوگ یہاں بھی اسی قسم کی شکایت کرتے ہیں۔
آخر آجکل کی شورش کا مطلب کیا ہے۔

مین۔ میں تو اس شورش میں شریک ہوں نہیں۔ میرے یہاں آنے کے
عرصے کے بعد اخباروں سے اس کا علم ہونا شروع ہوا۔ رعایا کی بددلی کے اسباب۔ آپ
صاحبوں کی برکت سے بہت ہیں۔ اور آپ خوب اسکو سمجھتے بھی ہیں نیشنل کانگریس
آج وجود میں نہیں آئی۔ مدت سے ایک ہی آواز بلند کر رہی ہے۔ کہ ہندوستانیوں کے
حقوق تلف نہ کیئے جاویں۔ تقسیم بنگال سے جو شورش شروع ہوئی اوس کا مقصد
تنسیخ منکور ہے۔ اس سے زیادہ نہ میں کچھ جانتا ہوں نہ آپکو بتا سکتا ہوں۔

کرنیل میں آپ کا مشکور ہوں۔ پھر کبھی کسی روز ملاقات ہوگی۔

ہندوستان کے ساتھ انگریز عہدہ داروں کو زیادہ مہربانی کا برتاؤ کرنے کی ہدایت
گورنمنٹ کی طرف سے ہو رہی ہے لیکن مجھ کو امید نہیں کہ اس کا بہت بڑا اثر ہو۔ ہندوستانی

غلط طور سے شورش کر رہے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ یہ کہہ کر رخصت ہوئے جو انگریز ہندوستان میں حکومت کرنے کے بعد یہاں آتے ہیں۔ وہ اکثر بلا مبالغہ کتے کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ نوکروں کو نہایت مہربانی اور خوش اخلاقی کے ساتھ رکھتے ہیں کام لیتے ہیں تو کہتے ہیں مہربانی کر کے یہ کام کر دو۔ اور اینگلو انڈین صاحبان کی عادات خراب ہوتی ہیں۔ وہ بد زبانی کر بیٹھتے ہیں۔ یہاں چونکہ ۱۸۷۲ء سے ۵ سال کی عمر سے ۱۴ سال کی عمر تک ہر بچہ ۹ سال تک مدرسہ جانے پر مجبور ہے۔ جیسے ہمارے یہاں چیچک کا ٹیکہ لازمی ہے اور تعلیم مفت ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ قریب قریب تمام عورت مرد انٹرنس سے زیادہ اور ایف۔ اے کے قریب تعلیم پائے ہوئے ہیں۔ نوکر اپنے تئیں آقا کے برابر سمجھتا ہے۔ اور اس کو ایک اتفاقی امر خیال کرتا ہے کہ آقا آقا ہے اور وہ نوکر ہے۔ خیر دوسرے ہی روز نوکر علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ تو گویا نوکر تو اینگلو انڈین کے پاس کوئی ٹھیرتا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ ایسے کج خلق ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی ملنا جلنا پسند نہیں کرتا۔ بیشتر الگ دور کہیں سرائے میں ٹھیرے رہتے ہیں اور چپ چاپ دن پورے کیے جاتے ہیں۔ بڈھے اور بڑھیاں بیان کرتے ہیں کہ فتح ہندوستان کے بعد سے افراد کے تمول میں بہت نمایاں ترقی ہو گئی۔ اور عمریں بھی لوگوں کی بہت بڑھ گئی ہیں۔ ہمارے یہاں اسکی برعکس اثر ظاہر ہے۔ عمریں کم اور افلاس زیادہ ہم لوگوں کو عدم علم کی وجہ سے نہایت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اور سخت نقصان پہنچتا ہے۔

یہ لوگ عیسائی برائے نام ہیں۔ ۸۰ فیصدی کے قریب نہایت بد اعتقاد بے مذہب ہیں۔ اور سچے عیسائی تو شاید ۵ فیصدی سے زیادہ نہوں گے۔ اونکی طرف سے آپ خواہ عیسائی ہوں خواہ مسلمان ہوں۔ خواہ کچھ اور ہوں او نہیں کچھ پرواہ نہیں۔ اون کا خدا قوت ہے (Strength) اور اس قوت کی تعریف یہ کرتے ہیں (کر گزرنے۔ کامیابی حاصل کرنے کی قابلیت) لہذا۔ اولاً روپیہ ثانیاً اختیارات۔ جس حیلہ جس بہانہ۔

جس طرح سے حاصل ہوں - اون کے حاصل کرنے میں یہ حضرات ہمیشہ ہمہ تن معروف ہیں
جھوٹ کو بلا سوچ سے نہیں جانتے کہ گناہ ہے - بلکہ اسوجہ سے کہ کمزوری کی علامت
ہے - اور ناکامی کا گھر - اگر کامیابی کے واسطے جھوٹ بولنے کی ضرورت ہو تو بلا مبالغہ جھوٹ
بولدینگے - آپ کتنے ہی خلیق ہوں - کتنے ہی لائق ہوں - کتنے ہی نیک ہوں - ان کی
نگاہ میں آپ کی عزت کچھ بھی نہیں - ہاں اگر کچھ کر سکتے ہیں - خواہ اچھا - خواہ برا - خواہ
نقصان پہنچا سکتے ہیں - خواہ فائدہ - تو آپ کی عزت ہوگی - اور ہمارے یہاں کی لجاجت
آمود اخلاق کو تو بے انتہا نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - اب اسوقت جو رؤسا ہندوستان
میں سے راجہ بڑودہ کی عزت ہے وہ کسی دوسرے رئیس کی تو ہے نہیں - اور مہاراجہ بڑودہ
خوب صاف صاف سناتا ہے لکچروں میں یہاں بھی اور ہندوستان میں بھی - کاش
کہ ہمارے یہاں کے رئیسوں کو بھی اب عقل آجائے -

ڈبلن یونیورسٹی میں مضمون طلب قواعد لکھ چکا ہوں - اس سے متعلق دوسری
ڈاک سے مطلع کرونگا - بیرسٹری سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں - مارچ ۱۹۰۸ء
میں تمام امتحانوں سے فارغ ہوکر واپس ہندوستان آجاؤ - اس سے متعلق
گزارش ہے کہ یہاں کے قواعد کے بموجب بیرسٹر بننے کے واسطے دو باتیں ضروری
ہیں - اولاً چار امتحان پاس کرنا جنمیں سے ایک پاس کر چکا ہوں - اور دو قریب میں
دونگا - ثانیاً (۱۲) ٹرم پورے کرنے یعنی ۱۲ ٹرم (یا تین) سال تک برابر چھ دفعہ
ہر ٹرم میں کھانا کھانا - مڈل ٹمپل ہال میں - خواہ میں اسوقت چاروں امتحانوں سے
فارغ ہوچکا ہوتا تو بھی میں بیرسٹر نہیں ہوسکتا تھا - تاوقتیکہ میں نے ۱۲ ٹرم پورے نہ
کیے ہوں - اور چونکہ طیبل علی دسمبر ۱۹۰۸ء سے قبل ختم نہیں ہوسکتا - لہذا سند بیرسٹری اوسی
وقت ملیگی جب میں بارہ ٹرم ختم کر چکونگا - اگر میں چاروں امتحان پاس کرکے کل واپس ہندوستان
چلا جاؤں تو نہ مجھے سند بیرسٹری ملیگی نہ پریکٹس کرنے کا حق حاصل ہوگا - بارہ ٹرم پورے کرنے

لازمی ونانگز رہیں۔ دیگر علمی ڈگریوں سے متعلق متعاقب اطلاع دوں گا۔

(۱۸) ڈبلین یونیورسٹی میں میں فقط پنجاب کا بی۔ اے ہونے کی بنا پر شریک امتحان ایل۔ ایل۔ ڈی نہیں ہو سکتا۔ اور امتحان بھی کوئی سہل چیز نہیں ہے لیکن اگر آپ اجازت فرمائیں۔ تو میرا قصد ہے کہ پھر کیمبرج جاؤں۔ اور ایل۔ ایل بی کی کوشش کروں۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی ٹرم بیچ میں ناغہ ہو جائے تو پھر بی۔ اے سوا ایل۔ ایل۔ بی میں شریک ہونے کی اجازت نہیں ملتی لیکن بصورت خاص مجبوری کے اجازت ملنی ممکن ہے۔ میں نے اپنے کالج کے ٹیوٹر ([illegible]) ڈاکٹر وارڈ سے دریافت کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں ممکن ہے۔ اور میں مئی سنہ ۱۹۰۹ء میں امتحان میں شریک ہو سکوں گا۔ آخر دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء سے قبل بیرسٹری کی ڈگری ملنی ناممکن ہے۔ چاہے کل امتحانات میں کل ختم کرلوں۔ بارہ ٹرم ختم کرنے لازمی ہیں۔ جو آخیر دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء میں ختم ہوں گے اس لحاظ سے گویا پانچ مہینے زیادہ قیام کرنا ہوگا لیکن بصورت یہاں کی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی ڈگری حاصل کر لینے کے آپ خود خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ کس قدر فائدہ ہے۔ اول تو تعلیم فی الواقع ہندوستان سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ دوم یہ کہ انگریزوں کی نگاہ میں کیمبرج کی ڈگری تو ایک چیز ہے۔ اور ہندوستان کی ڈگری کچھ بھی نہیں۔ نہ وہ کبھی ہندوستان میں امتحان دیں نہ اس کی قدر جانیں تیسرے ملازمت اور وکالت دونوں میں یہ ڈگری نہایت وقعت کے قابل چیز ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ کہ خود بخود یہاں کا ایم۔ اے ہو جاؤں ورنہ ہندوستان میں تو اب کہاں۔ ایم۔ اے کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اس دفعہ آپ نے اگر اجازت دیدی تو میں وہاں قانون بھی لوں گا ([illegible]) کے واسطے کوچ ضرور رکھنا پڑے گا۔ نظام الدین حسن صاحب کے فرزند ناظر الدین حسن بھی جو علی گڑھ کالج کے بی۔ اے ہیں کیمبرج میں کوچ سے پڑھ رہے ہیں۔ مولوی سید علی بلگرامی نے جب بیرسٹری کا امتحان دیا تھا کوچ سے پڑھا تھا۔ اس صورت میں بیرسٹری کے امتحانات

تو میں برابر دیتا ہی رہونگا۔ بہرکیف اگر سخت ضرورت پانچ ماہ قبل ہی ہندوستان جانے کی ہوئی تو کام چھوڑ کر واپس ہو سکتا ہوں۔ بیرسٹر اسوقت میں بھی ہو ہی چکونگا۔ ہمیں صرف کسی قدر زیادہ ہوگا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ واقعی کوشش کرنے کا موقعہ مجھے دینا چاہیئے۔ اتنی دور آنا محض بیرسٹری کے واسطے محض فضول ہے۔ امتحان ایل۔ ایل۔ ڈی کے واسطے شرط یہ ہے کہ امیدوار کیمبرج اوکسفورڈ یا لندن کا گریجوٹ ہو۔ اور کم ازکم ایک سال قبل گریجویٹ ہو چکا ہو۔ بہرصورت اوس کا موقعہ مطلق نہیں ہے۔ اس سے قبل لندن یونیورسٹی میں اردو میں بی۔ اے کا امتحان ہوا کرتا تھا جو اب موقوف ہوگیا ہے۔ فارسی اور عربی میں بھی۔ ایم۔ اے کا امتحان ہوتا ہے مگر تین سال کی مدت قیام اوسکو ایک فضول چیز بنائے دیتی ہے۔ یعنی شرکت لندن یونیورسٹی سے تین سال بعد امتحان کی اجازت ملے گی۔ گویا اگر میں اسوقت شریک ہوں تو اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء میں فارسی میں بی۔ اسے یا ایم۔ اے کا امتحان دوں۔ وغیرہ تو یہ محض بے کار ہے بصورت اجازت آپ براہ عنایت ایک تار دیں۔ ورنہ تاخیر ہوئی تو کیمبرج میں مکان رہنے کے واسطے نہیں ملے گا۔ تمام مکان رک جاویں گے۔ گویا اکتوبر کی پہلی کو مجھے کیمبرج چلا جانا چاہیئے۔

(۱۹) اس سے قبل میں نے کیمبرج آنے سے متعلق اجازت طلب کی تھی لیکن اسوقت تک اجازت یا ممانعت وغیرہ سے متعلق کوئی تحریر وصول نہیں ہوئی۔ میں نے بعد غور بوجوہ ذیل کیمبرج آجانا مناسب خیال کیا۔ اور اس ٹرم کی شروع سے یعنی ۷ اکتوبر سے میں یہاں آگیا ہوں۔ وجوہ یہ تھے :۔

(۱) اگر میں اس ٹرم میں یہاں نہ آجاتا تو بعد میں اگر آپ کی اجازت وصول ہو جاتی تب بھی یہاں نہیں آسکتا تھا۔ کیمبرج چھوڑ دینا ہر وقت اختیاری امر ہے لیکن اس ٹرم کے بعد یہاں آنا خارج از اختیار ہوتا۔

(۲) میں نے اس دفعہ عربی۔ فارسی میں ڈگری لینے کا قصد کر لیا ہے۔ گو وہ چنداں مفید نہ سہی لیکن سہل الحصول ضرور ہے اور غالباً ڈگری ملنے میں وقت ضرور ہے بیرسٹری کے بعد مطلق ٹھہرنا نہ پڑے گا اور یہ بھی مجھے قوی امید تھی کہ آپ بھی بجائے عماں کے لندن کیمبرج میں رہنا زیادہ پسند فرمائیں گے۔

(۳) اگر ایل ایل۔ بی نہ بھی ہو سکا تب بھی ایم۔ اے تو ہو ہی جاؤں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس فیصلہ کو ضرور پسند فرما دینگے۔ مجھے بعض فارسی عربی کتابوں کی ضرورت پڑے گی۔ جن کے واسطے میں نعمت اللہ خان کو لکھتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ وہ بمبئی وغیرہ سے بہت جلد خرید وا کر روانہ کر دیں گے۔ یہاں دو چند قیمت دینی پڑے گی۔

میرا منصوبہ تعلیم یہ ہے

(۱) اگر میں نے مئی ۱۹۰۸ء میں عربی فارسی میں ڈگری حاصل کر لی۔ تو مجھے نصف حصہ ایل ایل۔ بی سے معافی بھی مل جاوے گا۔ اور ڈگری بھی حاصل ہو جاوے گی۔ میں دوسرا حصہ قانون کا پاس کر کے ایل۔ ایل بی بھی ہو جاؤں گا۔

(۲) اگر میں مئی ۱۹۰۸ء میں ڈگری نہ لے سکا تو آخر ۱۹۰۹ء میں صرف ڈگری لے لوں گا۔ وہی وقت ختم مدت بیرسٹری کا بھی ہو گا۔ اور صرف بی اے اور بیرسٹر ہو کر واپس آ جاؤں گا۔

امتحان بیرسٹری میں شریک ہوا تھا۔ کام دو مضامین کا بہت تھا۔ کچھ بہت قوی امید کامیابی کی نہیں ہے۔ بہر کیف نتیجہ سے مطلع کروں گا۔ یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ محض بیرسٹری کے واسطے میں مدت مقررہ سے ایک دن زیادہ ٹھیرنے کی اجازت نہ مانگوں گا۔

(۲۰) کام خوب اچھی طرح کر رہا ہوں۔ یہاں کے مضامین تو دلچسپ معلوم ہوتے ہیں

اون پر خوب محنت بھی کر رہا ہوں لیکن قانون پر طبیعت نہیں لگتی. یعنی اشکال خیالی جو زیر قانون
آئین جو مفہوم قانون کے تصورات ہیں۔ اون کے سوچنے میں طبیعت اولجھتی ہے۔ غالباً
اسوجہ سے . پہلے کبھی اس مضمون سے مس نہیں رہا لیکن آپ کوئی بہتر طریقہ قانون سمجھنے
اور یاد رکھنے کا بتا سکتے ہیں. میں اسوقت تک تو روش لا۔ اس طرح دیکھتا رہا ہوں کہ
اول بیس پچیس صفحہ یعنی ایک بات کو خوب غور کے ساتھ سمجھ کر پڑھتا چلا جاتا ہوں لیکن اس
غور کرنے میں بعض صورتیں تصور میں نہ آنے میں بہت دقت ہوتی ہے۔ اور طبیعت اولجھتی
ہے۔ تاہم افسانہ وغیرہ نہ یہ بات ختم کرنے کے بعد اپنے دل میں اعادہ کرتا ہوں. بیشتر
حصہ قانون کا اور مختلف مضامین کا تعلق بھی یاد رہ جاتا ہے اعادہ سے پھر نہیں بھولتا
لیکن کچھ حصہ یاد نہیں رہتا۔ اس حصہ کو میں پھر یاد نہیں کر سکتا۔ غیر بیرسٹری کا اتنا
بہت فکر نہیں ہے۔ کسی نہ کسی طرح ہو ہی جاوے گی۔ یہاں کے بی. اے آنرز
ای کے واسطے نہایت سخت غور اور محنت کی ضرورت ہے۔ خدا سے امید تو ہے کہ
میں کر لونگا۔ آپ بھی دعا فرمایا کریں۔ جو مضمون یعنی پولیٹکل اکنامی میں نے لیا ہے یہ
بے انتہا مفید مضمون ہے۔ ریاست اور غیر ریاست تو ہر جگہ بے حد مفید ثابت
ہوگا۔ ابتدا کسی نے صلاح نہیں دی تھی لیکن جب میں نے لیا تو سب تعریف
کرتے ہیں. اور پسند کرتے ہیں۔ نتیجہ پر سب کچھ منحصر ہے۔

(۲۱) مولوی سید علی صاحب بلگرامی بغرض عنایت یہاں تشریف لائے تھے چند
مفید نصیحتیں کر کے فرمایا کہ ہفتہ کو مارچ کی دس تاریخ تم کیمبرج آ جاؤ۔ انھوں نے فرمایا کہ ریاست
حیدرآباد سے وظیفہ ملنے کی بہت کم امید ہے کیونکہ وقت موافق نہیں ہے اور مسٹر
والکر اس خیال سے کہ آدمی معلوم نہیں ہوتے۔ اس مکان کو اور اس موقعہ سکونت کو
بہت پسند کیا۔ میں نے اس عریضہ پر جو (Owens College Manchester)
خط و کتابت کی تھی اوس کا تذکرہ مولوی صاحب ممدوح سے آیا۔ انھوں نے سنکر میرے

خیال کی تائید کی اور فرمایا کہ بیشک میرے نزدیک وہاں چلا جانا نہایت مفید ہے اور میں بھی اپنے لڑکے کو تجارت کے واسطے بیروت بھیجنے والا ہوں (Manchester College) میں (Bachelor of Commerce) کی ڈگری دیتے ہیں۔ مضامین امتحان اکثر وہی ہیں جو مسٹر ایچکنڈ ما نے اپنے نوٹس میں لکھ کر دیئے تھے۔ مولوی سید علی صاحب فرماتے تھے کہ اگر تم نے یہ امتحان پاس کر لیا تو تم محاسبی میں بھی خدمت کے مستحق ہو جاؤ گے۔ میں کالج مذکور سے مختلف امور ضروری پر خط و کتابت کر رہا ہوں۔ اور اگر آپ اجازت دیں تو شریک ہو جاؤں۔ اونکی ایک ٹرم ۲۴ اپریل ۱۹۰۶ء کو شروع ہوگی۔ اور دوسری ٹرم ۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو میں پروس پرکٹس Prospectus بھیجتا ہوں آپ اسکو مسٹر ایچکنڈ ما کو اور ڈاکٹر سراج الحسن صاحب کو بھی دکھا دیجئے۔ اس سے قبل کے عریضہ میں میرا کیمبرج پہنچنا دریافت ہو گیا ہوگا۔ میں نے یہاں کام شروع کر دیا ہے لیکن میں اپنا قیام یہاں اسوقت تک مستقل خیال نہیں کرتا جب تک کہ آپ اجازت نہ دیں۔ یہاں آنا اسوجہ سے بہتر سمجھا گیا کہ چھوڑ ہر وقت سکتا ہوں۔ اسوقت آپ تحریر فرمائیں تو اسوقت ممکن ہے۔ لیکن اس ٹرم کے بعد یہاں آنا ناممکن تھا۔ اگر میں یہاں کا صرف بی۔ اے بھی ہو جاؤں تو ہندوستان میں ایم۔ اے کرنے سے مجھے نجات ملجاوے گی اور پھر کیمبرج کے گریجویٹ کا نام بڑا ہے۔

اور اگر بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی ہو جاؤں تو پھر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایم بن سکوں گا۔ اور یہ بالکل ممکن ہے کہ دونوں ڈگریاں لے لوں۔ بیرسٹری کے امتحان اس دفعہ دے چکا ہوں۔ ممکن ہے کہ پاس ہو جاؤں لیکن کام عجب رہا۔ تیاری جیسی چاہیئے ویسی نہ تھی۔ نیز امتحان کے قریب یہاں آنے میں کسی قدر حرج ہوا لیکن بی۔ اے تو ہیں اگر خدا کو منظور ہے تو آئندہ مئی میں ہو جاؤں گا۔ ایل۔ ایل۔ بی کے واسطے

اگر آپ کی اجازت ہوئی تو پانچ ماہ اور قیام کرنا پڑے گا۔ ورنہ خیر۔ اور جس مدت تک
یعنی اخیر دسمبر ۱۹۰۸ء تک تو مجھے بیرسٹری کے واسطے ٹھیرنا لازمی ہے اور اوسوقت سے
زیادہ ٹھیرنا اگر آپ کی رائے ہوئی تو ہرگز نہیں ہوگا۔ فارسی عربی گو اس قدر مفید
نہ ہی لیکن ڈگری کے خیال سے اور سہولت کی امید سے لیئے ہیں۔ آپ براہ کرم
فہرست منسلکہ کے مطابق کتابیں بمبئی وغیرہ سے خرید کر حتی الامکان جلد ارسال
فرماویں۔ یہاں قیمت وہ چند دینی پڑے گی اور بعض کتابیں یہاں ملتی ہی نہیں ہیں
مجھے اس امر کی اطلاع اس ٹرم میں ہونی ضروری ہے کہ میں تا مدت قیام بجائے لندن
میں رہنے کے یہاں کیمبرج میں رہ سکتا ہوں یا نہیں۔ بلا آپکی اجازت کے میں
یہاں ہرگز نہیں ٹھیرنا چاہتا۔ یہاں آنے کی جرأت صرف اسوجہ سے کی گئی کہ آپنے
ممانعت صریح نہیں فرمائی تھی۔ اور میں یہ جانتا تھا کہ بصورت عدم اجازت
یونیورسٹی سے علیحدگی اختیار کرنی بالکل سہل ہے۔ اور بصورت اجازت بعد از وقت
کے یونیورسٹی میں شریک ہونا محال ہے۔ یونیورسٹی میں رہنا گو ہر طرح سے مفید ہے
اور نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور یہاں انگریزی زبان اور انگریزی
معاشرت سیکھنے کے نہایت اعلیٰ درجہ کے موقع ہیں۔ جو لندن میں مطلقاً میسر نہیں آسکتے
لیکن میرے یہاں آنے کی زیادہ تر یہ وجہ ہے کہ اگر میں نے یہاں کا بی اے کرلیا
جو بالکل ممکن ہے تو میں کم از کم ہندوستان میں ایم۔ اے کرنے کی زحمت سے چھٹ
جاؤنگا۔ اور ختم مدت بیرسٹری سے زیادہ ٹھیرنا بھی نہیں پڑے گا۔ اگر آئندہ جون
میں میں نے عربی۔ فارسی میں بی۔ اے پاس کر لیا تو پھر ایل۔ ایل بی ہونے کا بھی موقع
ہوگا ورنہ خیر صرف بی۔ اے ہی ہو جاؤنگا۔ اور بیرسٹری کے امتحانات بطور کرتا رہونگا
اسوقت میں اسکا اندیشہ تھا کہ میں امتحانات میں کامیاب نہیں ہوا یہاں آنے کی وجہ سے
امتحان کے قریب بہت حرج ہوا۔ اور قانون سے بالطبع بھی مجھے بہت نفرت ہے

آئندہ دسمبر میں پھر شریک ہونگا۔ امید ہے کہ پاس ہو جاؤنگا۔ علاوہ آئندہ ہر ٹرم میں ایک امتحان ضرور پاس کرنے کی کوشش کرونگا۔ آپ یہ اندیشہ ہرگز نہ کیجئے کہ میں بی اے ہونے کے خیال کی وجہ سے بیرسٹری کے ختم مدت تک بیرسٹری کے امتحانات بھی پاس نہ کرسکونگا۔ میں ضرور پاس کرلونگا۔ بہرکیف اجازت یا ممانعت کی کوئی اطلاع ضرور ہونی چاہیئے۔ اسوقت تک یہاں کے پروفیسروں سے بھی کہدیا ہے کہ ابھی گھر سے صاف اجازت یا ممانعت کی اطلاع نہیں آئی ہے۔ آیندہ ٹرم کے واسطے کچھ نہیں کہہ سکتا اگر اس ٹرم کے اخیر تک میں اونہیں جواب نہ دے سکا اور بالآخر آپنے یونیورسٹی چھوڑنے کا حکم دیا تو بہت کچھ کرایہ کمروں کا اور کالج کی فیس وغیرہ مفت دینا پڑے گا اور بیکار پریشانی ہوگی۔

(۲۲) ۱۲ ماہ حال کو تعطیل ختم ہوگی تو کیمبرج جاؤنگا۔ دو ہفتہ کے قریب ہوا کہ میں ([illegible]) کے امتحان میں شریک ہوا تھا۔ امید ہے کہ پاس ہو جاؤنگا۔ اوائل اپریل میں ([illegible]) کے امتحان میں شریک ہونے کے واسطے تیاری شروع کردی ہے۔ نہایت سخت اکرام کے ساتھ قانون پڑھتا ہوں طبیعت کو مطلق مناسبت قانون کے ساتھ پیدا نہیں ہوئی۔ یونیورسٹی کے امتحان کے واسطے ہمہ تن مصروف ہوکر کام کرتا ہوں۔ آپ خدا سے دعا کیجئے کہ کامیاب ہو جاؤں۔ واخر مئی ۱۹۰۸ء میں امتحان ہوگا۔ نام امتحان کے واسطے بھیج دیا گیا ہے۔ میں اللہ پر بھروسہ کرکے اپنی طرف سے جو کچھ بامد امکان کوشش ہوسکتی ہے کرتا ہوں یعنی میں اگر خدا نے اپنے فضل سے پاس کرادیا تو دسمبر تک وقت بیرسٹری کے آخیری امتحان کی تیاری اور حصول قانون میں صرف کرونگا اور اگر بصورت کامیابی آئندہ میری ہمت ہوئی اور آپ نے بھی اجازت دی تو نصف حصہ قانون کیمبرج میں پاس کرکے ایل ایل بی ہونے کی کوشش کرونگا۔ میں غالبا پہلے عرض کرچکا ہوں کہ کیمبرج میں ہر مضمون کے امتحان کے دو حصہ

(۲۴۲) قبل ازیں گزارش خدمت کر چکا تھا کہ میرا امتحان یکم جون سے شروع ہوگا۔ کل امتحان کے گیارہ پرچے مقرر ہوئے ہیں جن میں سے اسوقت تک ۵ ختم کر چکا ہوں۔ الحمد للہ کہ ان میں اچھی امید ہے۔ تین روز کے وقفہ کے بعد آٹھ ماہ حال سے پھر امتحان شروع ہوگا۔ اور ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ماہ حال تک باقی رہے گا۔ اگر آیندہ چھ پرچے بھی قابل اطمینان ہو جاویں تو اچھا ہے۔ انشاء اللہ آیندہ ہفتہ کی ڈاک سے جناب کی خدمت میں اطلاع بقیہ امتحان کی دونگا۔ بقیہ پرچوں کے حل سے قبل تو یہ دریافت کرنا غالباً قبل از وقت ہوگا کہ مجھے ایل ایل۔ بی کے واسطے تیاری کرنے کی اجازت ہے یا نہیں لیکن بصورت اجازت حتی الوسع جلد اطلاع ہونی مفید ہوگی۔ کیونکہ جو عمدہ کوچ اور ٹیوٹر ہیں اون کے پاس اتنی درخواستیں آجاتی ہیں۔ کہ وہ پڑھانے کا وعدہ نہیں کر سکتے۔ ناچار دوسرے درجہ کے آدمیوں سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اور فائدہ جیسا ہونا چاہیے ویسا نہیں ہوتا۔ نتیجہ اس ہی مہینہ کے اواخر میں معلوم ہو جاوے گا۔ امید تو خدا سے اچھی رکھتا ہوں لیکن زیادہ تر بقیہ چھ پرچوں کے حل پر منحصر ہے۔ بقیہ پرچہ جات سبق سے مشکل بھی زیادہ ہوں گے۔

(۲۴۳) اس سے قبل ایک عریضہ دست بوس ہوا ہوگا جسمیں نصف پرچہ جات امتحان کی کیفیت عرض خدمت کی گئی تھی۔ بقیہ نصف امتحان پرسوں ختم ہو گیا۔ ان چھ پرچوں میں سے دو کسی قدر خراب ہوئے لیکن باقی چار توقع سے زیادہ اچھے ہو گئے۔ امید قوی ہے کہ کامیاب ہو جاؤنگا۔ نتیجہ امتحان زیادہ سے زیادہ ۲۰ ماہ حال کو شائع ہو جانا چاہیے لیکن اس سے قبل ممتحنوں کی رائے پر منحصر ہے چاہے جب شائع کر دیں۔ اگر میں پاس ہو گیا تو آپکو بذریعہ تار مطلع کروں گا۔ اور تار بہر صورت اس عریضہ سے قبل آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔ آپ براہ نوازش حتی الوسع جلد اپنے منشاء سے مطلع فرمادیں کہ میں ایل۔ ایل۔ بی کے واسطے کوشش کروں یا نہیں۔ میرے نزدیک تو کوشش کرنی مناسب ہے۔ کیونکہ بصورت کامیابی پانچ ماہ کے زیادہ قیام میں۔ قانون کے ایک

ایسی ڈگری آجاوے گی۔ جو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اگر بالفرض
میں پھر یہاں آکر یہ ڈگری حاصل کرنی چاہوں۔ تو مجھے تین سال پھر یہاں رہنا پڑیگا
اسوقت چار یا پانچ ماہ میں یہ مرحلہ بھی ساتھ ساتھ طے ہوجاوے گا۔ اور قانونی امتحانات
بیرسٹری کے بھی ہوجاویں گے۔ یہ امر تو ضروری ہے کہ اگر موافقات مالی و خانگی نہوئی تو
میں ایک دفعہ پھر یہاں آکر جو مضمون اقتصادیات سیکھ رہا تھا اوسمیں ضرور ڈگری لونگا
اور اگر آپ کی رائے میں مجھے یہاں مطلق زیادہ نہیں ٹھیرنا چاہیئے تو کم از کم ایک ٹرم تو مجھے
ڈگری لینے کے واسطے ضروری ہی ٹھیرنا ہوگا یعنی وہ ٹرم جو کیمبرج چھوڑنے کے زمانہ میں
پوری نہیں ہوسکتی تھی اوس کے بدلہ کی ایک ٹرم ضرور رکھنی پڑے گی۔ مفصل کیفیت
نتیجہ شائع ہونے کے بعد گوش گزار کرونگا۔

(۲۵) گزشتہ ہفتہ کو بتاریخ ۱۳ ماہ حال میرے امتحان کا نتیجہ شائع ہوا تھا۔ بذریعہ
تار کامیابی کی اطلاع خدمت اقدس میں پہنچ گئی ہوگی۔ بہت سے ضروری امور جو میں
اس امتحان کا نتیجہ نکلنے سے قبل عرض کرنا قبل از وقت خیال کرتا تھا۔ اب گوش گزار کرنے
چاہتا ہوں۔

(۱) سب سے اول یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی دعا سے اس امتحان میں میں پانچ
مدارج کامیابی میں سے دوسرے درجہ پر پاس ہوا۔ پہلے نصف حصہ میں میں اول
درجہ میں (مسلمات نمبر ۱) پاس ہوا تھا لیکن دوسرے نصف حصہ میں چند پرچے
خراب ہوگئے تھے۔ لہذا دوسرے ہی درجہ میں رہا میرے ممتحنوں میں سے ایک صاحب
کہتے تھے کہ وہ میرے پرچوں سے نہایت خوش ہوئے۔ عربی کے ممتحن نے یہ الفاظ فرمائے
"اگر تم اس سے بہتر کامیابی حاصل کرتے تو بالکل معجزہ ہی ہوجاتا۔ میرے خیال میں
تم نے اپنے قلیل وقت کو بہت ہی اچھی طرح صرف کیا ہوگا۔ جو تم ایسے اچھے پاس ہوئے
غالباً جب آپ ان سے سارٹیفکیٹ حاصل کریں گا تو یہ لوگ اپنی رائے میں اپنی الفاظ کا

اعادہ کریں گے۔

عربی۔ فارسی کی دقتوں کو تو آپ بندہ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر تعطیلوں کو علیحدہ کر دیا جائے تو مجھے صرف ۵ ۱/۲ مہینے تیاری امتحان کے واسطے ملے۔ اس وقت میں مجھے (۱۵۰۰ صفحہ تاریخ ادب ایران و عرب کی انگریزی زبان میں یاد کرنی پڑی۔ اور عربی کی خاصی مشکل کتابیں تیار کرنی پڑیں۔ جن میں:-

قرآن شریف۔ تفسیر بیضاوی۔ سبع معلقات۔ ابن قتیبہ کی کتاب الشعراء وغیرہ شامل ہیں۔ کل تقریباً ایک ہزار سے زائد عربی تھی۔ تمام کتابیں (تقریباً ۵۰۰ صفحہ) مجھے تیار کرنے پڑے۔ گو مشکل چنداں نہ سہی لیکن وقت تو درکار ہوتا ہی ہے۔ اور سوالات اس قسم کے آتے ہیں کہ جس وقت تک آپ نے کتاب نہ دیکھی ہو آپ حل نہیں کر سکتے مثلاً یہ سوال کہ "دبستان مذاہب میں صوفیہ کے کتنے طبقہ قرار دیئے گئے ہیں۔ تصوف کیا چیز ہے۔ اور مختلف مذاہب صوفیہ کس کس فرق پر مبنی ہے۔ یا مثلاً "مصنف شاہنامہ نے کن کن ذرائع سے اپنی معلومات حاصل کی تھی جو اس نے شاہنامہ میں نظم کی ہے" وغیرہ میں مطلق کسی امر میں مبالغہ نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو علم میں نے اس قلیل وقت میں کیا وہ سہل ہرگز نہ تھا۔ میرا ٹائم ٹیبل تو غالباً آپ نے لغو ہی خیال فرمایا ہوگا۔ لیکن الحمد للہ کہ نتیجے نے میری شرم رکھ لی۔ ورنہ میں جانتا تھا کہ اگر خدانخواستہ فیل ہوگیا تو میرے پاس کوئی ذریعہ آپ کو یہ امر باور کرانے کا نہ ہوگا کہ میں نے سخت محنت کے ساتھ کام کیا۔ مثلاً اس سے قبل علم اقتصاد میں میں نے جو کچھ کیا وہ آپ کو کس طرح یقین آ سکتا ہے۔ اگر میں امتحان میں شریک ہونے تک مہلت پاتا تب نتیجہ سے ظاہر ہوتا کہ میں نے کچھ کیا تھا یا نہیں۔ قانون کے نتائج سے تو غالباً آپ یہی تصور فرماتے ہوں گے کہ میں انگلستان میں بے کار ہی ہو گیا ہوں۔ اور اس خیال سے مجھے بھی رنج ہوتا تھا کہ آپ کا یہ خیال گو واقعی نہ سہی لیکن ضرور میرے واسطے باعث افسوس ہوگا

لیکن بیرسٹری کے واسطے مجھ سے کام بھی نہیں ہو سکتا۔ کتاب لیکر بیٹھتا ہوں۔ اور خیال کہیں کا کہیں چلا جاتا ہے سترھویں نہیں جم سکتی۔ کیونکہ بیرسٹری سے مجھ کو دلی نفرت ہے بہرصورت اگر آپ (B.A.) کی اجازت دیں تو (B.A.) کے شوق میں یہہ بھی سب کچھ ہو جاوے گا۔ اور صرف چار پانچ مہینے۔ زیادہ قیام رہے گا۔

اگر میں باوجود کوشش کے اس دفعہ فیل ہو جاتا۔ تو میں نے مصمم قصد کر لیا تھا کہ واپس ہندوستان نہیں جاؤں گا۔ یہیں کہیں چھوٹی سی نوکری کر لیتا۔ خود کچھ بھی کرتا لیکن آپکو کبھی صورت نہ دکھاتا۔ کیونکہ میرے پاس کوئی ثبوت اس امر کا نہ تھا کہ میں بے کار نہیں رہا۔ آپکی ناراضی جہاں تک میں خیال کرتا ہوں اس خیال پر مبنی ہے کہ میں بعض امور میں غیر مناسب طور پر خودرائی کو کام میں لاتا ہوں جو واقعات ہیں وہ میں بلا آمیزش جھوٹ و مبالغہ عرض کے دیتا ہوں۔ اور جس حد تک میری غفلت ہے اوس حد تک اپنے قصور کی معافی مانگتا ہوں۔ آیندہ آپ کے فیصلہ اور آپ کی رائے پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) قانون سے مجھے نفرت ہے۔ اسوجہ سے نہیں کہ میں قانون سمجھ نہیں سکتا بلکہ اسوجہ سے کہ جھوٹ دھوکہ دہی فریب وغیرہ کو جو وکالت کا جوہر ہے برا جانتا ہوں اور بیرسٹری کے امتحانات کو کوئی علمی ڈگری جسکی مجھے حرص ہے۔ نہیں سمجھتا اگر میں یہاں سے صرف بیرسٹر ہو کر جاتا تو دنیا میں اپنے سے زیادہ ذلیل کسی کو نہ سمجھتا الحمدللہ کہ اب ایم۔ اے تو بلا کسی مزید وقت کے چار سال بعد خود بخود ہو جاؤں گا۔ ہاں اگر آپنے اجازت دی (جو خدا کرے آپ دیدیں) تو (B.Sc.) ہونے کی بھی امید رکھتا ہوں۔ اور اگر خدا کو منظور ہوا تو پھر ایک دفعہ اکنامکس میں یعنی اقتصاد میں بھی ڈگری لونگا۔ مجھے نہیں معلوم آپ میرے اس شوق کو پسند فرماتے ہیں یا نہیں۔

(۱۱) میرے ہونہار طالب علم اور میل ملاقات ہونہیں ایک وقت میں اچھی طرح
سے نہیں ہو سکتے مجھے اس امر کا نہایت رنج ہے کہ میں (Mr. Campbell)
سے نہیں ملا۔ جسکو غالباً آپنے نہایت ناپسند فرمایا ہوگا۔ واقعی وجوہ ذیل میں
عرض کروں گا۔ گو یہ تو مجھے یقین ہے کہ نتیجہ تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ شاید کچھ غیر مفید
ہی اثر ہوتا۔ لیکن ایک بہت بڑی بات یہ ہوجاتی۔ کہ آپکو یہ خیال نہ ہوتا کہ میں نے
حکم عدولی کی۔ اسمیں فی الواقع میرا قصور ہے۔ اور اسکی میں معافی مانگتا ہوں۔ علاوہ
ازیں وہ گھڑی وغیرہ کے معاملہ کی تفتیش میں کوئی بڑا نتیجہ میری کوشش سے نہیں
پیدا ہوا۔ ممکن ہے آپ نے وہ امر میری لاپروائی پر محمول کیا ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے
کہ میری جگہ اگر کوئی اور صاحب ہوتے تب بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔
غالباً جھوٹ بولکر آپ کو خوش کر دیتے۔ لیکن لندن میں ایک طوفان بے تمیزی ہے
وہاں کسی کا پتہ لگانا پولیس کے سوائے معمولی انگریز کے بھی بس کا کام نہیں ہے میں
اوس پتہ پر ہو گیا۔ پولیس سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ اس نام کی کوئی کمپنی وہاں کبھی
نہیں تھی۔ ایک انگریز دوست سے مدد لی وہ بھی دو تین روز کے بعد بغیر کسی پتہ لگائے
کے واپس آگیا۔ اور کہا کوئی بدمعاش ہوگا۔ غالباً ایک اور میری کوتاہی یہ ہوئی کہ ضروریات
کی اطلاع ہر امر میں آپکو نہیں کرتا رہا۔ اسمیں فی الواقع کچھ حصہ سستی اور کاہلی کا بھی ہے
اور اس حد تک میں معافی مانگتا ہوں اب ایسا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی وجہ تھی کہ اتنی دور کے
فاصلہ سے جواب آتے آتے ڈیڑھ مہینہ کے قریب عرصہ لگتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا
لکھنا اور جواب کا انتظار کرنا مصیبت معلوم ہوتا ہے۔

مسٹر کیمبل سے کیوں ملاقات نہ ہو سکی؟

آپکا خط آنے کے بعد میں نے بہت عرصہ تک اونہیں اس غرض سے خط نہیں لکھا
تھا کہ میں یہاں کے آداب و قواعد سے واقف نہ تھا کسی بھلے مانس سے ملتے ہوئے

شرم آتی تھی لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ عذر باقی نہ رہا۔ جب اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء میں میں پہلی دفعہ
کیمبرج آیا تو میں نے اونہیں ایک خط لکھا تھا۔ اوس کے جواب میں اونہوں نے اوس
قسم کا ایک گونہ مہربانی آمیز خط بھیجا تھا جیسا اینگلو انڈین (یعنی وہ انگریز جو ہندوستان
میں حکومت کر آتے ہیں) اکثر لکھا کرتے ہیں یعنی "میں تمہارے اوپر مہربانی کروں گا
میں یہاں مصروف رہتا ہوں۔ تمہیں جب فرصت ہو تو مجھے پہلے سے لکھ بھیجنا۔
میں ملاقات کے واسطے وقت مقرر کروں گا وغیرہ" خط میرے پاس موجود ہے
میں پریشان رہا کہ اس کا جواب کیا دوں۔ کوئی معقول جواب سمجھ میں نہیں آیا کچھ دن
تک روز یہ سوچتا رہا کہ کل دونگا۔ اور اس ہی طرح ایک عرصہ ہوگیا۔ پھر یہ خیال ہوا
کہ اب بہت دیر ہوگئی ہے۔ اس ہی طرح بہت زیادہ عرصہ ہوگیا۔ اور اسوقت
تک میں نے اونہیں دوسرا خط نہیں لکھا۔ میرا واقعی قصور ہے۔ لیکن وجہ یہی ہے
جو میں نے عرض کی جہاں تک میں جانتا ہوں انگریز دو باتیں پسند کرتا ہے:
(۱) لیاقت اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ۔ (۲) یہ بات کہ یہ لیاقت اور ہمت میرے
فائدہ کے واسطے استعمال ہوگی۔ اس کے سوا دوستی اور رشتہ داری وغیرہ سب
لفظ ہی لفظ ہیں۔ کچھ تو مجھے اینگلو انڈین فرقہ سے ہی نفرت ہے اور کچھ میں یہ سمجھتا
رہا کہ میں ایک دفعہ تو اون کے پاس ہو آونگا۔ لیکن دوسری دفعہ نہ وہ مجھے بلاویں گے
نہ مجھ سے ملنا چاہیں گے۔ اگر آپ چاہیں تو پھر عذر معذرت کر کے سلسلہ خط و کتابت
شروع کردوں لیکن میری بیوقوفی کی وجہ (یا جو کچھ آپ چاہیں اسے کہیں) موقعہ اب
پہلے جتنا ہی نہیں رہا۔ اصلی واقعات یہ ہیں جو میں نے عرض کر دیئے۔ اور حضرات
سے بھی ابھی نہیں ملا ہوں۔ اس دفعہ آپ میرے کوتاہی و قصور کو معاف فرمایئے
آئندہ اطاعت میں گو وہ میرے نزدیک خلاف مصلحت ہے ہو تب بھی قصور نہ ہوگا
میں نے آپ کی حسب ہدایت بہت عرصہ تک آپ کی خدمت میں ہر ہفتہ خط لکھا

لیکن آپ کی جانب سے ایک بھی والانامہ وصول نہیں ہوا اس وجہ سے پھر میری جانب سے بھی تاخیر ہونے لگی۔ اب انشاء اللہ اکثر عریضہ لکھتا رہوں گا۔

مجھے والانامہ کا انتظار رہے گا کیونکہ اگر ایل۔ ایل۔ بی کرنا قرار پایا تو مجھے ایک ایک دن سے پورا پورا فائدہ اوٹھانا چاہیئے۔ اور حتی الوسع امتحان اچھی طرح پاس کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس صورت میں بیرسٹری خود بخود ہو جاویگی۔ اوسکے واسطے علیحدہ کام نہیں کرنا پڑے گا۔ مجھے کوچ ضرور رکھنا پڑے گا۔ تمام انگریز لڑکے بھی جو قانون پڑھتے ہیں تقریباً ۹۰ فیصدی کوچ رکھتے ہیں۔ کوچ کا کام یہ ہے کہ بے شمار کتابوں میں سے یہ بتائے کہ کیا کیا کتاب پڑھی جائے۔ اور کس کس کتاب کا کون کون سا حصہ زیادہ ضروری ہے۔ اور کون کونسا حصہ غیر ضروری ہے نیز جواب لکھنے کا طریقہ بتانا اوسکا کام ہے۔

(۲۶) کیمبرج میں تعطیل شروع ہو گئی ہے اور میں پرسوں سے بارگی ٹرم کھانے کی غرض سے لندن آگیا ہوں۔ بوجہ خرچ کافی نہ ہونے کے فرانس و جرمنی کی سیر کے واسطے نہیں جا سکتا۔ اور بوجہ جناب کی اجازت وصول ہونے کے ایل۔ ایل۔ بی کی پڑھائی ابھی تک شروع نہیں کی ہے۔ لیکن چونکہ ایل۔ ایل۔ بی کے دوسرے حصہ اور بیرسٹری کے بقیہ امتحانات کے واسطے ایک ہی مضامین تیار کرنے ہیں۔ دو چار روز میں کتابیں خرید کر پڑھائی کا کام شروع کروں گا۔ میرے پاس کتابیں بہت جمع ہو گئی ہیں اور خرچ آنے کے بعد بہت سی کتابیں خریدنی چاہتا ہوں کیونکہ اکثر ہندوستان میں نہیں ملیں گی اور یہاں سے منگانے میں گران پڑینگی۔ غالباً عنقریب وہ کتابیں جو پڑھ چکا ہوں۔ اور یہاں اب انکی ضرورت نہیں ہے ہندوستان روانہ کرونگا۔ تاکہ بوقت روانگی میرے ہمراہ زیادہ بوجھ باقی نہ رہے۔ اور اس عریضہ کی رسید سے قبل اپنے منشاء سے ایماء کرنے کے واسطے تحریر روانہ فرما چکے ہوں گے۔

یہاں کے تمام امتحانات میں ڈاکٹر سراج الحسن بھی تھرڈ ہی کلاس میں پاس ہوئے تھے۔ اور مولوی نظام الدین حسن کے فرزند ناظر الدین حسن چار سال آٹھ ماہ سے یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس دفعہ وہ ایل۔ ایل بی کے امتحانات میں گئے تھے۔ افسوس کہ کامیاب نہیں ہوئے۔ ایک سال اور قیام کرنے کا قصد ہے اگر میں ایل۔ ایل۔ بی میں گیا تو وہ میرے ہمراہ پھر دوبارہ شریک امتحان ہوں گے۔ اون کے ہمراہ ایک نوکر بھی ہندوستان سے آیا ہے۔ وہ بھی اتنے ہی عرصہ سے ان کی خدمت میں ہے۔ سرور جنگ بہادر کے چھوٹے صاحبزادے مرزا عباس بیگ ایک دفعہ یہاں کے داخلہ کے امتحان میں ناکام ہوچکے ہیں۔ اس دفعہ پھر شریک ہونے والے تھے۔ سول سروس کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔ اسوقت تک نیک چلنی اور محنت سے کام کر رہے ہیں مسٹر محمود کے فرزند اور سر سید احمد خان کے پوتے مسٹر راس مسعود بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں کچھ معلوم نہیں کیا کر رہے ہیں لیکن اسوقت تک انھوں نے کوئی امتحان غالباً نہیں دیا۔

(۲۷) اب وقت اس قدر باقی نہیں کہ میں ممالک بیرون کی سیر کروں کیونکہ بار کے دو امتحانوں کے واسطے نام روانہ کرچکا ہوں جو ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شروع ہوں گے لیکن کوئی والا نامہ وصول نہ ہونے کی وجہ سے مجھے یہ نہیں معلوم ہوا کہ مجھے ایل۔ ایل۔ بی کے امتحان کے واسطے مہلت دی جاویگی۔ یا نہیں۔ بہر صورت میں وہ کام کر رہا ہوں جو بار اور ایل۔ ایل۔ بی دونوں کے واسطے مفید ہے۔ اور بار کے امتحانات سے نجات حاصل کرنا میں نے پہلا مقصود قرار دے لیا ہے۔

اصل کیفیت یہ ہے کہ کیمبرج سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے واسطے مجھے ایک ٹرم یعنی اکتوبر ۱۹۰۸ء سے دسمبر ۱۹۰۸ء تک کیمبرج میں قیام کرنا پڑیگا خواہ میں وہاں کچھ پڑھوں یا نہ پڑھوں۔ اور کیمبرج میں قیام کرنے کے یہ معنی ہیں کہ

مجھے تمام کالج وغیرہ کی فیس تقریباً [illegible] پونڈ یعنی [illegible] روپیہ کے قریب علاوہ مصارف
مکان وکھانے کے ادا کرنے پڑینگے۔ اور ڈگری کے خاص مصارف علیحدہ دینے پڑینگے۔
جسکی تفصیل مجھے معلوم نہیں۔ میں سابق میں تفصیل گزارش کرچکا ہوں کہ ڈگری حاصل
کرنے کے واسطے اصل میں تین سال کیمبرج میں ٹھیرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ہر سال میں
پڑھائی کے تین ٹرم ہوتے ہیں۔ اور نو ٹرم کا خیال لازمی ہے مجھے پنجاب کی ڈگری
کی وجہ سے تین ٹرم معاف ہوگئے تھے یعنی صرف چھ ٹرم پورے کرنے تھے اور چونکہ
میں اکتوبر ۱۹۰۶ء میں شریک یونیورسٹی ہوا تھا۔ لہذا جولائی ۱۹۰۸ء میں مجھے بشرط
کامیابی ڈگری لینے کا استحقاق ہوجاتا۔ لیکن اس عرصہ میں چونکہ میں کیمبرج سے
چلا آیا تھا ایک ٹرم ضائع ہوگئی۔ اور دوبارہ شریک ہونے کے وقت مجھے یہ دقت
پیش آئی تھی۔ کہ مجھے ثابت کرنا پڑا تھا کہ ناگزیر اور غیر اختیاری ضرورت کیوجہ
سے میں کیمبرج چھوڑنے پر مجبور ہوا تھا۔ اور اسوقت یہ امید نہ تھی کہ میں پھر واپس
آکر شریک ہونگا۔ اب جسوقت تک میں ایک ٹرم اور ختم نہ کرلوں اور چھ ٹرم پورے
کرنے کی شرط نہ پوری کروں مجھے ڈگری نہیں ملیگی اور ڈگری ملنے کے یہ معنی ہیں کہ مجھے
کیمبرج کے (Senate Hall) میں کیمبرج یونیورسٹی (Chancellor) بی۔اے
کا سارٹیفکٹ دیں گے اور اسوقت سے میں اپنے نام کے آگے (B.A. Cantab)
لکھنے۔ کیمبرج کے (graduate) کا گون پہننے کا مجاز ہونگا۔ پڑھائی اور امتحان
کی کوئی مزید شرط باقی نہیں۔ صرف ایک ٹرم جو ضائع ہوچکی ہے اسکی تکمیل ضروری ہے
اور اگر ایل۔ ایل۔ بی کیا تو اس کے بعد دو ٹرم اور ٹھیرکر جون ۱۹۱۰ء میں شریک امتحان
ہوسکونگا۔ گو کام اس ہی نیت سے کر رہا ہوں۔ لیکن آپکی بلا اجازت میں ضرورت سے زیادہ
کیمبرج میں نہیں ٹھیرونگا۔ اخبار سے مولوی فضل حسین صاحب کے انتقال کی خبر دریافت
ہوئی۔ بہت افسوس ہوا۔ نہیں معلوم ان کے فرزند کیا کرتے ہیں۔ اگر میں نے اکتوبر میں یہ

یہ دونوں امتحان پاس کر لئے۔ اور امید کرتا ہوں کہ پاس کر لوں گا۔ تو پھر دسمبر میں آخری
امتحان کی تیاری کروں گا۔ اور دسمبر ہی میں بار کے ٹرم پورے ہو جاویں گے۔ میں نے
کیمبرج میں جو عربی فارسی کا امتحان پاس کیا۔ اسکی نسبت میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی عمدہ
فائدہ کا بہت بڑا کام ہے لیکن یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسوقت تک جس قدر
ہندوستانیوں نے کیمبرج سے عربی فارسی کا امتحان پاس کیا ہے کسی نے تھرڈ کلاس
سے زیادہ نہیں حاصل کیا۔ میں نے پہلی دفعہ سکنڈ کلاس حاصل کیا ہے اور اگر میں
دو سال کے بعد یہ امتحان دیتا تو یقیناً فرسٹ ہی کلاس لیتا۔ لیکن اگر ایسی ناچارگی
کی حالت نہ ہوتی اور وقت اتنا قلیل نہ رہ گیا ہوتا تو میں کبھی اپنے پہلے مضمون کو نہ چھوڑتا
اور اسمیں میں جولائی ۱۹۰۹ء میں یہ درجہ طے کرتا۔ جو عربی فارسی میں گذشتہ جولائی
میں طے ہو گیا۔

اور مجھے اسوقت ٹھیرنے کا یقین نہ تھا۔ لیکن پھر بھی صرف بی اے کی ہی
ڈگری ملتی۔ بہرصورت اگر میں نے آیندہ اکتوبر میں دو امتحان بار کے پاس کر لیے جسکی امید
کرنی میں بیجا نہیں سمجھتا۔ تو بوجھ بہت ہلکا ہو جاوے گا۔ میں نہیں بیان کر سکتا کہ
بلا مرضی امتحان کی تیاری کرنا۔ یعنی ایسا کام کرنا جو آپ برا سمجھتے ہوں کس قدر تکلیف دہ
اور ناگوار ہوتا ہے۔ کم از کم مجھے تو ناقابل بیان تکلیف ہوتی ہے۔ اور نتیجہ قابل اطمینان
مرتب نہیں ہوتا۔

(۲۸) میں حتی الوسع اس امر کی کوشش کرتا ہوں کہ اپنی واپسی کے زمانہ سے
قبل بیرسٹری کی سند حاصل کر کے آپکی خدمت میں بھیجوں۔ جون ۱۹۰۹ء کے بعد
قیام کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہے گی۔ آپ دعا فرمائیے کہ میں ایل۔ ایل۔ بی میں
کامیاب ہو جاؤں میں نے کام تو بعد ختم امتحان ہی شروع کر دیا تھا اب پوری کوشش
شروع کر دی ہے۔ اگر اکتوبر میں ان دو امتحانات میں کامیاب ہو گیا۔ تو بیرسٹری کا تتمہ

صرف ایک ہی امتحان اور رہ جاویگا۔ وہ گو سابق کے تمام امتحانوں سے دشوار ہوگا۔ لیکن
ایل۔ایل بی سے کہیں سہل ہوگا آج کل میں ([illegible]) دیکھ
رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ اسپر طبیعت لگنی شروع ہو گئی ہے۔ اور کتاب مقررہ امتحان کی ص۱۵
سے ص۳۰ صفحہ تک تیار کرلیتا ہوں۔ ۱۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء تک بارہ سو کے قریب
صفحہ جات تیار کرتے ہیں امید ہے کہ کرلونگا اور یہ امید کرنی کہ دونوں امتحانوں میں
کامیاب ہو جاؤں گا۔ کچھ بیجا نہیں معلوم ہوتے۔ بہرصورت نتیجہ کے بعد یقینی طور پر
معلوم ہوگا۔ مجھے یہاں آنے سے ایک بہت بڑا فائدہ جو بصورت تصنیف و تالیف
ذریعہ اکتساب زر بھی ہوتا ہے یہ ہوا کہ انگریزوں کی معاشرت اوس کے اصول اور یہ
بات کہ دنیوی و دینی مختلف چیزوں کو یہ لوگ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وغیرہ امور مجھے
کا موقعہ ملا۔ میں نے اپنی اوقات کو ضائع نہیں کیا۔ جس کا ممکن ہے کہ آپ کو اندیشہ ہو
اور اسوقت تک شراب سے قطعی پرہیز رکھا ہے۔ کچھ گناہ کے خیال سے اور کچھ سید محمود
وغیرہ احباب کے نظائر سے عبرت حاصل کرکے۔ بارہا موقعوں پر جام صحت میں شراب نہ
پینا گو ناپسندیدگی سے بھی دیکھا گیا لیکن میں نے پرواہ نہیں کی۔ اور انشاء اللہ ایسا
ہی اخیر تک کروں گا۔ بیشک آپکا ارشاد بجا ہے کہ بہتر یہ ہوتا کہ میں دسمبر سنہ ۸ء ہی
میں واپس ہو جاتا۔ لیکن ایل۔ ایل بی ہونا تو اسوقت تک کسی طرح ممکن نہ تھا۔ اس
عربی کے امتحان سے گویا سابق کی غلطیاں و حرج قواعد کی رو سے تو سب برابر ہو گئے۔
یعنی اگر میں نے یہاں پہنچتے ہی کیمبرج میں قانون شروع کر دیا ہوتا تب بھی اسوقت تک
اسی مرتبہ تک طے کر چکا ہوتا اور ایل۔ ایل۔ بی کے واسطے جون سنہ ۱۹۰۹ء ہی میں
جانے کی اجازت ملتی۔ اسمیں قطعاً کوئی شک نہیں کہ میرا یہاں زیادہ رہنا ہر لحاظ سے خلاف
مصلحت ہے لیکن یہ بات میرے لئے موجب ترغیب ہوئی کہ اسوقت دو چار ماہ میں
ایک دوسری سند ڈگری (بشرط کامیابی) ہاتھ آنی ممکن ہو۔ اور اس کے بعد اگر چاہوں

تو مزید تین سال میں ممکن ہوگی۔ ناظر الدین حسن فرزند مولوی نظام الدین حسن صاحب سابق جج ہائی کورٹ حیدرآباد ۱۹۰۷ء سے یہاں ہیں۔ گزشتہ جون میں ایل۔ ایل۔ بی میں بیچارے ناکام رہے۔ اور بیرسٹری کی آخری امتحان میں بھی کامیاب نہوئے۔ لہذا اب ایکسال اور ٹھیریں گے۔ اور میرے ہمراہ واپس ہوں گے۔

(۲۹) میں بدستور ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کر رہا ہوں۔ اور ساتھ ساتھ بقیہ امتحان بیرسٹری کی۔ ۱۶ ر مارچ کو بیرسٹری کے ایک امتحان میں شریک ہوں گا۔ پھر آخری امتحان باقی رہ جائے گا۔ ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان ۳ ر جون ۱۹۰۹ء کو شروع ہوگا لیکن ہر چند کوشش کر رہا ہوں۔ کچھ تیاری قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتی۔ آپ خدا سے دعا فرمائیے

(۳۰) میں حتی الوسع سخت کوشش کر رہا ہوں۔ کہ اس دفعہ آخری امتحان بیرسٹری میں کامیاب ہو جاؤں۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ امید تو ہے کہ پاس ہو جاؤں گا لیکن قطعی طور پر نتیجہ سے معلوم ہوگا۔

اگر وہاں کسی خدمت پر آپ کی درخواست کے جواب میں میرا تقرر ہو جاوے تو جیسا آپ مناسب خیال فرماویں گے ویسا عمل کیا جاویگا۔ میری خواہش تو بہت ہے کہ ایل۔ ایل۔ بی جون میں پاس کر لوں۔ کیونکہ یہ ایک معتدی ڈگری ہے اور مجھے محکمہ تعلیمات کے واسطے مستحق کر دیگی۔ لیکن میں قطعی طور پر بیرسٹری پاس ہونے کے بعد عرض کروں گا میں امتحانات سے اب بالکل تھک گیا ہوں۔ اور آپ لوگوں سے ملنے کو بھی بہت دل چاہتا ہے۔ بہر صورت بیرسٹری ختم ہونے کے بعد میں آپکو تار دونگا۔ اور اگر اسوقت بہت ہوئی تو لکھونگا اور آپ کے جواب کے مطابق عمل کرونگا۔

(۳۱) امتحان آئندہ ہفتہ سے شروع ہوتا ہے۔ دیکھئے جو کچھ نتیجہ ہو۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کیمبرج جا کر پھر قسمت آزمائی کروں۔ کالج سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے پاس ہونے کی بہت قوی امید کرنی چاہیئے۔ میں آئندہ ڈاک سے خطوط

روانہ کروں گا۔ تاکہ آپ ملاحظہ فرمالیں۔

زیادہ تر مجھے اس فائینل امتحان کا فکر ہے۔ مجھے امید کامیابی (۵۰) سے زیادہ نہیں ہے۔ پرچہ لکھنے کے بعد باقی عرض کروں گا۔

(۳۲) مجھے ناظر الدین حسن فرزند نظام الدین حسن صاحب سابق جج حیدرآباد کی زبانی دریافت ہوا تھا کہ اون کے چچا اونہیں دو تین خطوں میں لکھ چکے ہیں۔ کہ بہت عرصہ سے میرا کوئی خط آپکی خدمت میں نہیں پہنچا۔ اس خبر سے مجھے بھی پریشانی ہوئی۔ لہذا میں نے ایک تار فوراً آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جو وصول ہوا ہوگا۔ میرا امتحان ختم ہوگیا لیکن اس دفعہ ایک پرچہ میرا بہت خراب ہوگیا ہے۔ کامیابی کی امید کم ہے۔ یہاں کیمبرج میں پھر شریک ہوگیا ہوں۔ آپ کا والا نامہ وصول ہونے پر میں نے یہاں کے پروفیسر سے رائے لی تھی۔ انھوں نے کہا کہ کامیابی کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔ اون کا خط آیندہ ڈاک سے روانہ کردوں گا۔ اگر اس دفعہ بیرسٹری کے فائینل امتحان میں پاس نہوا تو دسمبر ۱۹۰۹ء میں پھر شریک ہوں گا۔ امتحان ۵ اور ۱۶ دسمبر سنہ ال کو ہوگا۔ کیمبرج کا امتحان جون ۱۹۱۰ء کے اوائل میں ہوگا۔ کامیابی کی قوی امید مجھے بھی ہے۔

بیرسٹری کے امتحان میں مجھے ایک پرچہ کے خراب ہوجانے کا بڑا افسوس ہے گو میں کچھ عرصہ تک علیل رہ چکا تھا۔ لیکن اس پرچہ کی خرابی علالت کیوجہ سے نہیں ہوئی۔ سوالات ایسے بے ربط اور غیر متوقع تھے کہ بہت لوگ شاکی ہیں۔ میرا پاس ہوجانا گزشتہ امتحان میں ممکن ہے۔ لیکن زیادہ امید کامیابی کی نہیں ہے۔ غالباً پاس نہیں ہونگا۔ اگر فیل ہوا تو دسمبر میں پھر شریک ہونا پڑے گا۔

(۳۳) میں حسب وعدہ اپنے کو پچ خط مع ترجمہ کے روانہ کرتا ہوں۔ کالج کے (Tutor) (یعنی نگران کار) نے بھی مجھے شریک امتحان ہوکر ایل۔ ایل۔ بی حاصل کرنے کا

مشورہ دیا تھا۔

میں نے جس خط میں اپنے کیمبرج آکر قانون پڑھنے کے واسطے اپنی کورج سے مشورہ کیا تھا۔ اوس کے جواب کا ترجمہ یہ ہے:-

"تمہاری مدد کے واسطے جو کچھ میں کرسکتا ہوں۔ اوس کے کرنے میں مجھے نہایت مسرت ہوگی"

ابتدائے تعلیم سے قبل جبکہ میں کیمبرج میں تھا تو مسٹر ایڈورڈس (Edwards) یہ (St. Peter's) میں (Tutor) یعنی نگران تعلیم ہیں) سے تمہارے متعلق گفتگو کررہا تھا۔ تمہاری قابلیت کی نسبت اونکی رائے بھی ایسی ہی اعلیٰ درجہ کی ہے کہ جیسی میری ہے۔ مجھے دل سے یقین ہے کہ تم قانون کا امتحان ٹرائپوس (Tripos) (یہاں آنرز کے امتحان کو (Tripos) کہتے ہیں اور اسکا مختصر (Tri) ہے) پاس کرنے کی قابلیت رکھتے ہو اور اس میں اچھا درجہ حاصل کرنے کی قابلیت رکھتے ہو۔ لیکن باایں ہمہ میرے نزدیک تمہیں پورے طور پر (۱) غور کرنا چاہیئے قبل اسکے کہ تم قطعی طور پر ڈگری حاصل کرنے کے واسطے فیصلہ کرلو (۱) اس امر پر کہ کس نیت سے تم کام کرتے ہو۔ اگر تمہاری نگاہ میں قانون ایسی ہی مکروہ چیز ہو جیسا تم اوسے سال گذشتہ خیال کرتے تھے۔ تب میرے نزدیک تمہارا یہاں آنا خلاف مصلحت ہوگا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ تعلیم تمہاری عقل کی تعلیم کی ایک اچھی تکمیل ہوگی۔ اگر تم قانون کی نسبت اپنی ناپسندیدگی پر غالب آسکے تو گو مجھے تمہارے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ کیونکہ قانون ان لوگوں کو جن کا مزاج علم و صنعت پسند ہوتا ہے آفت معلوم ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بغور اپنے کیمبرج آنے کے میرے مکان پر (St. Mary's Passage) آؤ تاکہ میں تم سے مفصل گفتگو کرسکوں۔

(۲۴) میں دن رات امتحان کی تیاری میں مصروف ہوں۔ میں نے [illegible] نفس

کو یہاں کے ایک پروفیسر (Dr Walker) کو دکھایا۔ اوس میں مترجم صاحب نے اپنی طرف سے کچھ زیادتیاں کردی ہیں۔ اور اکثر مقامات پر مطلب خبط ہو گیا ہے۔ بالاخر جس وقت سے میں سمجھنا چاہتا تھا وہی پیش آئی یعنی اصلی اردو کے چار پانچ صفحوں کا ترجمہ مجھسے سننے کے بعد (Dr Walker) نے کہا کہ تم لفظی ترجمہ اصلی کتاب کا کرو۔ پھر میں اوسے صحیح کردونگا۔ اس ترجمہ میں غلطیوں کے علاوہ مترجم کی جانب سے ایسی زیادتیاں ہوئی ہیں کہ بیشتر مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ میں دسمبر کی تعطیل میں اسکا ترجمہ کرکے اور صحیح کرا کے روانہ کردونگا۔ یہاں اگر آپ فرمادیں تو اپنے صرف سے چھپوادیا جاوے۔ کوئی (Publisher) اسوجہ سے نہیں چھاپتا کہ اوسے نفع کی امید نہیں۔

میں نے اخبار میں دیکھا تھا کہ مولوی عزیز مرزا۔ ظفر علی خان۔ عبدالحلیم شرر اور ایک صاحب حیدرآباد سے معزول کر دیئے گئے۔ وجہ کوئی نہیں معلوم ہوئی انہیں معلوم یہ خبر کہاں تک درست ہے۔

(۳۵) پرسوں نتیجہ امتحان شائع ہوا۔ اور میں بیرسٹری کے فائنل امتحان میں پاس ہو گیا۔ الحمدللہ کہ اس عذاب سے تو نجات ملی۔ اب صرف کیمبرج کا ایک امتحان باقی ہے۔ انشاء اللہ اوس میں بھی آپکی دعا سے کامیابی ہوگی۔ میں ہمہ تن مصروف ہوں علیحدہ لفافہ میں یہاں کے اخبار موسومہ (Times) کا وہ حصہ جس میں میرا نام شائع ہوا ہے۔ ارسال خدمت کرتا ہوں۔

(۳۶) پرسوں میں ۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء کو کال ہو چکا ہوں۔ سر اکال سر روبرٹ فینلے (Sir Robert Finlay) نے جو آئندہ لارڈ چانسلر ہونیوالے ہیں (Moot) ہو گیا تھا۔ اور کیمبرج سے میرے ٹیوٹر نے مجھے بہت اچھا سارٹیفکٹ دیا ہے۔ جسکا فوٹو آپ کی خدمت میں آئندہ ڈاک سے روانہ کرتا ہوں

اسوقت میں کال کے واسطے لندن آیا تھا۔آج واپس کیمبرج جاتا ہوں۔امتحان کی تیاری میں ہمہ تن مصروف ہوں۔تیاری کچھ اطمینان کے قابل نہیں معلوم ہوتی۔

(۳۷) میرا امتحان ختم ہوگیا ہے لیکن افسوس ہے کہ میں پاس ہونے کی امید نہیں کرسکتا۔دو پرچہ بہت خراب ہو گئے۔گو پاس ہونا ناممکن نہیں ہے لیکن اغلب یہ ہے کہ ناکامی ہی ہو۔بہرصورت ہفتہ بھر کے بعد نتیجہ دریافت ہوجاوے گا۔مجھے نہایت افسوس ہے۔لیکن میں نے جو کچھ کیا اوس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔واپسی کے متعلق نتیجہ دریافت ہونے کے بعد لکھونگا۔اگر پاس ہوگیا تو طوفان کے ایام نکل جانے کا انتظار چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ایم۔اے کے واسطے درخواست دی ہے جواب کا منتظر ہوں۔

(۳۸) افسوس کہ میں امتحان ایل۔ایل۔بی میں فیل ہوگیا۔یہ نہایت افسوس کی بات معلوم ہوتی ہے کہ دو۔سال کی محنت کے بعد بلا ڈگری حاصل کئے ہی چلا جاؤں۔پس یہ ذیل کی صورتیں ممکن ہیں۔ان میں سے جو کچھ آپ پسند فرماویں یا اون کے علاوہ جو کچھ آپکے نزدیک مناسب ہو اوس پر عمل کروں۔

(۱) یہاں اکتوبر تک تعطیل ہے میں فوراً ہندوستان روانہ ہوجاؤں۔اکتوبر تک وہاں جو کچھ آپ فرماویں وہ کروں۔اکتوبر میں واپس آکر جون میں ڈگری حاصل کروں۔مصارف آمد ورفت بمقابلہ یہاں قیام کرنے کے کم ہی ہوں گے۔اس عرصہ میں اگر ملازمت ملنی ممکن ہو تو ملازمت سے رخصت لیکر واپس آجاؤں۔

(۲) بیرسٹری کا سارٹیفکیٹ آپ کی خدمت میں وصول ہوچکا ہوگا۔آپ اوس کے ذریعہ سے ملازمت کی کوشش فرماویں میں یہاں عدالت میں بیرسٹری کا کام سیکھوں اگر ضرورت ہو تو واپس ہندوستان حسب طلب آپکے روانہ ہوسکتا ہوں۔ورنہ بعد امتحان

(۳) ہندوستان ہی میں تیاری امتحان ایل۔ایل۔بی کی کروں۔کیونکہ اب کیمبرج میں

رہنا میرے واسطے ضروری نہیں ہے۔ اور مئی میں انگلستان آکر امتحان میں شریک ہو جاؤں لیکن یہ امر ضروری ہے کہ ہندوستان میں کوچ کے مد و میسر نہ آنے کی وجہ اور نیز دیگر امور خانہ داری کی پریشانیوں کی وجہ سے کام میں خلل واقع ہو گا۔ بہر صورت جو کچھ آپ کا ارشاد ہو اوس پر عمل کروں۔

(۳۹) میں اپنے سارٹیفکٹ وغیرہ آپکی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔ میری روانگی اواخر اکتوبر سے قبل مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ ممکن ہے کہ اکتوبر کے ٹرم میں مجھے۔ ایم اے۔ کی ڈگری حاصل ہو جاوے۔ قاعدہ یہ ہے کہ (Maatr culatoin) کی تاریخ سے ۶ سال کے بعد ایم۔ اے کی ڈگری ملتی ہے۔ میرا (Mat[illegible]) سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوا لیکن خاص رعایت کی صورت میں کم سے کم گیارہ ٹرم پورے ہو چکنے لازمی ہیں۔ گزشتہ جون میں میں نے گیارہ ٹرم پورے کر لئے لیکن امتحان کا نتیجہ بدقسمتی سے ایسا خراب ہو گیا۔ کہ اوس نے رعایت کا مستحق نہ رکھا۔ میں نے اب پھر اکتوبر کے واسطے درخواست کی ہے۔ ممکن ہے منظور ہو جاوے۔ ممکن ہے نہ منظور ہو۔ بہر صورت غالباً آئندہ ہفتہ میں مجھے جواب وصول ہو جاوے گا۔

میں اس عرصہ میں برابر قانون کا کام کرتا رہا ہوں۔ کیمبرج سے واپس آتے ہی میں نے یہاں کی عدالتوں میں جانا شروع کر دیا ہے۔ اوس سے تھوڑا بہت تجربہ قانون کا حاصل کر لیا ہے۔

آپکی رائے اور مصلحت ہر حال میں مقدم ہے۔ لیکن مجھے نہایت شرم آتی ہے کہ ناظر الدین حسن فرزند نظام الدین حسن جو بیچارے ایک دفعہ ایل۔ ایل۔ بی میں۔ اور ایک دفعہ ایل۔ ایل ڈی میں فیل ہو چکے ہیں۔ وہ بالآخر۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پاس کر کے جاویں اور میں یونہی واپس ہوں۔ میری محنت کی کیفیت آپکو خط منسلکہ سے دریافت ہو گی کالج میں سب کی رائے میری نسبت اچھی ہے۔ اور امید ہے کہ کالج میں تعطیل ختم ہونے کے بعد

مجھے ابھی سارٹیفکیٹ بھی مل جاویں گے۔ بہر صورت اگر کسی طرح آپ اس امر کو مناسب
سمجھیں تو میں یہاں لندن کے کسی بیرسٹر کے جونیر کی حیثیت سے لندن میں کام شروع
کردوں۔ اور ساتھ کیمبرج کی تیاری کرتا رہوں۔ آیندہ جون میں ایل۔ ایل۔ بی پاس کرلونگا
انشاء اللہ اور کام کا بھی فی الجملہ تجربہ ہو جاوے گا۔ ورنہ اکتوبر میں سارٹیفکٹ وغیرہ حاصل
کرکے روانہ ہو جاؤں گا۔ شروع اکتوبر سے سمندر کا تلاطم شروع ہو جاتا ہے تاہم
سمندر کا تلاطم کوئی ایسی خوفناک چیز نہیں ہے۔

(۴۰) مجھے کیمبرج سے اسوقت تک کوئی جواب نہیں ملا۔ غالباً ٹیوٹر اپنی تعطیلوں
سے واپس کیمبرج نہیں آئے۔ میں کل کیمبرج روانہ ہوتا ہوں۔ تاکہ وہاں سے ضروری
سارٹیفکٹ وغیرہ حاصل کروں۔ اور اپنی کتابیں وغیرہ ہندوستان روانہ کردوں
نیز ایم۔ اے کی ڈگری سے متعلق جواب حاصل کروں۔ مجھ کو ایل۔ ایل۔ بی۔ اور ایل
ایل۔ ڈی کرنے کے واسطے پھر ایکدفعہ ولایت آنا پڑے گا۔ کیونکہ اور لوگ جو یہاں سے
یہ ڈگریاں لے گئے ہیں۔ وہ اپنی نگاہ میں میری اتنی وقعت نہیں خیال کرینگے۔ تاوقتیکہ میں
بھی یہ ڈگریاں نہ لے لوں۔ یہاں میں نے ایل۔ ایل۔ ڈی کی یہ شرط کہ انگلستان میں کم از کم
پانچ سال قیام ہو۔ قریب قریب ختم کردی ہے۔ اس امر کی تحقیق کر رہا ہوں کہ یہ قیام
بالاتصال ہونا تو ضروری نہیں ہے۔ اور اگر بیچ میں وقفہ ہو تو اوس کا کچھ مضائقہ ہے یا
نہیں۔ اسوقت اگر آپ کی رائے فوری واپسی کی ہے تو میں حتی الوسع اکتوبر کے آخر میں
بصورت ایم۔ اے کی منظوری کے نومبر میں روانہ ہو جاتا ہوں۔

(۴۱) ایک عرصہ سے عریضہ لکھنے سے قاصر رہا۔ وجہ یہ تھی کہ مجھے کیمبرج سے اس
وقت تک ایم۔ اے کے متعلق کوئی قطعی جواب نہیں وصول ہوا۔ غالباً اونہیں یونیورسٹی
کی کمیٹی کے جلسہ سے قبل کوئی فیصلہ نہیں معلوم ہو سکتا ہوگا۔ میں خود کیمبرج گیا تھا۔
لیکن مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا گیا کہ تمہاری درخواست (افسران یونیورسٹی

کے جلسہ میں شریک کیجاوے گی۔ اور حتی الوسع جلد ان کے فیصلہ سے تمہیں مطلع کیا جائیگا لہذا میں خود نہیں جانتا کہ فیصلہ سینٹ کا کیا ہوگا۔ ۱۸۔ ماہ حال کو ایم اے کی ڈگری اگر میری درخواست منظور ہوگئی تو وصول ہو جاوے گی۔ ورنہ انکاری جواب اس سے قبل مل جاویگا۔ علاوہ ازیں ایک بیرسٹر کا سارٹیفکٹ تو آپکی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں دوسری کا سارٹیفکٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کیمبرج سے سارٹیفکٹ حاصل کرنے کے واسطے لکھ چکا ہوں۔ بعض وصول ہو گئی ہیں۔ بعض قریب تر آجاوینگی۔

(۴۲) میں یہاں سے ۶۔ جنوری یعنی آیندہ جمعہ کو روانہ ہوں گا۔ میرا جہاز ۲۰ جنوری کو بمبئی پہنچے گا۔ آپ اگر ممکن ہو تو نعمت اللہ خاں کو ۲۶۔ جنوری کو بمبئی روانہ فرماویں اور کچھ تھوڑا سا روپیہ ان کے ہمدست روانہ فرماویں۔ تاکہ میں چند تحفے بمبئی سے خرید سکوں۔ میں نے یہاں کپڑے اس غرض سے بنوا لیئے ہیں کہ ہندوستان میں ممکن نہیں کہ جدید فیشن کے عمدہ کپڑے بن سکیں۔

یہاں کے کتب فروشوں نے میری کتابیں بلا ادائے کرایہ آپ کی خدمت میں روانہ کردیں۔ مجھے اسکی اطلاع صرف اسوقت ہوئی ہے۔ جبکہ میرے پاس حساب کا بل آیا۔ مجھے نہایت افسوس ہے خرچ کی کمی کی وجہ سے میں نے براہ پیرس برلن کا قصد ملتوی کر دیا۔

جو خطوط مرحوم نے اپنے بعض اعزہ کو لکھے ہیں ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں :۔

(۱۹) نمبر (۱)۔ والا نامہ مورخہ ۲۸ نومبر سنہ رواں وصول ہوا۔ عزت بے اندازہ بخشی۔ اسمیں دو امر خصوصاً جواب طلب معلوم ہوتے ہیں :۔

(۱) ضرورت کس امر کی ہے۔

(۲) طریقہ حصول کیا اختیار کیا جاوے۔

میں ان کا تسلی بخش جواب دینے کے واسطے اسوقت تک بالکل تیار نہیں ہوں۔ میرے نزدیک یہ دو امور فیصلہ طلب نہ صرف میرے اور آپ کے خیال میں ہیں۔ بلکہ فی زمانہ ہر ایک

ذی فہم مسلمان۔ بلکہ ہر ایک ذی عقل ہندوستانی کی عقل و قوت اختراع کا امتحان کر رہے ہیں

میں اس عریضہ میں ان مسایل سے صرف اوس حد تک بحث کرونگا جہانتک

میرے اور میرے نو عمر عزیزوں کی ضرورتیں ان سے متعلق ہیں۔

میری ضرورت کے واسطے امور ضروری اقسام ذیل پر منقسم ہو سکتے ہیں۔

(الف) امور ضروری:۔

(۱) اخلاق۔ (۲) تعلیم۔ (۳) طریقہ اکتساب معاش۔

(۱) اخلاق:۔

لفظ اخلاق سے عموماً آداب اور کورنش اور تسلیمات کے وہ طریقے سمجھے جاتے ہیں جو ایک وقت میں علامت شرافت خیال کئے جاتے تھے۔ نیز اخلاق میں لحاظ و مروت اسدرجہ شامل ہے کہ جھوٹ بولنا۔ بہانہ کرنا۔ دہوکہ دینا وغیرہ تمام باتیں بدلحاظی کے مقابلہ میں قابل عذر خیال کئے جاتے ہیں۔ میرے اخلاق سے وہ مراد نہیں ہے جو سابق میں لیجاتی تھی۔ میرے نزدیک اخلاق کے معنی یہ ہیں۔ اول سچ بولنا ہر حالت میں۔ ہر موقعہ پر۔ ہر مشکل و خطرناک حالت میں۔ جس امر کی ضرورت محسوس ہو۔ یا جس امر کا عزم کرلیا ہو۔ اوسکو بغیر پورا کئے نہ چھوڑنا۔ خواہ اوسمیں تکلیف ہو۔ خواہ اوسمیں محنت و شفقت مصیبت کچھہ بھی پیش آوے۔ انتہا درجہ کے چستی اور محنت کو طبیعت ثانیہ بنانا۔ مزاج میں انکسار پیدا کرنا۔ اوس قسم کا مصنوعی انکسار نہیں جیسا ہم پرانی قسم کے بعض آدمیوں میں دیکھی ہیں۔ کہ دل میں اون کے انکسار ہرگز نہیں ہوتا۔ قدم قدم پرلوٹہیں یہ تمنا رہتی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ہماری عزت و تعظیم کریں اور منہ سے کہتے ہیں کہ "میں تو خاکسار ہوں۔" "میں تو ناچیز ہوں۔" وغیرہ۔ آپکو اس قسم کے ہزاروں آدمی ہندوستان میں مل سکتے ہیں۔ جو اپنے دل میں خدا کے بعد اپنا ہی درجہ سمجھتے ہیں لیکن زبان سے اپنی خاکساری و ناچیزی و ہیچمدانی کا اقرار موقعہ بے موقعہ

ہمیشہ کرتے ہیں۔ بلکہ سچا۔ واقعی انکسار۔ جو اپنے نفس کے صحیح اندازہ پر مبنی ہو جسے نہ تمام دنیا کی ثناخوانی ذرہ بھر کم کر سکے۔ نہ تمام عالم کی ملامت ذرہ بھر بڑھا سکے۔ اس مقام پر یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پرانی قسم کے آدمیوں کا تخمینہ ممکن ہے کہ یہ خیال پیدا کرے کہ میں متقدمین کو بہ نگاہ حقارت دیکھتا ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میرا دلی یقین ہے کہ ایک وقت میں مسلمان دنیا کے واسطے اخلاق حمیدہ کا نمونہ تھے۔ اور جسوقت تک ہم لوگوں کا اخلاق متزلزل ہوا اوسوقت تک ہماری فتوحات ہمارے علوم ہمارے فنون اور سب سے زیادہ ہمارے اخلاق اہل عالم کی اہل یورپ کی رہبری کرتے رہے۔ جسوقت سے اخلاق میں خرابی نیت میں فتور واقع ہوا۔ آپس میں جھگڑے لڑائیاں بڑھیں اوسی وقت سے شان وشوکت میں فرق پیدا ہوا۔ اور بالآخر سلطنت حکومت عزت سب کچھہ برباد ہو گیا۔ ان امور کے اسباب اندرونی و بیرونی میں بحث کرنا یہاں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ اور یہاں اخلاق کے اوس حالت سے بحث ہے جب آفتاب کمال غروب ہو چکا تھا۔ اور ہندوستان میں پرانی تہذیب کا نام ہی نام رہ گیا تھا لیکن میرا دلی یقین ہے کہ اخلاق اصلی کی خوبی وہ قوت ہے کہ جس کا اثر ہر انسان پر پڑتا ہے اور اسوقت خصوصاً اخلاق کے کمزوری نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو اقوام مہذب کے اندازہ میں پست کر دیا ہے۔ خیر انکسار اصلی اور انصاف اپنے نفس اور غیر دونوں کے ساتھ دس بارہ روز کا عرصہ ہوا۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ایم سول سروس وغیرہ نے لندن کے (Sociological Society) میں ایک مضمون سنایا تھا جسکی سرخی یہ تھی "ہندوستان کے مسلمان" اونکی تاریخ گزشتہ۔ حالت موجودہ۔ اور امید آیندہ" اسمیں انہوں نے سابق کے مسلمانوں کی تاریخ سنائی تھی۔ اور موجودہ مسلمانوں میں سے بعض کے تام نامی لئے تھے اور اونکی تعریف کی تھی۔ آیندہ کے واسطے بہت اچھی امیدیں ظاہر کی تھیں۔ میں اس لکچر میں موجود تھا۔ لارڈ ایمپ ہل۔ سابق گورنر مدراس نے

جو اعتراض کیئے اون میں سے بہت بڑا اعتراض یہ تھا کہ تمام مسلمان پرانی تاریخ کے کارنامے
سناسنا کر خوش ہوتے ہیں اور اپنی موجودہ حالت کی خبر نہیں لیتے نیز یہ کہ موجودہ مسلمان
([illegible]) نہیں ہیں اس کا صحیح ترجمہ کرنا تو بہت دشوار ہے
مطلب کچھ ایسا ہے کہ اپنے عیوب کو جاننے اور اونکی اصلاح کرنے کی کوشش نہیں
کرتے۔ خود اپنے نفس کو اپنی صحیح حالت بتانی نہیں چاہتے ،، دوسروں کو اور خود اپنے
نفس کو دہوکہ دینا ہماری جبلت میں داخل ہو گیا ہے۔ جب ذی علم مسلمان نے سنا اوس نے
کہا کہ یہ بات بالکل درست ہے نیز لارڈ امپٹہل نے نظیر یہ دی کہ مسلمان جو میرے پاس
آتے تھے اون سب کے یہ التجا ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو کچھ عمدہ سرکاری ملازمت میں زیادہ
دئے جاویں۔ یہاں یورپ میں اخلاق سے جو مراد لیجاتی ہے اوس کے مختصراً یہ معنی ہیں کہ
ہمیشہ جو کچھ ہو صحیح اور انصاف ہو وہ کرنا۔ اور قوت ارادی کا اس قدر زبردست ہونا کہ
سفارش۔ رشوت اور کسی قسم کی ذاتی غرض۔ آسایش۔ عزت۔ خوشامد۔ غرض کوئی امر اس
قسم کا اوس عزم بالجزم پر غالب نہ آسکے۔ یعنی مختصراً یہ سمجھنا چاہیئے کہ ،، ایمانداری۔ استقلال
اور اولوالعزمی ،، خاص کے مجموعہ کا نام اخلاق ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر تربیت میں
ذیل کے تین امور کا لحاظ رکھا جاوے تو باقی خوبیاں اکثر خود بخود آجاوینگی۔ اور اکثر کا
حاصل کرنا سہل ہو جاوے گا۔

(۱) سچ بولنا۔

(۲) محنت شاقہ اور جفاکشی کی عادت۔

(۳) کفایت شعاری۔

بہت سی ناجایز۔ اور بے جا باتیں جو ہم سے سرزد ہوتی ہیں۔ وہ یا اپنے پہلے جھوٹوں کو
ثابت کرنے۔ اور چھپار کہنے کے خیال سے ہوتی ہیں۔ یا کسی قسم کے لالچ و طمع کی وجہ سے۔
یا مشکل اور دقت سے بچنے کی وجہ سے۔ اگر ہم بچوں کو یہ عادت ڈالیں کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں

تو کسی جھوٹ کے ثابت کرنے اور پوشیدہ رکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ اور اگر بچپن سے بچوں کو نہایت محنت اور جفاکشی کی عادت ڈالی جاوے تو۔ وہ تمام رذایل جو کم ہمت۔ بزدلی۔ سہل انگاری۔ آسان پسندی۔ آرام طلبی کی وجہ سے پیدا ہوجاتے ہیں۔ اوس کا موقعہ نہیں ہیگا اور یہ مسئلہ اہل جرمنی کے طریقۂ تربیت نے ثابت کردیا ہے۔ وہ ذہن اور طباعی کی اتنی قدر نہیں کرتے جتنی جفاکشی اور محنت پسندی کی۔ آج انکی قوم وہ ہو کہ انگریز اون سے ڈرتے ہیں۔ اور درحقیقت جس قدر جرمنی میں نے دیکھے ایسے مضبوط اور محنتی ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

لالچ اور طمع کا مسئلہ کفایت شعاری سے حل ہوجاوے گا۔ ایک مقتدر مقرر کے اوس کے واسطے سچی ایمانداری اور تندہی سے محنت کرنا جیسا نفس کو پاک کرتا ہے میرے خیال میں ویسی مفید دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ اسمیں فیل ہونا بھی مفید ہے۔ اور پاس ہونا بھی مفید ہے۔ محنت کرکے دوسروں کے کمال کی سچی عزت دل میں پیدا ہوتی ہے ادب اور محبت کے معنی ہی ایسے آدمی کے نزدیک کچھ اور ہوجاتے ہیں۔ انصاف اور شفقت خودبخود آجاتے ہیں۔ انکسار سچا اور خالص ایک حد تک پیدا ہوجاتا ہے۔ دوسرے آدمیوں کی قدر و منزلت کا صحیح معیار اسکو معلوم ہوجاتا ہے۔ یقینی یہ کہ اپنا فرض پورا کرنا کس قدر دشوار کام ہے۔ اور اچھا وہ ہے جو اپنے فرایض منصبی گھر میں رشتہ داروں میں۔ خدا کے سامنے۔ اور مخلوق خدا کے سامنے بحسن و خوبی پورے کرے اور جو یہ نہیں کرتا۔ اور کرنے کی نیت نہیں رکھتا۔ کوشش نہیں کرتا۔ وہ اچھا نہیں خواہ کپڑے اچھے پہنے۔ خواہ گورا چٹا خوبصورت ہو۔ خواہ قوی ہیکل ہو۔ خواہ بوٹ سوٹ میں چست ہو۔ خواہ کچھ بھی ہو ؎

در عمل کوش ہرچہ خواہی پوش   تاج بر سر نہ و علم بر دوش

انسان کی اپنی نگاہ میں اپنی عزت (صحیح قسم کی) خود پیدا ہوجاتی ہے اور اگر سارا عالم اوسے

اچھا کہے۔ اور اپنا نفس گواہی نہ دے تو اسے بجائے خوشی کے کچھ تاسف ہی ہوتا ہے
اس ہی کا نتیجہ سچا انکسار ہے۔ یہ اپنا ذاتی اندازہ ہی دوسروں کے جوہر پرکھنے کی آنکھ
دیتا ہے۔ اس سے عقل کو نور قوت فیصلہ کو پختگی حاصل ہوتی ہے۔ بغض۔ حسد۔ ریا
نمود۔ نمائش۔ خودپسندی۔ تکبر۔ غرور سب یک قلم کافور ہو جاتے ہیں۔ فرائض کا پورا
کرنا کسوٹی ٹھہر جاتی ہے۔ جو یہ کرے وہ اچھا۔ جو یہ نہ کرے وہ برا۔ خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر
خواہ غیر ہو۔ خواہ عزیز ہو۔ خواہ اپنا نفس ہو۔ خواہ نہ ہو لیکن یہ بات آپ وعظ کے ہزارہا
دفتروں سے بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسکے حاصل کرنے کا طریقہ وہی ہے جو اوپر عرض کیا گیا
اس ہی کیفیت کو یہ لوگ (Real Self Estimation) کہتے ہیں۔ ابتدائی مسلمانوں
میں یہی بات تھی جسکی وجہ سے سب انکی عزت کرتے تھے۔ وہ صرف اس ہی کی عزت
کرتے تھے جو نیک ہو۔

جب ایک کام کو فرض مان لیا تو پھر صدق دل سے اوس کے پورا کرنے کی
کوشش شروع کر دے۔ کوشش میں کامیاب ہوئی تو غازی۔ مر گئے تو شہید۔ دونوں
پہلو اچھے۔ ہر صورت میں فائدہ۔

طریقہ:۔

سب سے بڑی بات اور سب سے اہم اور مفید چیز اس مقصد کے واسطے اپنی معاشرت
ان اصول کے مطابق کر کے بچوں کو دکھانی ہے۔ اس سے زیادہ مفید کوئی دوسری چیز
نہیں ہو سکتی۔ اسکے بعد طرز عمل بچوں کے ساتھ اون کے آپس کے جھگڑوں کو انصاف
کے ساتھ طے کرنا۔ اونکو اس قدر آزادی دینا کہ وہ ہر امر میں واقعہ بیان کر دینے کی جرات
کر سکیں۔ یہاں کے ماں باپ بچوں کے ساتھ اس طرح رہتے ہیں جیسے دوست۔
ملامت کبھی نہیں کرتے۔ مارنے اور سزا دینے کے خلاف تو قانون ہے لیکن اپنی
معاشرت سے تربیت کرتے ہیں۔ اشد ضرورت کی صورت میں نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ

فہمائیش کرتے ہیں۔ دوسرے بڑے بڑے اور عمدہ لوگوں کی سوانح عمری کے مطالعہ وغیرہ سے
مدد لیتے ہیں۔ ان ذرایعہ کو استعمال ہر لاتے ہیں۔ میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ جو نتیجہ
اوسط درجہ کی سختی سے پیدا ہوتا ہے۔ اوس سے بہتر نتیجہ اس معاملہ میں اوسط درجہ کی نرمی
سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ ایک لایق ہندوستانی کا قول ہے کہ ہمارے یہاں کے مرد۔ عورت
اور بچہ کا مجموعہ ہیں ” یعنی اون میں عورتوں اور بچوں کے خواص جمع ہیں۔ عورتوں کے قویٰ کہ
انتہا درجہ کی بیجا محبت۔ نرم دلی۔ بلکہ کم ہمتی۔ جن کا تقاضا اول تو یہ ہے کہ بچوں کو زحمت
تکلیف گوارا نہ کرنی پڑے۔ ہر ایک کام جہاں تک ہو سکے ہم ہی کر دیں۔ حتیٰ کہ اون کے
کرنے کے کام بھی اگر ہو سکیں تو ہم ہی پورے کر دیں۔ اونکی قسمت کا فیصلہ بھی ہم ہی کر دیں تاکہ
اونھیں اسکی بھی تکلیف نہ ہونے دیں۔ بچوں میں اس سے کم ہمتی پیدا ہوتی ہے اور وہ
مردانہ قوتِ فہم و فیصلہ جسکی زندگی میں ہر شخص کو ضرورت پڑتی ہے۔ پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔
بچوں کے خواص یہ کہ جو چیزیں بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہیں سب اگر ہمارے بچوں میں
جمع ہو جاویں نہ تو یہ دیکھنے کی کوشش و زحمت گوارا کرتے ہیں کہ خوبی کہاں ہے اور کیا نہیں
ہزاروں خوبیوں کے پیدا ہونے کے امکان اور عملی امکان پہ غور کرتے ہیں نتیجہ بہت صفر
ہی رہتا ہے۔

بعض اوقات سوانح عمری جسے انگریزی میں لائف [illegible] کہتے ہیں اگر کسی
اچھے آدمی کی ہو اور اچھی طرح سے لکھی ہوئی ہو تو اوسکا بہت بڑا اثر بچوں پر پڑتا ہے۔
بلکہ بڑے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ آنحضرت رسول خدا کی سوانح عمری اور اپنے
عزیزوں میں سے کسی بڑے آدمی کی سوانح عمری۔ اسکے بعد تاریخی اور دینی بڑے بڑے
آدمیوں کی سوانح عمریاں۔ بچوں کو پڑھوانی اور سنوانی بہت مفید ہیں۔ ہندوستانی زبان
میں اس قسم کی کتابیں نئے اصول کے بموجب لکھی جانی لابد ضروری ہیں۔ میں نے
مولوی شبلی کی کتابوں کو بہت غور اور مسرت کے ساتھ پڑھا ہے۔ امام غزالی۔ امام ابو حنیفہ

کی لائف لکھ کر انھوں نے قوم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور حالی کی حیات جاوید یعنی سرسید کی لائف بھی ازبس ضروری ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ مولوی حالی نے ایسا عمدہ طریقہ سوانح نگاری کہاں سے اخذ کیا یہ تو انگریزی نہیں جانتے۔ لیکن یہ کتاب طویل بہت ہو گئی ہے۔ بچوں کے واسطے چنداں مفید نہیں ہے۔

اپنے بزرگوں کی معاشرت۔ اور طرز عمل۔ بزرگان قدیم کی سوانحعمریاں ازبس ضروری ہیں۔ اسکے بعد اور بہت سی قوتیں ہیں جو اخلاق پر اثر ڈالتی ہیں ان سب کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اور ایسے واقعات پیدا کرنے چاہئیں کہ ان تمام قوتوں کا اثر پورا پورا پڑے۔ منجملہ ان قوتوں کے ایک اپنے اعزہ اور ہم چشموں کی رائے ہے۔ ہر انسان بالطبع یہ چاہتا ہے کہ میرے ہم چشم مجھے برا نہ جانیں۔ اس کے واسطے اچھے آدمیوں سے زیادہ گہرا میل جول ہونا چاہیئے۔ لیکن اصلی سوسائٹی۔ اور سوسائٹی کی رائے جو صرف انگلستان نہیں تمام یورپ کو سنبھالے ہوئے ہے ابھی ہم لوگوں میں پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اور کچھ عرصہ تک پیدا ہو نہیں سکتی۔ عورتیں جو یہاں پہنچنے سے تیار ہو تکمیل بچوں کی ابتدائی تعلیم و اخلاق کی محض اپنے اثر اور اپنی کوشش سے کرتی ہیں۔ ہمارے یہاں نہ صرف بے علم ہیں۔ بلکہ موجب تخریب اخلاق ہیں۔ انہیں تعلیم اور تربیت دینا انتہا درجہ ضروری ہے۔ لیکن اس میں ابھی عرصہ کی کوشش کی ضرورت ہے۔ تاہم کوشش شروع ہو جانی چاہیئے۔ عورتوں کی تعلیم سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ وہ ابھی سے مدرسہ جا کر بی۔ اے۔ ایم۔ اے پاس کرنے لگیں۔ گو بعض آدمی اس قسم کے بھی خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور مجھے اختلاف کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن میں صرف اس قدر تعلیم ضروری سمجھتا ہوں۔ اردو لکھنا پڑھنا۔ حساب اس قدر کہ خانگی خط و کتابت اور گھر کے حساب میں دوسرے کی مدد کی ضرورت نہ پڑے۔

(۲) مذہب کی ضروری اطلاع۔ اخلاق جو کچھہ مذہب سکھاتا ہے۔ نماز روزہ ضروری فرائض و ضروری مسائل۔

(۳) تکمیل انگریزی۔ مختصر تاریخ و جغرافیہ۔ تاکہ تار پڑھ لکھ سکیں۔ خط کا پتہ انگریزی لکھ پڑھ سکیں۔ ایک تو اپنی ہستی کا علم اونہیں ہو جاوے کہ ہم کون ہیں۔ دنیا کے کس حصہ میں ہیں۔ پہلے کیا تھے وغیرہ۔ اور ایک یہ کہ ہمارے بچوں کو کیا کرنا ہے۔ اونکی صحیح تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ بچے راہ راست پر ہیں۔ صحیح طریقہ سے کام کر رہے ہیں یا نہیں۔ اس غرض سے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی امتحان خواہ خانگی ہو یا کچھہ بھی ہو۔ ہونا ضروری ہے۔

سارا مقصد سر دست میرا یہ ہے کہ بچوں کے نیک و بد اس زمانہ کے بموجب سمجھہ سکیں۔ اور بعد میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ہمارا فرض تو یہ ہے کہ اب آئندہ کی نسل کو جو عنقریب ۲۰ برس بعد ہماری جگہ لے گی راہ راست پر ڈالدیں۔ پھر اپنے فرائض کے فرض وہ ادا کریگی۔ انشاء اللہ اسید ہے کہ ہم سے ضرور بہتر ہونگے۔ اور اپنے ست چھوٹوں کو ہمیں اپنے سے بہتر نہ بنایا تو اون کا قصور نہیں۔ ہمارا قصور ہے۔ کیونکہ ہمارے بڑے جنہوں نے اور قسم کی تعلیم پائی تھی اور قسم کے خیالات میں ہوش سنبھالا تھا وہ ہمیں ہماری ضرورتوں کو۔ ہمارے خیالات کو سمجھہ نہیں سکتے تھے معذور تھے۔ ہمیں یہ باتیں بخوبی جاننے کا موقع ہے پھر بھی اگر ہمارے چھوٹے ہم سے بہتر نہ ہوں تو تف ہے ہماری ہمت پر اور ہماری کوشش پر۔ آپ بہ تقاضائے فرط محبت بار بار اپنے والا نامہ جات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حامد مجھہ جیسا ہونے کی کوشش کرتے ہیں وغیرہ۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں تو کوئی چیز نہیں ہوں۔ حامد مجھہ سے لاکھہ درجہ بہتر ہونگے۔ اونکی تربیت مجھہ سے بہتر ہوئی۔ تعلیم مجھہ سے بہتر ہوئی۔ ماشاء اللہ ابھی اون کے سیکھنے کی عمر باقی ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ مجھہ سے ہر درجہ بہتر نہ ہوں اور احمد انشاء اللہ اون سے بہتر ہوگا۔ یہ اون کا فرض ہے کہ وہ احمد کو اپنے سے بہتر بنائیں

ہر آدمی کی عمر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اوس وقت اوسے اپنے اخلاق اور اپنی علمیت مختصراً اپنا نفس بہتر کرنے کا شوق دلی پیدا ہوتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حامد کا وہ وقت اب ہے۔ اور حالات خدا کے فضل سے بہت مویداور بہت مناسب ہیں مجھے ایسے اچھے حالات نہ ملے تھے۔ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ حامد مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہوں گے۔ میں تو درحقیقت کوئی چیز نہیں۔ حامد انشاءاللہ بہت اچھ آدمی بنجائیں گے۔ لیکن یہ آپکو اور حامد کو دونوں صاحبوں کو واضح رہے کہ یہ وقت حامد کی مدت العمر میں پھر کبھی نہیں آنے کا۔ اسکو انگریزی میں ایک قسم کی [illegible] کہتے ہیں۔ جو ایک وقت پیدا ہوتی ہے۔ اور کچھ مدت رہکر جاتی رہتی ہے۔ پھر اوس جوش و قوت کے ساتھ نہیں آتی۔ جس وقت موجود ہو اوسوقت اوس سے چاہے جس قدر فائدہ حاصل کر لیجئے۔ میں سمجھتا ہوں مولوی الطاف حسین صاحب کو دل میں یہ مسئلہ تھا جب اونھوں نے لکھا ہے کہ ؎

وقت جو تھا کام کا خالی گنوا بیٹھے ہو اسے چاہئیے اب عمر بھر بیٹھے تاسف کیجئے

الغرض تعلیم کسوال ایسا وسیع مضمون ہے کہ تنہا اوس ہی کے نتائج پر غور کرنیکے واسطے ایک رسالہ چاہیئے۔

بعدازاں۔ قوم کی محبت انسان کے انسان بنانے میں تریاق اکبر کا حکم رکھتی ہے۔ لیکن یہ لکچروں اور وعظوں سے پیدا نہیں ہوتی۔ طرز عمل۔ معاشرت۔ اور حکمت عملی سے جسے آپ مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں پیدا ہوتی ہے۔

غرض بہت بڑا اصول یہ ہے۔ جو خصائل اچھے ہیں۔ یا جس قدر قوت اور کارسازی کی ضرورت انہیں ذاتی فلاح کے واسطے اہم ہے اوس سے زیادہ کا ذخیرہ دوسروں کے کام اور خدمت کر کے جمع رکھنا چاہیئے تاکہ ضرورت کے وقت اگر حالات مخالف ہوں تب بھی اپنے پاس اتنا کم ذخیرہ نہو کہ اپنی ضرورت کیواسطے بھی کافی نہو سکے

اسلام کے ایک ایک مسئلہ میں ذاتی اور قومی فوائد کوٹ کوٹ کے بھرے گئے ہیں۔
جوں جوں زیادہ غور کرنے کا وقفہ ملتا ہے ووں ووں مجھے خوب یقین ہوتا جاتا ہے
کہ اسلام سے سچا اور اسلام سے اچھا دنیا میں کوئی مذہب نہیں۔ اگر کوئی سچے
ایمانداری سے پورا پورا سچا مسلمان ہو کر بسر کرے تو بلاشبہ "حسن الدنیا
وحسن الآخرۃ" اوس ہی کا حصہ ہے۔ اس تمام سمع خراشی کا خلاصہ یہ ہوا
کہ ہماری پہلی ضرورت حسن اخلاق اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ اپنی
معاشرت اپنی انصاف پسندی۔ و طرز عمل کو نمونہ بنایا جاوے۔ بڑے بڑے آدمیوں
کی سوانح عمریاں پڑھ کر سنائیں اور بچوں سے پڑھوائی جاویں۔ عورتوں کی تعلیمی اور عقلی
واخلاقی حالت بہتر کی جاوے۔ اچھے نیک خیال علم دوست لوگوں سے میل جول بڑھایا
جاوے۔ تعلقات گہرے پیدا کئے جاویں۔ انس قومی بحسن تدبیر پیدا کیا جاوے۔ اور
آخر میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ ۱۷۔۱۸ سال کے سن میں ایسی جگہ نسبت کر دیں
جہاں لڑکے کا رجحان طبع خود ہو نہایت مفید ہے۔ لیکن ہمیشہ شرط یہ ہونی چاہیئے
کہ اگر لڑکا نالائق ہو تو نسبت موقوف۔ چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ سے بتیس بائیس سال کی عمر ہی
تک اصلی علم اور عقل حاصل کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اسکے بعد تجربہ بڑھتا رہتا ہے لیکن
آدمی میں تغیر بہت کم پیدا ہوتا ہے۔ وقت شادی لڑکے کی رائے پر چھوڑنا چاہیئے
غرض تربیت اخلاق میں ہزارہا اتفاقی۔ اور چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی پیدا ہو سکتی ہیں کہ
اوس سب کو قلمبند کرنے کی کوشش موجب طوالت ہے۔

اس سلسلہ میں یہ اور عرض کرنا ہے کہ مجھے گالیاں بکنے۔ خفا ہونے۔ بڑبڑانے
میں بہت بڑا نقصان دکھائی دیتا ہے۔ قطع نظر ناشائستگی کے اس سے اوس خاص
عیب کی بنیاد پڑتی ہے جسے اہل یورپ خاص طور پر ایشیائی کہتے ہیں۔ یعنی کہنا بہت
کچھ اور کرنا بہت کم۔ قوت فاعلہ (   ) کا لفظوں اور باتوں میں کھونا۔ یہ بات

ان لوگوں کی قابل تحسین ہے کہ شیخی۔ نمود۔ بکواس کا نام و نشان بھی نہیں۔ منہ سے کہنے اور ہاتھوں سے کر دینے میں بہت ہی کم فرق ہے۔ بلکہ بیشتر تو کہنا پسند ہی نہیں کرتے۔ جو کچھ اچھا یا برا۔ نیک یا بد کرنا ہو وہ کر دیتے ہیں۔ لاکھ کہئے۔ حق یہ ہے کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہمارے خمیر میں کاہلی اور سستی موجود ہے۔ زبان میں۔ تجارات میں۔ رسمیات میں۔ اخلاق میں خفگی میں۔ تعریف میں۔ سوسائٹی میں۔ جہاں آپ دیکھیں گے وہاں اس کم بخت عیب کا پتہ موجود ہے اور اس بات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اخلاقاً انگریز ہم سے زیادہ مسلمان ہیں۔ مسلمان وہ جو مسلمانوں کے کام کرے۔ جو مسلمانوں کے اخلاق رکھے۔ نماز گائے کھانے۔ اور ڈاڑھی بڑھانے سے تو کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ راستبازی۔ ایفائے وعدہ۔ ہمت اولوالعزمی۔ ہر بات میں سچائی۔ اگر ہمدردی ہے تو سچی۔ دوستی ہے تو دلی۔ غصہ ہے تو سچا۔ دشمنی ہے تو سچی۔ غرض ذاتی اخلاق میں ان کے شرفا ہم سے لاکھ درجہ زیادہ شریف ہیں۔ مجھے اچھی انگریزوں سے ملتے ہوئے شرم آتی ہے۔ قصور ہماری تربیت کا ہے۔ یہاں چھوٹا بچہ اعلیٰ درجہ کے مصنفین کی تصنیف پڑھتا ہوا بڑا ہوتا ہے۔ اور پھر سوسائٹی کا اثر سونے پر سہاگہ۔ ہمارے یہاں بچے ادنے درجہ کے آدمیوں کے ادنے تصانیف سے قوت عقل و نفس حاصل کرتا ہے۔ یعنی گل بکاؤلی۔ چہار درویش۔ طوطا کہانی۔ فسانہ عجائب وغیرہ۔ علیٰ ہذا القیاس بھلا پھر ہم تباہ اور برباد نہوں تو کون ہو۔ ہم محکوم نہ رہیں تو کیا انگریز محکوم رہیں مسلمان بدنام نہوں تو کون بدنام ہو۔ اگر ہم میں اور کوئی کمال نہ ہو لیکن ہم سچے مسلمان کس طرح سے بن جاویں۔ اخلاق حمیدہ میں اعدخوش معاملگی۔ ایمانداری ہی تو مجھے یقین ہے کہ ہر قوم میں ہماری عزت ہو۔ اور ہم میں سے ایک بھی بھوکا نہ رہے لیکن نہ مسلمانی وہ کتاب و مسلمانان در گور۔ نہ اسلام سمجھنے والے۔ نہ اوس پر عمل کرنے والے نظر آتے ہیں مولوی اور فقرا جنہیں ہندوستان نے معراج پیشوائی پہنچی تھی۔ رہی سہی اور بھی لٹیا ڈبو دی۔ کچھ عرصہ ہوا

کہ مولوی احمداللہ دہلی کے واعظ جو بمبئی میں وعظ کہتے اور روپیاں کما رہے تھے۔ جعلی ہنڈی کی
بنانے اور چلانے کی علت میں پانچ سال کی قید کاٹ کر شاید اب چھوٹے ہوں گے۔ اور
ایسی ہزارہا مثالیں اور موجود ہیں۔ خیر اخلاق کے بعد دوسری ضرورت ہے تعلیم :-

(۲) تعلیم

موجودہ حالات میں اونکی رائے میں دو زبانیں سیکھنی ضروری ہیں :- اوّل عربی۔
جو ہمارے مذہبی زبان ہے۔ جس زبان میں کلام خدا ہے اور ہمارے قدیم علوم ہیں۔
دوسرے انگریزی جو اسوقت سلطنت کی زبان ہے۔ جس کے جاننے اور نہ جاننے پر
دنیوی امیدوں کا عدم وحصول موقوف ہے لیکن قدیم طریقۂ تعلیم اب بوسیدہ ہو گیا
ہے اوس سے مفید تر طریقہائے تعلیم انگریزوں نے۔ اور خصوصاً اہل جرمن نے دریافت
کیئے ہیں۔ اور اون سے نمایاں ترقیاں کر رہے ہیں۔

میرے نزدیک علم اس سے کہ موجودہ یونیورسٹیہائے ہندوستان میں نقائص
ہوں یا نہوں۔ انمیں ڈگری لینے پسند اور ناپسندیدگی کی بات نہیں رہی ہے بلکہ ضروری
اور لازمی ہو گئی ہے۔ اور اسمیں ذرہ بھر شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ گھر پر دسواں حصہ بھی
ایسا اچھا انتظام تعلیم نہیں ہو سکتا۔ جیسا عمدہ مدارس میں ہوتا ہے۔ ہاں یہ ضروری
ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ اگر آپ گھر پر بھی لائق اوستاد رکھیں تو بہت زیادہ فائدہ
ہوگا۔ (نالائق اوستاد سے اور الٹا نقصان پہنچیگا) پانچویں چھٹے کا اوستاد رکھنا
ایسا ہی ہے کہ نعوذ بالله ہم دو درہم در ہم، مڈل تک بچہ کو لائق اوستاد کی حفاظت میں
چلنے دینا چاہیئے۔ اور پھر اپنی معلومات۔ اوستاد کے مشورہ۔ اور بچہ کے میلان طبع سے
اندازہ کرکے یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ اسے کیا بنائیں۔ ڈاکٹر یا انجنیر۔ یا بیرسٹر یا سوداگر
یا سول سروس میں کامیابی کی امید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ غرض مڈل سے آگے جو فیصلہ قرار
پاوے اوس کے بموجب مفید مضامین انتخاب کرا کر پڑھوانے چاہئیں۔ آپکے بلا تردد

وتشویش بچہ خود بخود امتحان پاس کرتا رہے گا بلکہ اگر اوستاد قابل ہو۔ اور آپ کا شوق
و توجہ شامل حال ہوں تو بالکل ممکن ہے کہ بچہ یونیورسٹی میں اول پاس ہو کر نام پیدا کرے
جیسے حامد نے کیا۔ اسی طرح ایم۔ اے تک پہنچ سکتا ہے۔ یعنی اگر بلا تردد و تشدد پانچ
سال کی عمر میں بچہ کو مدرسہ داخل کیا جاوے تو بیس سال کی عمر میں ایم۔ اے ہو سکتا
ہے۔ عربی خوب لکھنے بولنی سیکھ جاوے گا۔ انگریزی خوب لکھ بول سکے گا۔ اور بلحاظ
سن اور قابلیت کے جو فن آپ سکھوانا چاہیں اوس کے سیکھنے کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت
رکھے گا۔ لیکن اگر آپ اپنی احتیاط کریں۔ اور میں اس طریقہ کو مرجح سمجھتا ہوں تو ایک
اچھا ہوشیار اوستاد نوکر رکھیں۔ چار سال کی عمر کے بعد بچہ اوس کے حوالہ کریں۔ وہ
تین سال گھر پر پڑھا کر اوسے پانچویں جماعت مدرسہ میں پاس کرا دیگا۔ اور پھر برابر مدد
دیتا رہے گا۔ تو اس حساب سے بچہ ۸ سال کی عمر میں چھٹی جماعت میں ہو جاوے گا۔ اور
بجائے بیس کے اٹھارہ سال کے سن میں ایم۔ اے بن سکے گا۔ اور آپکو کسی بڑی تکلیف
تردد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپکے دیکھنے کے یہ کام ہیں:۔

(۱) انتخاب اوستاد۔

(۲) انتخاب مدرسہ

(۳) نگہداشت اخلاق۔

جس مدرسہ میں داخل کرنا ہو اوس ہی مدرسہ کا وہ اوستاد نوکر رکھے جو پانچویں جماعت
کو پڑھاتا ہو۔ تنخواہ غالباً [illegible] روپے سے [illegible] روپے تک لے گا۔ مدرسہ دہلی میں گورنمنٹ
سکول۔ یا مشن سکول (مشن سکول میں ہمیشہ انجیل پڑھائی جاتی ہے) لیکن میں نے ان
تمام امور پر غور کرکے بورڈنگ اور اتالیق مقرر کرنے اور علی گڑھ میں تعلیم دلوانے کی صلاح
دی تھی۔ مدرسہ میں عموماً ہر قسم کے بچوں میں مل کر بچہ کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ گھروں
میں ماؤں کا اثر نہایت خراب پڑتا ہے۔ جو وقت بچہ چھوٹا ہوتا ہے اور نیز خاصی بڑی عمر

تک تو فکر رہتا ہے کہ کہیں بچہ کی زندگی پر کوئی صدمہ نہ پہونچے - اور اس خیال سے
بچونکو پیار بھی کیا جاتا ہے سو وہ بچہ کو خراب کرتا ہے - تدبیر اس امر میں وہ کام میں لائی جاتی
ہے جو یا تو کچھ اثر نہیں رکھتی - یا مضر ہوتی ہے - مثلاً تعویذ - گنڈے - فتیلہ وغیرہ - کھانا
بہت سا کھلا دینا - حکمت اور حفظان صحت کے اصول نہ جانیں نہ برتیں - خیر جب اس
سیڑھی کو طے کر لیا تو مفارقت گوارا نہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے - اگر وہ تعلیم کو جانیں
اوسکی ضرورت اور فائدوں کو سمجھیں تو بنظر اون تمام مفاد کے بچوں کی علیحدگی بخوشی گوارا
کرلیں - لیکن اس کا علم تو اونھیں ہوتا نہیں - تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ بچہ کی مفارقت اونہیں
شاق نہ گزرے - اچھا اس سے قطع نظر اگر بچہ نے ایک دو امتحان پاس کر لیئے تو پھر وہ
جانتی ہیں کہ بیپاس تو ہو ہی جاتا ہے - اب کسی امر معاون کی ضرورت نہیں ہے ضرورت
سے زیادہ اوسکی عزت و تعریف اوسے کبھی نہ کبھی فیل کرا دیتی ہے - ورنہ اخلاق تو خراب
ہی کر کے رہتی ہے - ہرگز باپ کوئی تدبیر بچہ کی درستی اخلاق یا تعلیم کے نہیں کر سکتا -
اوس وقت تک کہ یا تو ماں بھی ہم خیال اور معاون ہو - یا ماں کا قدم درمیان نہ ہو - مجھے
حامد کے خطوط سے اون کا شوق اور میلان دلی تحصیل علم کی طرف معلوم ہو کر خوشی ہوتی
ہے - اور میاں غلام مرتضیٰ کی تحریروں سے لاپروائی - اور بے توجہی کے آثار دیکھ کر افسوس
ہوتا ہے - گو تحریر میں سست دونوں صاحب ہیں - حامد کو خالہ اماں کی محبت اور آپکی
شفقت وارادتمندی پر مایل کرتے ہیں - اور غلام مرتضیٰ کو چھوٹی خالہ صاحب کی رنجش اور
ماموں صاحب قبلہ کی بدمزگی شاید کسی قدر کم ارادتی پر مایل کرتے ہوں - تاہم مجھ سے بیجا
تعریف کی توقع رکھنی دونوں صاحبوں کی غلطی ہے - میں یہ سمجھتا ہوں کہ بے موقع خوش ہونے
اور بے ضرورت تعریف کرنے والے چھوٹے اور بڑے دل بڑھانے کے واسطے بہت کافی
ہیں - میرا فرض یہ ہے کہ اونکی اصلی حالت کی نبض پر ہاتھ رکھوں - اور جو کچھ واقعی مفید
ہو وہ کروں -

اگراسوقت احمد علی کا خالہ اماں ہی کے پاس رہنا مفید ہے تو آپ ضرور کریں کہ ماسٹر ذاکر حسین یا اون کے چھوٹے بھائی ماسٹر عباس حسین کو نوکر رکھ لیں یا کسی اور تجربہ کار اوستاد کو۔ اور اونہیں یہ تاکید کردیں کہ اسکو پانچویں جماعت کے امتحان کے واسطے تیار کریں۔ اور امتحان پاس کرادیں۔ لیکن پھر اسے دہلی ہی رکھنا ہوگا۔ میں احمد علی کا آپکے پاس نہ رہنا باعتبار نگہداشت اخلاق مضر سمجھتا ہوں لیکن بلحاظ تعلیم مجھے نہیں معلوم کہ ٹونک میں کوئی معقول انتظام ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو پھر دہلی ہی میں رہنا مفید ہے۔ علاوہ احمد علی کے صفدری بیگم کی تربیت اور سلیقہ خانہ داری سکھانے کے ہمراہ تعلیم کا خیال بھی رکھنا ازبس ضروری ہے۔ میری جو کچھ رائے ہے میں اوپر عرض کرچکا ہوں۔ اور آیندہ آپ خود ہر امر کو مجھ سے بدرجہا بہتر سمجھتے ہیں۔ درحقیقت آپکے سامنے ان امور پر گفتگو کرنی ایک قسم کی گستاخی ہے۔ ایک طرح کی ہے لیکن بمقتضائے شوق بے اختیار یہ باتیں قلم سے نکلی چلی آتی ہیں اور بات میں سے بات پیدا ہوئی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ خط اس قدر طویل ہوگیا۔ گو جس وقت لکھنے بیٹھا تھا اوسوقت یہ خیال ہرگز نہ تھا۔ کہ اس قدر طویل خط لکھونگا۔ لیکن امید کرتا ہوں کہ آپ بزرگ ہیں جہاں اور بہت سے قصوروں سے چشم پوشی فرماتے ہیں یہ قصور بھی معاف فرمادیں گے۔ بہت سی باتیں جو گزارش کرنے کو جی چاہتا ہے قلم انداز کرچکا ہوں مجھے بچوں کی پرورش کرنے کا تو موقع نہیں ملا لیکن نوکروں اور خصوصاً چھوکروں چھوکریوں کی تربیت کا موقعہ ہوا ہے۔ اوسوقت مجھے صرف یہی ایک اصول معلوم تھا کہ ہر قصور کا ہونا سزا ہے اور ہر خوبی کا خوبی ہونا انعام کے ذریعہ اون کے دل پر نقش کردینا چاہیئے اور اس ہی اصول پر میں ہمیشہ عمل کرتا رہا۔ غریب بچوں پر بہت سختی کی۔ اوس کا مفید اثر بہت ہی ظاہر ہوا۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثر اس سے بہتر بغیر سختی کے بھی حاصل ہوسکتا تھا۔ میری حماقت اور نادانی سراسر تھی۔ خدا معاف کرے۔

میں تا مرگ نانی صاحبہ کا ہزار درجہ مشکور رہونگا۔ اونکی لیاقت اور اونکی تربیت کے مفید اثر مجھے اب محسوس ہوتے ہیں۔ ایسی لائق بیبیاں بہت کم ہونگی۔

تعلیم سے متعلق مختصراً گزارش یہ ہو کہ احمد علی کو پانچویں جماعت کے واسطے گھر پر اوستاد رکھکر تیار کروائیے۔ چاہیئے دہلی میں یا کہیں اور۔ پھر بعد میں تدبیر ہوتی رہے گی۔ اس عرصہ میں شاید میں بھی ہندوستان پہنچ جاؤں۔

تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ ذریعۂ اکتساب معاش کا مسئلہ ہے اسمیں سب سے بہتر تو میں سول سروس۔ یا میڈیکل سروس کو سمجھتا ہوں۔ اگر بچہ کی لیاقت ذہن اور جفاکشی سے قوی امید کامیابی کی ہو تو گو اسمیں چند سال کے واسطے ولایت بھیجنا۔ اور کافی روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بالکل ممکن ہے کہ احمد علی کو ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد سول سروس کے واسطے بھیجدیا جاوے۔ یا میڈیکل سروس کے واسطے وہاں کے ڈاکٹری کی ڈگری لیکر بھیجدیا جاوے۔ اور مصارف میں خدا کے فضل سے آپ کو ہر قسم کی توفیق ہے۔ لیکن بصورت ضرورت ہم لوگوں میں سے اون کا جو استطاعت رکھتے ہوں۔ مدد کرنا فرض ہے۔ اسکے بعد انجنیری۔ معدنیات کا کام۔ دونوں ایسے ہیں کہ ابھی پچاس برس تک دنیا کے ہر حصہ میں ان کی ضرورت۔ بلکہ شدید ضرورت باقی رہیگی۔ اگر کوئی بچہ بوجہ ذہن۔ یا حالات تعلیم سابق کے ان چیزوں کے واسطے مناسب نہو تو پھر بیرسٹری۔ اور سوداگری ہیں۔ اگر زیادہ مقدمہ بازی سے طبیعت کو مناسبت ہے تو وکالت یا بیرسٹری۔ ورنہ سوداگری بصورت اول ضرورت یہ ہے کہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد۔ دو طریقہ ہیں۔ اول اور سہل تو یہ ہے کہ ہندوستان کے کسی تجارتی کمپنی کے یہاں کار آموز کرو دیا جاوے۔ ہندوستان میں تلاش سے ایسی کمپنیاں ملسکتی ہیں۔ ورنہ بیروت کی تجارت کے مدرسہ میں جہاں مولوی سید علی بلگرامی نے اپنے صاحبزادے کو بھیجا ہے۔ وہاں بھیجدیا جاوے۔ وہاں کے مصارف بھی بہت کم ہیں۔ اور تعلیم تربیت اعلیٰ

درجہ کی ہے - بعد کارآموزی - یا بعد تعلیم اصولِ تجارت کسی کمپنی کا حصہ دار مقرر کر دینا
چاہیئے - تجارت سیکھنا بھی ہوتا رہے گا - اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے نقصان بھی نہ ہوگا
ریاست کی نوکری کو تو میں سمِ قاتل سمجھتا ہوں - افکار و مصائب بہت شدت سے
اور فائدہ بہت قلیل - خیر حامد علی خان - اور احمد علی خان کے واسطے یہ باتیں سوچنے کے
لیے بہت مدت باقی ہے - ابھی تو انھیں انٹرنس پاس کرنے دیجیے - حامد علی خان
اگر مولوی عالم کے بعد محض انگریزی کا امتحان دے کر انٹرنس پاس ہو سکتے ہیں یا مولوی
فاضل کے بعد بی - اے ہو سکتے ہیں - تو یہی طریقہ بہتر ہے - اس کے بغیر چارہ ہی نہیں
مولوی عبد اللہ وغیرہ سے قاعدہ دریافت فرمائیے - یہاں کہیں ہیں پنجاب یونیورسٹی کا (
Calendar) مل گیا - تو میں بھی دیکھوں گا - اور اطلاع دوں گا -

ان تمام باتوں کے بعد جناب کے والا نامہ مورخہ ۲۲ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء کے بعض دیگر
امور کے متعلق گزارش ہے کہ تمام تعلیم اور تربیت بلکہ تمام زندگی کی ایک قسم کی چڑھائی
ہے - اور یہ چڑھائی ایسے پہاڑ کی ہے جس کی چوٹی نہیں - چڑھائی میں جس قدر وقت اور دقت
ہوتی ہے وہ ہمیشہ اور ہر درجہ کے آدمی کے واسطے ہر مقام پر موجود ہے - جو بہت کافی
ترقی علوم و فنون میں کر چکے اون کے واسطے بہت بہت وسیع بلندیاں - اور چڑھائی
کے لیے موجود ہیں - کہیں ہموار سطح نہیں ملتا - کمال جس کا نام ہم رکھتے ہیں - وہ صحیح اندازہ
اپنی قوت اپنی کوشش اور اپنے فرائض کا ہے - اور اس کا نتیجہ ہمیشہ عاجزی ہمیشہ انکسار
واقعی ہے تعلیم و تربیت کا مقصد کتابیں حفظ کر لینا نہیں ہے - دنیا کو اور تعلقات
دنیا کو سمجھنا ہے ؎

نہ محقق بود نہ دانش مند — چارپائے برو کتابے چند

آپ بار بار اپنے معاملہ فہمی - نیک نامی - ہر دلعزیزی - اخلاق نیک کے جب اس قسم کے
خیال رکھتے ہیں تو اس سے مافوق کیا متصور ہو سکتا ہے - آپ کے درجہ کو پہنچ کر اگر

میرے خیالات آپ جیسے رہیں تو میں خدا کا شکر کروں گا میں تو کوئی چیز نہیں ہر شخص کیواسطے یہ بات مقام شکر ہونی چاہیئے۔ کتابیں حفظ کئے ہوئے آدمی اس زمانہ میں ہزاروں موجود ہیں لیکن آپ جیسے شریف النفس۔ نیک نہاد۔ پاک باطن لوگ تو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ میری رائے میں خوشامد کی آمیزش مطلق نہیں ہے مجھے یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ میں جیسا بے ضرورت چھوٹوں کی تعریف کرنا گناہ سمجھتا ہوں۔ اسی طرح بہ مطلب یا بلا مطلب خوشامد کو بھی ارذل حرکت جانتا ہوں یہی وجہ ہے کہ چھوٹی خالہ صاحبہ اور ماموں صاحب قبلہ مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن میں ان کے بچوں کی اصلاح کر کے رہوں گا خواہ یہ مجھے برا سمجھیں خواہ اچھا سمجھیں۔ ذاتی کوئی غرض میں رکھتا ہی نہیں جسکی وجہ سے مجھے ناراضگی کا خوف ہو۔ یا اپنے نفس سے شرم آئے میرا جہاں تک خیال ہے ماموں صاحب قبلہ کے پاس روپیہ بچوں کی تعلیم کے واسطے بہت کافی ہے۔ اس قسم کی مدد کی اونہیں ضرورت نہیں۔ میرا مطلب غلام مرتضٰی کے اخلاقی اصلاح کے متعلق تھا۔ مثلاً یہ خاندانی مرض کہ تندرستی میں اپنے تئیں بیمار سمجھنا۔ اس کی ابتدا چھوٹی خالہ صاحبہ کی ذات سے ہوئی ہے۔ بچوں تک بھی اپنا متعدی اثر پہنچانے لگا۔ دو برس سے غلام مرتضٰی کے خط میں برابر بیماری کی شکایت ہوتی ہے۔ خط کا جواب دیتے وقت ایسی لاپروائی کرتے ہیں کہ مدت کے بعد جب سب کچھ خط کا مضمون اور امور جواب طلب بھول جاتے ہیں اوس وقت بغیر خط سامنے رکھنے کے جواب لکھتے ہیں۔ اور بیشتر امور جواب طلب کا جواب شکریہ سے ادا کرتے ہیں۔ یا مثلاً میں نے اون کے (سمسٹر) فرسٹ ایر کے امتحان کے نمبر دریافت کئے تھے کہ صحیح اندازہ اون کے کلام کا کر سکوں اوس کے جواب میں طویل سکوت کے بعد محض شکریہ لکھنا۔ ان باتوں کو میں اچھی علامت نہیں سمجھتا۔ اب ایک عرصہ سے بیماری کی شکایت میرے خط میں نہیں لکھی گئی ہے۔ اون کے خاندان میں تعویذ۔ فتیلہ۔ منتر۔ وظیفہ وغیرہ کی رسوم مجھے بہت

مضر معلوم ہوتی ہیں۔ بے محل بجائے صحیح طور پر کوشش کرنے کے منتر پڑھنا مجھے ان رسوم سے اتفاق نہیں رفتہ رفتہ امید کرتا ہوں کہ اصلاح ہو جاویگی۔ مجھے معلوم ہے کہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد ان حالات میں کیا اثر خراب ہونا ممکن ہے لیکن درحقیقت مجھے کوئی صحیح اندازہ غلام مرتضیٰ کی حالت و شوق کا کرنے کا ملا نہیں۔ تمام امور قیاسی ہیں۔ امید یہی کرتا ہوں کہ وہ برابر کوشش کر رہے ہوں گے۔ اور امتحان میں کامیاب ہوں گے۔

نمبر (۲)۔ انگریز جو اشیا بناتے ہیں اپنے جہازوں پر لادہ کر دنیا کے ہر حصہ میں لیجاتے اور دمڑی کی لاگت کی چیز کے دو آنے میں بیچتے ہیں۔ چونکہ یہ چیزیں یہ لوگ مشین کے ذریعہ سے بناتے ہیں۔ لہذا دوسری قومیں جو ہاتھ سے کام کرتی ہیں وہ نہ اتنی سستی بنا سکتے ہیں۔ نہ ایسی صاف و خوشنما بنا سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر ایک چیز خوبصورت اور سستی ہو تو اوسے چھوڑ کر بھدی اور گراں چیز کو کون خریدیگا لہذا اس سے دو اثر پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ دمڑی کی لاگت کی چیز دو آنے کو بیچنے والے خریداروں کی تمام دولت کمائی لیتے ہیں۔ خود مالدار ہو جاتے ہیں۔ اور اونہیں نقیر کئے دیتے ہیں۔ دوسرے جو دستکار اپنی دستکاری کی بدولت روٹی کماتے تھے اون کی چیزوں کو کوئی پوچھتا نہیں۔ وہ ناچار اپنا پیشہ چھوڑ کر اور محنت مزدوری کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح سے بہت سے پیشے اور حرفہ کچھ مدت یا ایک دو نسل گزرنے کے بعد بالکل معدوم ہو جاتے ہیں۔ اور سابق کے خریدار۔ اور دستکار دونوں یہ چیزیں انھی یورپ والوں سے خریدنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ کہ اگر یورپ یہ چیزیں بھیجنی بند کر دیں۔ تو خریداروں کو سخت حیرانی ہو۔ اور وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکیں جب کچھ مدت تک یہ طریقہ جاری رہتا ہے تو اس عرصہ میں یہ لوگ کافی مالدار اور ان کے خریدار کافی بے مایہ ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ جنگ میں ہمیشہ روپیہ کی بہت ضرورت

ہوتی ہے۔ اور روپیہ ان یورپ کے سوداگروں کے پاس خریداروں سے زیادہ جمع ہو جاتا ہے
یہ پھر جنگی سامان شروع کر دیتے ہیں۔ گولا بارود۔ اور رشوت ایک مدت کے بعد حکومت
تک انہیں پہنچا دیتے ہیں۔ اسی ہی ترکیب سے انھوں نے بہت سی حکومتیں حاصل
کی ہیں۔ پہلے جن کے ہاتھ چیزیں فروخت کرتے تھے۔ پھر اونہیں پر حکومت کرنے لگتے
ہیں۔ غرض دونوں صورتوں میں تجارت کی صورت میں بھی۔ اور حکومت کی صورت
میں خصوصاً۔ انکی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔ تیسرے۔ علوم اور نئی ایجادیں۔ ان لوگوں
کے پاس دولت بہت کچھ جمع ہو گئی ہے۔ حکومت ایک مدت سے ان کے ہاتھ میں ہے
یہ لازمی بات تھی کہ یہ فرصت سے علوم کو ترقی دیں۔ اور طبعیات کے ذریعہ سے
کلیں، پرزے ایجاد کرنے میں انھوں نے بہت بڑی ترقی کی ہے۔ تمام دنیا کے
قومیں جو ایسی کلیں خود نہیں بنا سکتے ان سے کلیں خریدتے ہیں۔ اونکا استعمال سیکھتے
ہیں۔

جاپان نے سب سے پہلے ان سے ایسی سرعت کے ساتھ علم حاصل کئے کہ بالآخر
مستغنی ہو گیا۔ اپنی ضرورت کی تمام چیزیں خود ہی بنانے لگا۔ اپنی آزاد حکومت حاصل
کر لی۔ اب جاپان کی حرص سے چین۔ اور قریب قریب تمام قومیں بسرعت ان سے
علم حاصل کر رہی ہیں۔ اور یہ سلسلہ ایک صدی کے قریب جاری رہے گا۔ لہٰذا کوئی توقع
اس بات کی نہیں ہے کہ یورپ کی زبانیں قریب میں سیکھنی چھوڑ دی جاویں۔ نئے علوم
کے واسطے تجارتی۔ اور پولٹیکل ضرورتوں سے یہ زبانیں برابر سیکھی جاتی رہیں گی۔ ہمارے
علماء نے بہت سخت غلطی کی کہ ہمیں انگریزی سیکھنے سے ایک مدت تک روکا۔ اور یہ غلطی
قریب قریب تمام دنیا کے مسلمانوں نے کی۔ اور سب نے نقصان اٹھایا۔

مردانہ تدبیر یہ ہونی چاہیے تھی کہ جب ہم جانتے ہیں کہ ہمارا مذہب سچا ہے تو
کیوں نہ ہم ان کی زبان سیکھیں اور اپنا مذہب انہیں سکھاویں۔ اگر ایک حد تک یہ اندیشہ ہے

کہ انکی زبان سیکھ کر ہم ان جیسے ہو جاویں گے۔ تو یہ بھی موقعہ ہے کہ انہیں اپنا جیسا بنا لیں گے۔ لیکن ایک مدت تک انہیں جاہل اور احمق سمجھتے رہے۔ اور حماقت درا صل اپنی تھی۔ موجودہ نسلوں کو خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ سپین کے عرب مسلمانوں نے یوروپ میں سب سے پہلی تہذیب کی بنیاد رکھی اور دار العلوم قائم کئے جس طرح ہم آج ہندوستان اور عرب سے یہاں آتے ہیں اوس طرح تمام یورپ کے لوگ ان سے علوم سیکھنے آتے تھے۔ لیکن یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر وہ باقی رہتے تو اس پانچسو سال کے عرصہ میں وہ بھی تو کچھ ترقی کرتے یا نہ کرتے۔ وہ باقی نہ رہے۔ جہاں انہوں نے چھوڑا تھا۔ اوس سے آگے موجودہ قوموں نے ترقی کی۔ ریل۔ تار۔ جہاز رانی وغیرہ ذرائع نے انہیں بہت مدد دی۔ اور تجارت نے دولت بھی دی اور حکومت بھی۔ اسمیں ذرا شبہ نہیں کہ ہم لوگوں سے علم ایجاد۔ دونوں میں یہ کہیں زیادہ ہیں۔ جیسے شراب نے مذہب سے عشرت بد چلنی یہ لوگ ضرور ہیں۔ ان معاملات میں ہم ان سے بہتر ہیں۔ لیکن ہم لوگ اپنے مذہب کو بری طرح استعمال کر رہے ہیں۔ اور دو باتوں میں تو اونکی اور ہماری خورشید و ذرہ کی نسبت ہے۔ اول انتظام و صفائی میں۔ دوسرے محنت پسندی و جفاکشی میں میرے نزدیک موجودہ زمانہ میں انسان کو انسان بننے کے واسطے لازمی ہے کہ یورپ کی قومیں سے تلمذ رکھے۔ جیسے ہم انسان ہیں۔ ویسے ہی یہ انسان ہیں۔ عیوب دونوں میں ہیں انمیں اور طرح کے عیوب ہیں۔ ہم میں اور طرح کے ہیں۔ لیکن اسوقت اقبال ان کا ہے عزت۔ قوت۔ حکومت۔ تجارت۔ سیاحت۔ علم ایجاد۔ سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے جو چیزیں حاصل کرنی چاہے ان سے سیکھے۔ جیسے انہوں نے پہلے ہم سے سیکھا تھا۔ اور ہم نے یونان سے۔

الغرض انگریزی سیکھنی لازمی و ضروری ہے۔ بلکہ میرے نزدیک تو ہم لوگ انگریزی کے ساتھ فرانسیسی یا جرمنی سیکھیں تو بہت اچھا ہے۔ اب ایسی تدبیر کی تلاش ہے کہ ہم لوگ

سہولت سے بھی حاصل کریں۔ اور اچھی طرح سیکھ بھی لیں۔ یوروپ کے بیشتر زبانیں قومی بہت باہم مشابہت رکھتی ہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی میں اتنا فرق ہے جتنا اردو اور فارسی میں ہے۔

بہت بڑی دقت ہمارے یہاں یہ ہے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس چیز کے واسطے کوشش کریں بعد میں روزی کیونکر کمائیں۔ خیر اس خط میں مجھے صرف تعلیم سے بحث کرنی تھی لہذا معاش کی بابت کسی آئندہ خط میں لکھوں گا۔

خلاصہ مطلب تمام طول کلام سے یہ ہے کہ خواہ آپ اچھا سمجھیں خواہ برا سمجھیں انگریزی۔ اور دوسری یورپ کی زبانیں بوجہ ضرورت زمانہ سیکھنی ضرور ہیں۔ انگریزی زبان بلادقت و مشقت آجاتی ہے۔ لیکن یہاں آکر یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا میں نے یہاں ایسے آدمی دیکھے ہیں جو دس دس اور پندرہ پندرہ سال سے ہیں۔ نہ صرف ہندوستانی بلکہ جرمنی۔ فرانسیسی۔ اٹیلین۔ سپینش۔ جو انگریزی کے چند فقرہ صحیح نہیں بول سکتے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ چیزوں کے اسما یاد کرنے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ لیکن (Verb) اور (Pronoun) کا استعمال نہیں آتا۔ لکھنے اور بولنے میں غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ تا وقتیکہ ہندوستان سے معقول ذخیرہ معلومات کا نہ لاوے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک شخص منشی عبدالعزیز نامی عیسائی یہاں تیس سال سے زیادہ سے ہیں ایک انگریز عورت سے اونہوں نے شادی بھی کرلی ہے لیکن وہ بزرگ دو فقرہ انگریزی میں نہ صحیح بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔

تمہارے واسطے میں خیال کرتا ہوں کہ بیرسٹری ہی سہل ہوگی۔ اسوجہ سے کہ جس طرز پر تمہاری ابتدائی تعلیم ہوئی ہے وہ فی نفسہ بہت اچھا طریقہ تھا لیکن مدارس کی طرز تعلیم کے موافق نہیں تھا۔ اسوجہ سے اب اس طرف آنے میں دقت اور محنت درکار ہے۔ محنت تو مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور کریں گے لیکن بے انتہا وقت کہاں سے آویگا۔

تاہم جہاں تک میں خیال کرتا ہوں میری موجودگی میں غالباً آپ نہیں آسکو گے۔ اور نہ جلدی آنا مفید ہی ہوگا۔ اگر یہاں آنا قرار پاوے۔ تو میرے نزدیک عقل مندی یہی ہوگی کہ آپ کسی نہ کسی طرح اول تو انٹرنس سے فارغ ہو جاویں۔ یہ تو از بس ضروری ہے یہاں داخلہ کا امتحان دینا پڑے گا اور اسمیں اوستادی کے پیش قرار فیس لنڈن ماہوار کے قریب دینی پڑے گی۔ اور Latin سیکھنے میں وقت صرف ہوگا۔ اور ریاضی سے نجات یہاں بھی نہ ہوگی۔ اوس کے بعد آپکے واسطے بہتر ہوگا کہ جو دس بارہ کتابیں یہاں پڑھائی میں ہیں اونہیں اوستاد سے وہاں پڑھ لو۔ فیس دونوں جگہ دینی پڑے گی۔ وہاں پڑھنے میں فائدہ یہ ہوگا۔ کہ سکونت کے مصارف سے بچو گے اور اوستاد کی فیس بھی کم ہوگی۔ اپنے گھر میں بھی رہو گے۔

یہ کتابیں پڑھنے کے بعد یہاں آجاؤ۔ تمہارے رہنے وغیرہ کا انتظام میں یہیں سے کر دوں گا۔ یہاں کسی تجارتی کوٹھی میں بطور کار آموز شریک ہو جاؤ۔ تجارت سیکھو اور وقتاً فوقتاً اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کو دوہرا کر امتحان پاس کرو۔ بیرسٹری کے چار امتحان علاوہ داخلہ پاس کرنے پڑتے ہیں۔ اور جن کتابوں میں سے امتحان ہوتا ہے وہ کتابیں مقرر ہیں۔ آیندہ خط میں مصارف کا پورا پورا تخمینہ کر کے مطلع کروں گا۔ فقط۔

نمبر (۳) میں نے جو کتاب بھیجی ہے اوس کا شکریہ زبانی چنداں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ میرے نزدیک بہترین شکریہ اوس کا یہ ہے کہ آپ اوسے تمام و کمال سمجھ کر پڑھیں۔ اگر خود نہ پڑھ سکیں تو اوستاد کی مدد سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ انگریزی نہایت پاکیزہ اور نہایت دلچسپ ہے۔ اور زبان بہت سہل بھی ہے۔ مضمون نہایت ضروری اور مفید ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اول مولوی عبداللہ ٹونکی کے ذریعہ سے اس قاعدہ کی تحقیق کر لیں۔ کہ مولوی عالم کے بعد صرف انگریزی کے امتحان کے ذریعہ سے آپ انٹرنس پاس کر سکیں گے یا نہیں۔ اگر یہ امر تحقیق ہو جاوے تو بہترین طریقہ یہی ہے کہ آپ

خواہ گھر پر رہ کر۔ خواہ لاہور جا کر۔ پہلے مولوی عالم پاس کریں۔ پھر انٹرنس سے فراغت حاصل کریں۔ بعد ش ایف۔ اے۔ بی۔ اے کا سیدھا راستہ ہے۔ بصورت سابق مولوی عالم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپکو کسی انگریزی فیملی میں داخل ہونا بہت مفید ثابت ہوگا۔

اگر مولوی فاضل کے بعد صرف انگریزی میں بی۔ اے کا امتحان دیکر آپ بی۔ اے بن سکیں۔ تو اس طول عمل سے سہل نجات ہو جاوے گی۔ بصورت آخری آپکو دل لگا کر یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ جہانتک جلد ممکن ہو آپ مولوی فاضل میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کریں۔ اور بعد میں انگریزی کا امتحان دے کر بی۔ اے ہو جاویں۔ بعد ازاں اگر وقت اور موقعہ ہوا تو ایم۔ اے بھی انگریزی یا عربی کے بن سکتے ہیں۔ اور یہ سب سے مفید طریقہ ختم تعلیم کا ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ آپ اس قاعدہ کی تحقیق بدرجۂ یقین کرلیں کہ مولوی فاضل کے بعد صرف انگریزی کا امتحان دے کر آپ بی۔ اے بن سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بن سکتے ہیں تو بھی بہترین طریقہ ہے۔ یہی سب سے سہل ہے اور یہی سب سے مختصر ہے کوئی ضرورت انٹرنس کرنے کی نہیں۔ آپکو ہمہ تن مولوی عالم۔ مولوی فاضل کی تیاری میں مصروف ہو جانا چاہیئے اور ساتھ ساتھ بہت سے انگریزی ناول۔ اور انگریزی تاریخیں۔ اور گرامر وغیرہ اچھے اوستاد کی مدد سے پڑھتے رہو۔ نیز انگریزی جواب لکھنے کی مشق پیدا کرو۔ گویا اس صورت میں آپ کا کورس یہ ہوگا:۔

ہمراہ امتحان	تیاری انگریزی
(الف) مولوی عالم	(۱) یعنی تمام انگریزی انٹرنس کورس کی کتابیں
	(۱) گرامر
	(۲) ریڈرز

(۳) ترجمہ

(۴) جواب مضمون

(ب) مولوی فاضل   (ب) ایف۔ اے کا کورس تمام

اور میرے نزدیک بی۔ اے کے بعد آپ کو عربی کا ایم۔ اے کرنا بہت سہل ہوگا۔
کیونکہ اوسمیں مولوی فاضل کیواسطے پوری پوری تیاری ہو چکی ہوگی۔

قطع نظر روزگار سے تعلیم نہایت ضروری ہے۔ خواہ آپ ملازمت کریں خواہ نکریں
آپکی تعلیم پوری کرانا آپکے والدین کا فرض اولی ہے۔ آپکے انسان بنے۔ اپنے تئیں تعلیمیافتہ
لوگوں میں شمار کرانے میں آپکا ایم۔ اے ہونا نہایت ضروری ولازمی ہے۔ اسکا افسوس
ہے کہ ابتدا میں تعلیم دوسری طرز پر ہوئی لیکن اس افسوس سے جو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے
وہ یہی ہے کہ آپ بہت سخت محنت وتندہی سے اس گرداب سے نکلنے کی کوشش کریں۔
اور احمد علی کی تعلیم ابتدا سے صحیح طریقہ پر کرائیں۔

ملازمت کی صورت یہ ہے کہ اگر آپ عربی کے ایم۔ اے ہوگئے تو آپکو کم از کم
ڈیڑھ سو دو سو ماہوار کی کسی کالج میں پروفیسری مل سکتی ہے۔ اس سے بہتر صورتیں بہت
ممکن ہیں۔ اگر آپ کی ریاست میں صیغہ تعلیم میں کوئی اچھی خدمت ہو تو اوسمیں بھی حرج نہیں
بمقابلہ صیغہ جوڈیشل کی خرابیوں اور پریشانیوں کے صیغہ تعلیم میں امن کی زندگی بسر کرنا
بہت بہتر ہے۔ اگر تجارت کرنے کی تجویز قرار پاوے تو انٹرنس پاس کرکے تعلیم کو خیرباد
کرکے انٹرنس پاس کرنا اس صورت میں بھی ضروری ہے۔ بعد انٹرنس کے پنجابی یا
پارسی فرم کے شاگردی عام لوگوں کی طرح کرنی اور کام سیکھنا ضروری ہے۔ امارت اور
دولت حاصل کرنے کا تو تجارت بہت اچھا ذریعہ ہے۔ لیکن سب کچھ پہلے تو سیکھنا پڑیگا
صحیح اصول پر تجارت کرنا سہل بات نہیں ہے لیکن آپکو حساب سیکھنا نہایت ضروری ہے۔
میں تجارت کے معاملہ میں اچھی صلاح نہیں دے سکتا ع "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"

بڑے تجارت پیشہ لوگوں سے ملاقات پیدا کرنا اون سے مشورہ لینا۔ اور کام اون کے مشورہ کے بموجب سیکھنا ضروری ہے۔ گھر کی پرورش ہمارے یہاں ایسی واہیات ہے کہ گھر میں تو بچہ سمجھتا ہے کہ میں نواب صاحب ہوں لیکن جب تلاش تعلیم۔ یا تلاش روزگار میں باہر نکلتا ہے اوسوقت قدر عافیت معلوم ہوتی ہے۔ اور سمجھ میں آتا ہے کہ جیسے اور سب ہیں ویسا ہی میں بھی ہوں۔ کم محنت اور آرام طلب ہونے میں اوروں سے بدتر ہوں۔ اگر دین محمد بی۔ اے پاس کرلے۔ اور میں اور وہ دونوں تجارت سیکھنے ایک ہی فرم میں داخل ہوں۔ تو دین محمد مجھسے جلدی۔ اور اچھی تجارت سیکھ لے۔ اسوجہ سے کہ اوسکی تربیت جفاکشی اور عدم خود بینی کے معاملہ میں مجھسے لاکھ درجہ بہتر ہوئی ہے۔ مجھ میں اور اوسمیں اگر تعلیم برابر ہو تو صرف اتنا ہی فرق ہے کہ میں اتفاق سے ذرا مالدار ماں باپ کے یہاں پیدا ہوا۔ اور وہ نہیں ہوا۔ سوائے اوس کے اور کچھ فرق نہیں۔ گھر کے معاملات سے بالکل سبکدوش ہو جانا میرے نزدیک غلط ہے۔ جو عقل لین دین کے معاملات اپنے ہاتھ سے کرنے اور انتظامات خانگی پر نگہداشت رکھنے سے آتی ہے۔ وہ کتابوں کی عقل سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اور کتابوں کے سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اسی اصول پر یہاں لڑکے سوسائیٹیاں بناتے ہیں۔ اور ان کا تمام انتظام خود کرتے ہیں۔ تاکہ معاملات کی عقل پیدا ہو۔ مثلاً سوسائٹی کا چندہ جمع کرنا اوسکا حساب رکھنا۔ آمدنی کے بموجب خرچ مقرر کرنا۔ مکان بدلنا۔ نوکر رکھنا۔ وغیرہ۔ پس آپکو قطعاً سبکدوشی معاملات خانگی سے حاصل کرنے کی کوشش میرے نزدیک نہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ اس قدر بار کاموں کا اپنے سر لے لینا چاہیئے کہ مطالعہ میں خلل انداز ہو۔

میرے نزدیک پہلا امر فیصلہ طلب جسکا فیصلہ زیادہ تر آپکی ذات سے متعلق ہے یہ ہے کہ "مجھے تعلیم کو انتہا کو پہنچانا ہے یا نہیں"۔ اگر شوق متقاضی اس امر کا ہو کہ تعلیم آپ ختم ہی کر دیں تو خواہ آخر میں تجارت قرار پاوے خواہ ملازمت پہلا نیت

مولوی فاضل ہے۔ اور دوسرا بی۔ اے۔ تیسرا ایم۔ اے۔ عربی میں۔ اگر شوق بہت
اتنی محنت کی برداشت پر مائل نہیں کرتے تو انٹرنس پاس کرنا ضروری ہے۔ اوس کے
بعد یا تو تجارت سیکھیے یا ملازمت کی تجویز کیجیے۔ یا بیرسٹری کے واسطے ولایت تشریف
لائیے۔ بصورت اول ایم۔ اے کے بعد یا صیغہ تعلیم کی ملازمت کیجیے۔ یا پھر تجارت سیکھیے
مدرسہ کی تعلیم کو حقیر سمجھ کر ایک تو بچوں کی تعلیم کی بے انتہا فکر سول لینی پڑتی
ہے۔ دوسرے مصارف زیادہ ہوتے ہیں۔ اور تیسرے وقت بہت صرف ہوتا ہے
چوتھے یا تو پچھتا پچھتا کر پھر مدرسہ ہی کا کورس اختیار کرنا پڑتا ہے یا تعلیم ادھوری چھوڑنی
پڑتی ہے۔ اور نتیجہ صفر مثلاً میری تعلیم میں مصارف بہت زیادہ ہوئے۔ وقت بھی
زیادہ صرف ہوا۔ اور نتیجہ ایسا اچھا نہوا۔ جیسا بصورت ابتدا سے مدرسہ میں داخل ہونے
کے ہوتا۔ ماموں غلام رسول بیگ صاحب کو ملاحظہ کیجیے۔ نہ اونہیں زیادہ فکر و تشویش
بچوں کی تعلیم میں کرنی پڑی۔ اور نہ وہ کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ لڑکے کو مدرسہ میں داخل
کر دیا تھا۔ بلا مصارف کثیر۔ و بلا فکر و تشویش غلام مرتضیٰ کالج میں پہنچ گئے اور راہ راست
پر چل رہے ہیں۔ احمد کے واسطے میری رائے میں بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ مدرسہ کے
جس جماعت میں داخل ہو سکے اوسمیں داخل کر دیا جائے۔ اور ایک اوستاد گھر پر رکھ دیا
جاوے۔ آہستہ آہستہ امتحان پاس کرتے کرتے بی۔ اے۔ ایم۔ اے ہو جاوے گا
ورنہ پانچویں جماعت کے واسطے اوسے گھر پر تیار کرا کے پانچویں کا امتحان دلوا دیجیے
اور چھٹی سے مدرسہ میں پڑھتا رہے گا۔ اس کے سوا جتنی صورتیں ہیں اون میں اگر مدرسہ
کی مدد نہ لیجاوے تو صرف بہت۔ فکر بہت۔ تضیع اوقات بہت۔ لیکن نتیجہ صفر سے
زیادہ نہ کم۔

بھائی یہ یاد رکھو کہ گھر پر ٹیوٹر سے پڑھنا۔ یا انگریز سے پڑھنا خواہ کسی سے ہو
اوس ہی صورت میں مفید ہے جب امتحان کی نیت سے پڑھا جاوے۔ بلا نیت امتحان

پڑھنا کچھ مفید نہیں محض وقت گزارنا ہے۔ اب یہ سمجھ کر خوش ہوتے رہیں گے کہ ہم پندرہ ۱۵ روپیہ ماہوار کے اوستاد سے پڑھتے ہیں۔ آپکے اوستاد ماہ بماہ تنخواہ سے مٹھی گرم کرتے رہیں گے۔ نہ کچھ آپکو آئے گا۔ نہ کچھ اون کا جائے گا۔ جب کبھی نتیجہ کی طرف خیال کروگے تو صفر سے زیادہ نہ ہوگا۔

اگر امتحان دوگے تو بصورت کامیابی ڈگری ملے گی۔ بصورت ناکامی معلوم ہو جائے گا۔ کہ جس طرح چاہیئے۔ اوس طرح ہم نے نہیں پڑھا تھا۔ دوسرے سال صحیح طریقہ سے پڑھوگے۔

نمبر (۴) ۔ برائے خدا لکھنو والوں کے سایہ سے متاثر نہ ہونا۔ غلام مرتضیٰ اس دفعہ ایف۔ اے کے امتحان میں شریک ہوئے ہوں گے۔ خبر نہیں کیا نتیجہ امتحان ہوا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو مطلع کیجئے گا۔ وہ بزرگ تو شاذ و نادر ہی خط لکھنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں۔

تم اخبار بھی پڑھتے ہو یا نہیں۔ یہاں بادشاہ۔ اور ممبران پارلیمنٹ سے لے کر دھوبی اور مالی کوچبان اور سائیس۔ اور راونگی عورتیں ہوشیار بچے سب روزانہ اخبار پڑھتے ہیں۔ اور صبح کے اخباروں کے علاوہ وہ شام کو نئے اخبار چھپتے اور بکتے ہیں۔ کیا کم بختوں کا انتظام ہے۔ جس روز شام کے چار بجے بادشاہ ایران نے انتقال کیا ہے اوسی ہی روز شام کو چھ بجے لندن اور تمام انگلستان میں اشتہار دوکان دوکان پر لگے ہوئے تھے کہ آج سہ پہر کو شاہ ایران فوت ہوئے۔ ہمارے ہندوستان کے اخبار تمام خبریں یہاں کے اخباروں سے نقل کرتے ہیں۔ اور دل لگی سنو ہندوستان کے اخبار لکھتے ہیں۔ آجکل اگر آپ اخبار پڑھتے ہوں گے۔ تو آپکو معلوم ہوا ہوگا کہ فرانسیسی بیرحمی سے مراکو مسلمانوں کو فنا کر رہے ہیں۔ اور تمام یورپ تماشہ دیکھ رہا ہے اگر سلطان روم سے اسکا ہزارواں حصہ بھی تشدد معتقدین کے کرشتانوں پر ہو جاوے تو

کل روس۔ انگریز۔ اہل ہسپانیہ سب اونہیں دبا دیں اور سعادونیہ کو آزاد کرادیں۔ مُور یعنی اہل مراکو جن کے اسلاف نے سپین پر آٹھ سو برس حکومت کی تھی۔ جس کا تذکرہ آپکو اوس کتاب میں ملا ہوگا جو میں نے (Moors in Spain) آپکو بھیجی تھی۔ غرض یہ لوگ ایسی بہادری سے لڑ رہے ہیں کہ یوروپ کی قوموں میں اوسکی نظیر نہیں لیکن نہ موجودہ قواعد جنگ سے واقف ہیں۔ نہ آلات حرب رکھتے ہیں۔ ہزاروں توپ کے منہ اس طرح مر رہے ہیں جس طرح شمع کے شعلہ سے پروانہ۔ یہاں کے اخباروں نے ایک معرکہ کی کیفیت میں لکھا تھا کہ مور (۲۰۰۰) شہید ہوئے اور فرانسیسی (۲) قتل ہوئے اور (۱۰) زخمی۔ انکی بہادری کی تعریفیں یہاں کے اخباروں میں چھپتی ہیں لیکن کیا فائدہ۔ کچھ مدت بعد یہ بہادر قوم بھی صفحہ ہستی سے معدوم ہو جاوے گی۔ اور بقیہ ایسا ہی بزدل بن جائے گا۔ جیسے اور محکوم قومیں مثلاً ہندوستانی۔

آپکے نواب صاحب بھی کوئی انگلستان کا اخبار خریدتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں خریدتے تو اونہیں صلاح دینی چاہیئے۔ اگر وہ فائدہ نہ اوٹھاویں گے تو اور لوگ جو فائدہ اوٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اونہی کو فائدہ ہوگا۔ تم اخبار ضرور پڑھا کرو۔

نمبر (۵)۔ غلام مرتضیٰ کے خط سے دریافت ہوا کہ وہ ریاضی میں اس دفعہ فیل ہو گئے۔ نہایت افسوس ہوا۔ لیکن مجھے پہلے ہی سے اندیشہ تھا۔ وہ یہ کہ بیشتر اون کے طرز عمل سے اور کسی قدر انکی تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اونہیں اپنے ذہن اور محنت پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہو گیا تھا۔ اور طالب علم کے واسطے یہ ناکامی کی پہلی علامت ہے۔

اصل وجہ اس قسم کے خیالات کی اس درجہ طلبہ کے کم ظرفی نہیں ہوتی جس وجہ بزرگوں کی ناواقفیت تعلیم جدید سے۔ وہ لاچار ہیں۔ نہ مدرسہ کی ضرورت اور طالب علم کی حالت سمجھتے ہیں نہ نگہداشت و نگرانی کر سکتے ہیں۔ طلبہ اپنے بزرگوں کی ناواقفیت سے

یہ فائدہ اٹھاتے ہیں کہ سہل انگاری۔ آسان پسندی میں جسکی جانب طبعی رغبت ہے
پڑجاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اکثر گھمنڈ میں پھولے رہتے ہیں کہ ایک دفعہ پاس
ہو چکے ہیں۔ بروقت تھوڑی محنت کرکے پھر پاس ہوجاویں گے۔ ناواقف ماں باپ
کے ہروقت کی تعریف اور خوشی گزشتہ کامیابی پر۔ اور بات بات پر اونکی محبت کا اظہار
انہیں اور بھی بے کار کردیتا ہے۔ نیز رفتہ رفتہ شوق اور حرص بھی کم ہوتی جاتی ہے۔
اخر یہ ہوتا ہے کہ فیل ہوجاتے ہیں۔ علاج اسکا والدین کی ناواقفی کی حالت میں کچھہ
نہیں ہوسکتا۔ اگر فیل ہونے کے بعد یا محنت سے عاجز آکر اور تھک کر پڑھنا چھوڑ
دیا تو سلسلۂ تعلیم ہی ختم ہوا۔ ورنہ فیل ہونے کی سزا اکثر آدمیوں کو درست کردیتی ہے
بہرصورت کثرت تعریف بے محل کا اثر یہ ہوتا ہے کہ لڑکے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم میں
کوئی ایسی بات ہے کہ چاہے ہم جو کچھہ کریں ہماری تعریف ہوتی رہے گی۔ اور یہ بالکل
غلط خیال ہے۔ ہمیشہ تمہارے افعال تمہیں قابل تعریف بناتے ہیں۔ ورنہ تمہاری میری
اور ننواتیلی کے نفس میں کوئی فرق نہیں۔ خدا نے تمام نفوس انسانی ایک ہی قسم کے
بنائے ہیں۔ اور سب میں ترقی کی استعداد رکھی ہے۔ اگر ایک امیر شریف آدمی
شراب خوار۔ قمار باز۔ آوارہ۔ دروغ گو۔ دھوکہ باز ہو تو اوسکا نوکر جو سچا محنتی ایماندار
نیک چلن ہے اپنے آقا کو اپنے دل میں برا ہی جانے گا۔ اور آقا خواہ مخواہ نوکر کو اپنے
سے اچھا سمجھے گا۔ غرض یہ کہ خوبی افعال و اعمال میں ہوتی ہے نہ کہ ذات و نفس میں۔
جس کا اظہار افعال کے ذریعہ سے نہ ہوسکے۔ تم اپنے نفس کو اس قسم کے بیہودہ خیالات
سے مبرا رکھنا۔

آپکے ولایت آنے کے مصارف کا اندازہ میں صحیح طور سے کرکے بھیجدوں گا
میرے نزدیک انٹرنس پاس کرنے سے قبل آنے کا خیال اچھا نہیں۔ اگر آپ انٹرنس
پاس کرکے آویں گے تو یہاں داخلہ کا امتحان معاف ہوجاویگا۔ جس میں [illegible]

و (Geometry) ریاضی الجبرا وغیرہ شامل ہے۔ اسکے پاس کرنے میں دقت پڑتی ہے۔ آپکو یہاں اوستاد کی مدد لینی پڑے گی۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ بیرسٹری میں پاس ہوجاویں +

نمبر (۶) - بہت مدت سے آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ حالات آپ سے متعلق نہیں معلوم ہوئے۔ کن خیالات میں ہو۔ کیا کر رہے ہو۔ کیا کرنے کا قصد رکھتے ہو۔ تعلیم جاری ہے یا ختم کردی۔ احمد کیا کر رہے ہیں۔ خالو صاحب احمد کی تعلیم کس اصول پر کرا رہے ہیں۔

مجھے ہزارہا باتیں قابل تحریر معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اول تو فرصت نہیں۔ اور دویم یہ کہ آپ لوگوں کو میرے نئے خیالات ایسے ہی قابل مضحکہ معلوم ہوں گے جیسے یہ خیالات ہندوستان میں مجھے سرمایہ تمسخر معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم چند امور لکھتا ہوں۔ زیادہ تر اس خیال سے کہ خالو صاحب اگر پسند فرماویں تو ممکن ہے کہ احمد علی خان کی تعلیم پر اون کا کچھ اثر پڑے۔

(۱) انگریزی کا علم۔ اور انگریزی اصول پر تعلیم بچوں کی ناگزیر ہے۔ اس کے سوا چارہ نہیں خواہ ہم اس امر کو پسند کریں یا نہ کریں۔ جو زمانہ اسوقت ہندوستان میں ہے۔ اور جو زمانہ مستقبل قریب میں آنے والا ہے اوس کے لحاظ سے ہمکو فیصلہ اس امر کا کرنا ہے کہ ہم عزت کے ساتھ ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں۔ یا نہیں۔ اگر نہیں تو کسی اسلامی ملک کو ہجرت کر جانے پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ اگر ہندوستان میں رہنا ہے۔ اور اگر انگریزوں کا تعلق ہندوستان کے ساتھ باقی ہے۔ تب یا انگریزی تعلیم حاصل کرو۔ اور یا انگریزی تعلیم یافتہ ہندؤں اور کرسٹانوں کے صف نشینی اور غلامی منظور کرو۔ اسکی تشریح افسوس ہے کہ اس خط میں نہیں کرسکتا۔ تشریح سے ایک جلد پُر ہوسکتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انگریزی تعلیم فی نفسہ کوئی اچھی چیز ہے یا کوئی مذموم و مکروہ

چیز ہے جسے طوعاً و کرہاً ہمیں ناک بھینچ کر آنکھیں بند کر کے نگل جانا ہے۔ میرے نزدیک
انگریزی اصول پر تعلیم کرنا فی الواقع بذات خود ایک صحیح طریقہ پر تعلیم کرنا ہے۔

انگریزی تعلیم کے اصول آسمان پر سے نہیں اترے۔ ابتدا اندلس کے اسلامی دار العلوم
اور مسلمان پروفیسروں سے لیئے گئے تھے۔ بعد میں یورپ کی دوا نما ترقی پسند قوموں نے
اونہیں صاف کیا۔ اور اونہیں سریع الاثر۔ صحیح الاثر۔ شدید الاثر بنایا۔ جس طرح ایک
انجن دو ہزار گھوڑوں سے زیادہ قوی اور سریع الاثر ہے۔ اس ہی طرح یونیورسٹی ایک
لاکھ مکتبوں سے زیادہ سریع الاثر۔ قوی الاثر۔ کامل الاثر۔ صحیح التاثیر۔ یہاں مجھے تشریح
سے باز رہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لیکن یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلام درحقیقت دنیا کے تمام مذاہب
سے اچھا۔ اور سچا مذہب ہے۔ مجھسے (Pembrok College) کے ایک
پروفیسر جس کا نام (Professor Browne) بڑوں سے ایک روز فرماتے تھے
کہ عربوں نے اپنی تہذیب ترقی کے ایک بہت بلند پایہ تک پہنچا دی تھی لیکن میں مصر
بھی گیا۔ مراکو میں بھی گیا۔ الجیر اٹیونس وغیرہ ممالک میں افریقہ میں پھرا اور ایشیا میں ایران و
عرب کے ممالک میں بھی گیا۔ مجھے ایک جگہ بھی ایسی درسگاہ نہیں ملی جیسی ایک زمانہ میں
(Granada Cordova) قرطبہ، غرناطہ وغیرہ میں موجود تھیں۔ یہ پروفیسر
اسلام کے بڑے مداح ہیں۔ اور دل سے چاہتے ہیں کہ اسلامی قومیں ترقی کریں لیکن
جو حالات انھوں نے اسلامی ممالک میں دیکھے ہیں اون سے بہت دل شکستہ معلوم ہوتے
ہیں۔ مجھسے کہتے تھے کہ تم لوگوں میں جو تعدد ازدواج جایز ہے۔ اسپر عیسائی قومیں بڑے
اعتراض کرتی ہیں۔ لیکن مجھے اسمیں صرف ایک نقص معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ گھر کا
چین جو بچوں کی تعلیم کے واسطے از حد ضروری ہے وہ میسر نہیں ہو سکتا۔ اور کچھہ اس
سبب سے اور کچھہ عورتوں کے غیر تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے تمہارے یہاں بچوں کے

اخلاق کی بنیاد جو ہر لحاظ سے بے انتہا ضروری ہے۔ خراب رہ جاتی ہے۔ مذہب کے لحاظ سے۔ دنیوی کامیابی کے لحاظ سے۔ اور محض انسان بننے کے لحاظ سے (Moral Character) بے انتہا ضروری ہے۔ اور یہ آجکل کے مسلمانوں میں کم پایا جاتا ہے۔ یہی شکایت میں نے انگریز مسلمانوں امریکہ کے مسلمانوں سے بھی اپنے لوگوں کی نسبت سنی۔

تم کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ میرے ایک دوست کی چھوٹی بہن جو ۸ مہینہ کی ہو حرف شناس ہے۔ اور جو لفظ بولتی ہے وہ پڑھ بھی سکتی ہے۔ یہ ماؤں کے قابل ہونے کا اثر ہے۔

خیر یہ سب کچھ طبعاً تھا جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے:۔

(۱) تعلیم کی غایت کیا ہے؟ کہ نفس کے تمام شریف قوتیں اپنے کمال کو پہنچ جائیں۔ جس طرح ہر شخص ورزش کرنے سے غلام پہلوان نہیں ہو سکتا۔ اوسی طرح ہر شخص تعلیم سے ابو سینا نہیں بن سکتا۔ لیکن غیر تعلیم یافتگی کی حالت سے بہت بہتر بن سکتا ہے۔ یعنی اس درجہ کہ گویا قلب حمیت کا اطلاق آسکتا ہے۔

(۲) اس کا طریقہ کیا ہے؟ نفس پر زور ڈالو۔ ہر قوت کی ورزش کراؤ۔

(۳) وہ کیونکر ممکن ہے؟ صحت خیال کے واسطے ریاضی و طبعیات نکر کے عمق کے واسطے فلسفہ و حکمت۔ شرافت طبع اور عملی عقل کے واسطے۔ تاریخ، جغرافیہ اور عام لٹریچر۔ اولوالعزمی کے واسطے بڑے بڑے اولوالعزموں، پیغمبروں، اولیاء اللہ کی سوانح عمری۔ اور تاریخ۔ نیز اچھے لوگوں کی صحبت وغیرہ وغیرہ۔ اور ان تمام امور کے جامع اثر کے واسطے مذہب۔ اور نیک لوگوں کی صحبت۔

(۴) یہ علوم کیونکر سکھاویں؟ اور نیک لوگوں کی کیونکر صحبت حاصل کریں؟ علوم ان لوگوں سے سیکھو جو اونہیں سب سے اچھا جانتے ہیں۔ اور اس طریقہ سے حاصل کرو جو

بہترین طریقہ مانا گیا ہے۔ اسوقت علوم جدیدکی سب سے بڑے بڑے فاضل جرمنی میں موجود ہیں۔ اور ریاضی طبعیات (Mechanics) وغیرہ کی تکمیل کیواسطے انگریز بہی کیمبرج واوکسفورڈ میں ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد جرمن جاتے ہیں۔ گو عام طور پر انگریزوں کو اہل جرمن سے اسی قدر نفرت ہے جس قدر اہل اسلام کو کفار سے۔ اہل جرمن کے بعد اہل امریکہ۔ اون کے بعد فرانس اور انگلستان کے لوگ۔ تاوقتیکہ آپ کو یہ زبانیں نہیں آئیں آپ ان لوگوں سے ان کے علوم کیونکر سیکھ سکتے ہیں +

(۵) **نیک لوگونکی صحبت کیونکر حاصل ہو؟** اسکا جواب یہ ہے کہ اگر تمہاری قوم میں نیک لوگ موجود نہیں تو درحقیقت تمہاری قوم سے زیادہ ابتر حالت میں اور کوئی قوم نہیں۔ ہر قوم کے واسطے یہ نہایت مایوسی کی حالت ہے۔ بہرکیف علاج بہی ہوسکتا ہے کہ جو کچھہ جس درجہ کے شریف نیک لوگ تمہارے یہاں موجود ہیں اون سے ملو۔ اون کے اخلاق دیکھ کر۔ اور بزرگان سلف کے حالات پڑہ کر خود بہتر بننے کی کوشش کرو۔ غیر قوموں کے شرفا سے ملو۔ غیر ممالک کی سیر کرو وغیرہ وغیرہ۔ آج کل کے فاضل یہ خیال کرتے ہیں کہ جسم اور نفس اور اخلاق کی صحت میں ایک مستقل تناسب ہے یعنی اگر آپ کی صحت جسمانی کامل نہیں تو آپ کی عقل۔ اور روح بھی کامل نہیں ہوسکتی۔ اس کے واسطے یہ لوگ دعائیں تو واجبی ہی مانگتے ہیں لیکن ورزش بہت کرتے ہیں۔ مثلاً کھیل (Hawkie Foot Ball Criket Golf Tennis Riding Rugby Rowing) وغیرہ۔ خوش باش لوگ روز صبح نہلتے ہیں۔ یہ خوبی انہوں نے ہندوں سے سیکھی ہے۔ اور نوعمر لوگ یہاں کیمبرج میں روز صبح ٹھنڈے پانی سے نہلتے ہیں (اکثر ہندوستانی آدمی بہی یہاں گرم ذرا لتے جاڑوں میں ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں)

اور کھانے پینے میں۔ چال چلن میں پوری پوری احتیاط رکھتے ہیں۔ ہمارے یہاں جو بدچلنی انگریز مردوں اور عورتوں کی نسبت مشہور ہے۔ بالکل بے اصل اور لغو ہے۔ یہاں کی شریف عورت و مرد سب اتنے ہی نیک چلن ہیں جیسے ہمارے یہاں کے شرفا۔ ادنےٰ درجہ کے لوگ جو ہمارے یہاں کے دھیئے دھنگر۔ کنگلوں کے ہم پایہ ہیں وہ ہمارے یہاں کے اس درجہ کے لوگوں سے زیادہ بدچلن ہیں لیکن اوسط درجہ کے خوشباش میاں بی بی بھی ہمارے یہاں کے شوہر و زوجہ سے زیادہ احتیاط کے ساتھ رہتے ہیں۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ عمر میں ہم سے بڑے ہوتے ہیں۔ اور اخیر عمر تک توانا۔ سرخ و سفید۔ جوان رہتے ہیں۔ یہاں بہت سے ایسے کام جو ہم لوگ سفت کی دعا سے نکالنے چاہتے ہیں۔ (Science) علم اور احتیاط و علاج وغیرہ سے بدرجہا بہتری کے ساتھ نکالے جاتے ہیں۔ خیرات وغیرہ میں ان لوگوں کا اصول یہ ہے کہ قوم کو (Community) فائدہ پہنچے یہ نہیں کہ ہم کو جنت میں حوریں ملیں یا دنیا ہی میں ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہو جائے۔ یا بیٹی کی شادی ہو جائے ان کاموں کے واسطے فکر و تدبیر و حکمت عملی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ چھوٹی خالہ صاحبہ اپنے چھوٹے بچہ کی دعائی معالجہ سے کس قدر تکلیف اٹھاتی ہیں۔ اور فائدہ صفر ہے۔ وہ تو غالبًا ناقابل علاج ہے۔ یہاں کے تعلیم یافتہ ماں نہ تو یہ دعائیں مانگتی کہ بچہ اوس حالت سے خدا کرے ستم ثانی ہو جائے۔ رنج بے شک اوسے ہوتا لیکن یہ دیکھتی کہ کہاں تک آرام ہونا ممکن ہے اوس حد تک صحیح طریقہ سے کوشش کرتی۔ اور رستم ثانی بنانے کے واسطے نہ پیر نہ فقیر پوجتی۔ اور نہ اپنے تئیں غم میں گھلاتیں۔

میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ خیرات اس قسم کے ہوتی ہیں کہ مدرسہ قایم کیا جاوے اسپتال قائم کیا جاوے۔ غربا کے واسطے کوئی ایسی جگہ بنے کہ جہاں اونہیں کوئی ہنر سکھایا جاوے کہ اپنا پیٹ پال سکیں اور اگر ہمت رکھتے ہیں تو خوش حال بن سکیں۔

اگر وریوزہ گری کیوجہ سے فقیر میں سستی کی عادت ہوگئی ہے تو سختی کے ساتھ ادسے محنت کا عادی کریں اور پیشہ کے طور پر بھیک مانگنا تو یہاں جرم ہے۔ غیر تعلیم یافتہ تو آپ کو ایک متنفس بھی اس ملک میں نہیں مل سکتا۔ بچوں کو (لڑکے لڑکیوں سب کو) ۷ برس کی عمر سے ۱۴ برس کی عمر تک مدرسہ جانا لازمی ہے نہ جاویں تو گورنمنٹ کی طرف سے ماں باپ کو جرمانہ دینا پڑے۔ جیسے ہمارے یہاں ٹیکہ لگوانا لازمی ہے ویسے یہاں تعلیم لازمی ہے۔ غریبوں کو مفت دیجاتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ڈاک کا وقت قریب آیا۔ اور میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ نہ کہہ سکا۔ مختصراً یہ کہ مغربی تعلیم کے اصول کی صحت کی یہ دلیل ہے کہ جاپان نے انہیں اصولوں کی بدولت یہ ترقی حاصل کی چین۔ ایران۔ افغانستان۔ ایشیائی۔ اور یوروپین روم۔ مصر تمام ممالک کے لوگ انکی تعلیم کے اصول پر اپنے لوگوں کو تعلیم کر رہے ہیں۔ ترک پروفیسر جو یہاں کیمبرج میں ترکی پڑھاتے ہیں اور جس کا نام "خالد خلیل" ہے اون سے مجھے معلوم ہوا کہ مصر اور ٹرکی میں مسلمان خوش باش بیگمات اکثر [illegible] سیکھتی ہیں اور بعض انگریزی اور جرمنی بھی خوب صاف لکھ بول سکتی ہیں۔ وہاں کی بیگمات نے اکثر انگریزی لباس بھی اختیار کر لیا ہے۔ خیر یہ دوسری بحث ہے اس کا یہاں موقعہ نہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ خالہ صاحب قبلہ کو احمد علی کو ڈاکٹری کے واسطے تیار کرنا چاہیئے۔ پانچویں یا چھٹی جماعت کے واسطے گھر پر پوری توجہ اور صرف کیساتھ تیار کرکے علی گڈھ کالج بھیجدینا چاہیئے۔ یا اگر اوسکی علیحدگی شاق ہو تو زیادہ سے زیادہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد اوسے ضرور علی گڈھ روانہ کردینا چاہیئے۔

مجھ کو ابھی دو بحث اور طے کرنے تھے۔ (۱) کہ ہمارے ہندوستانی مسلمان انگریزی تعلیم سے کیوں نفور رہتے اور ہیں۔ میرا جواب یہ ہی کہ ابتداءً کچھ حکومت جانے کی وجہ سے کچھ اس تکبر بیجا کی وجہ سے کہ دنیا کی جس قدر علوم ہیں سب مسلمانوں میں موجود ہیں اور

انگریزوں نے ہم ہی سے سیکھے ہیں۔ انگریزی زبان لغو ہے۔ اوران کو کوئی علم آتا جاتا
نہیں۔ کچھ اس سبب سے جن علما و فقرا پر ہمارے لوگوں کا اعتقاد تھا اور جنکی پیروی
کرتے تھے۔ وہ اتنی ہمت کے آدمی تھے کہ مغربی علوم کو سیکھتے اور انکی یا تردید کرتے
یا اونہیں اختیار کر لیتے۔ آجکل اسوجہ سے زیادہ چرچہ ہم لوگوں میں تعلیم کا نہیں کہ ابھی
مغربی تعلیم کا جسکہ ہمارے گھروں اور مجلسوں میں نہیں پیدا ہوا۔ شیخ سعدی اور حافظ
کا نام تو ہر عورت بچہ جانتا ہے۔ اون کا ذکر گھر میں کرتے ہو تو سب دلچسپی سے
سنتے ہیں۔ لیکن بحثوں سے نہ لوگ زیادہ تر واقف نہ اون کے تذکرے ہمارے گھروں
اور جلسوں میں ہوں۔ نہ اونکی قدر و کیفیت کا کوئی اندازہ کر سکے۔ خالی
ہن کے معنی دوغی" جو ہم گھر میں سنتے ہیں نہ اوس سے کوئی محفوظ ہو سکے نہ اوس کا
چرچہ ہونا ممکن ہو۔ ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ۱۵۰ برس پہلے خود انگریزوں کی بھی کیفیت
تھی جو ہماری آجکل ہے۔ ان کے پادری (Science) کو ابلیس کی ایجاد کے
ساتھ تعبیر کرتے تھے۔ انجن اور مشین کے نام سے ایسے بھاگتے تھے جیسے ہم نل کے
پانی سے بھاگتے ہیں۔ ڈاکٹری اور جراحی کو گناہ سمجھتے تھے۔ ہر ایک چیز کی قدر اسوجہ سے
کرتے تھے کہ وہ پرانی قدیم ہے پھر ایک وہ زمانہ آیا کہ ہر چیز پرانی بری اور لغو سمجھی
جانے لگی۔ اب وہ زمانہ ہے کہ جو چیز واقعی مفید معلوم ہوتی ہے اوسے اختیار
کرتے ہیں۔ اور اب بھی ہم لوگوں سے کچھ ایسے بڑھے ہوئے نہیں ہیں کہ ہم ان
جیسے نہ بن سکیں۔ لیکن کوشش شرط ہے۔ اور یہ خیال شرط ہے کہ ہر شخص دل
سے سب اپنے وطن کا بھلا چاہے۔ اپنا ذاتی بھلا کافی سمجھ کر نہ بیٹھ رہے۔

(۲) دوسرا بحث یہ کہ انگریزی زبان میں کیوں تعلیم کریں عربی میں یا فارسی میں کیوں نہ
کریں۔ ہم عربی اسواسطے ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف جو ہمارے مذہب وایمان کا
سرچشمہ و مجموعہ ہے وہ عربی میں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بحث پھر کبھی لکھونگا۔

(۲۰) گو مرحوم ابھی چندے انگلستان میں رہ کر ایل۔ایل۔ڈی) کی ڈگری اور نیز دیگر ڈگریات حاصل کرنا چاہتے تھے۔اور ہائی کورٹ لنڈن میں انزول ہوکر بیرسٹری کے کام کا تجربہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔اور اون کے والد کا بھی تقریبًا ایسا ہی ارادہ تھا۔ اونہیں بھی اونکی واپسی میں عجلت نہیں تھی کہ اتفاقًا مسٹر ابورضا سٹی مجسٹریٹ حیدرآباد کا انتقال ہوگیا اور اس طور پر سٹی مجسٹریٹ کی خدمت خالی ہوئی ۔ اور مولوی عزیز مرزا صاحب جو اسوقت جوڈیشنل و پولیس سکرٹری مدار المہام سرکار عالی تھے ۔ انہوں نے معین المہام بہادر عدالت سے ذکر کیا کہ سنہ ۱۳۱۰ف میں آپکا قصد سید محمد بشیر الدین خان صاحب کی نسبت نظامت دیوانی ضلع پر تقرر کا تھا مگر وہ بوجہ اسکے کہ اوسوقت تک بی۔اے پاس نہیں کرچکے تھے ملازمت بارج تعلیم سمجھ کر درخواست کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔اب چونکہ انگلستان میں وہ کیمبرج سے بی۔اے ہو چکے ہیں۔اور ایل۔ایل۔بی کی تعلیم بھی ختم کر چکے ہیں اور بیرسٹر بھی ہو چکے ہیں اور لنڈن ہائی کورٹ میں انزول ہوکر کام کا تجربہ کر رہے ہیں ۔ اور نظامت فوجداری بلدہ کے لئے ایسی ہی مستند تعلیم یافتہ لایق شخص کی ضرورت ہے اور وہ بلحاظ آبائی حقوق کے بھی ہنایت مستحق ہیں اور یقینًا اون کا تقرر صیغۂ عدالت کے لیے بہت کچھ مفید ہوگا اون کے خاندانی حقوق اور ذاتی لیاقت سے خود آپ بخوبی واقف ہیں۔اگر جملہ لحاظات سے خدمت مذکورہ کے لیئے اونکا انتخاب فرمایا جائے تو مناسب ہوگا۔اس کے جواب میں نواب فخر الملک بہادر معین المہام عدالت نے فرمایا کہ مجھے اس امر سے اتفاق ہے کہ اونکا انتخاب پیش کیا جائے۔آپ اون کے والد کو تحریک کا مشورہ دیجئے اور انکی تحریک اپنی رائے کے ساتھ جلد میرے پاس بھیجدیجئے۔اسکی بنا پر صاحب موصوف نے اون کے والد کو حالات سے مطلع کرکے تحریک کا مشورہ دیا اور لکھا کہ آپ فورًا اونہیں انگلستان سے طلب کرلیجئے اون کے والد نے حسب مشورہ تحریک کردی اور اونہیں بذریعہ تار تعجیلت واپسی ہندوستان کا حکم دیا۔معتمد صاحب نے بفور وصول تحریک اپنی رائے لکھ کر معین المہام بہادر

کے ملاحظہ میں پیش کردی اور معین المہام بہادر نے باتفاق رائے معتمد مرحوم کے تقرر کی سفارش فرمائی۔ معتمد صاحب اس کارروائی کو مدارالمہام بہادر کے ملاحظہ میں نہیں پیش کر چکے تھے کہ اعلیٰ حضرت خلد مکان کا اون پر عتاب ہوا اور وہ چند اشخاص کے ساتھ خارج البلد کردیئے گئے۔ اور معتمدی عدالت وکوتوالی وغیرہ پر نواب نظامت جنگ بہادر کا منصرمانہ تقرر ہوا اور انھوں نے معتمدی کا چارج لیا۔ اور مولوی عزیز مرزا صاحب نے چارج دیتے وقت کارروائی مذکورہ بطور خاص اون کی تفویض کرکے اونہیں ضروری حالات سمجھا کر یہ کہدیا کہ آپ جلد اس کارروائی کو مدارالمہام بہادر کے ملاحظہ میں پیش کرکے۔ اس کا تصفیہ کرا لیجئے۔ اور مرحوم کے والد کو بھی اس واقعہ سے مطلع کردیا۔ چونکہ اسی کے قریب زمانہ میں پیشگاہ حضرت مغفرت مکان سے کسی اور شخص کا نظامت فوجداری بلدہ پر تقرر ہوگیا۔ اسوجہ سے نواب نظامت جنگ بہادر نے مزید کارروائی نہیں کی +

(۲۱) دیگر شخص کے تقرر نظامت فوجداری بلدہ سے قبل چونکہ مرحوم اپنے والد کے حکم کی تعمیل میں ہندوستان روانہ ہوچکے تھے۔ اسوجہ سے بعد اطلاع اون کے والد کو بھی اونگی سے اون کے روکنے کا موقعہ نہیں رہا۔ اور اس کا سخت افسوس ہوا۔ کہ اون کی واپسی قبل از وقت عمل میں آئی جسکی وجہ سے ضروری کام رہ گیا۔ چونکہ وہ (پرشیا) نامی جہاز پر روانہ ہو چکے تھے جو ۲۷ رجنوری سنہ ۱۹۱۱ء کو صبح کے ۶ بجے بندرگاہ بمبئی پر آپہنچا۔ مرحوم کے والد ۲۵ رجنوری سنہ ۱۹۱۱ء سے اون کے آمد کے انتظار میں تاج محل ہوٹل میں مقیم تھے اور گو پرشیا کے داخل بندرگاہ ہونے کا علم ہوچکا تھا لیکن چونکہ مسافر وقت معینہ سے قبل نہیں اوتر سکتے اس وجہ سے وہ مسافروں کی اترنے کے وقت بندرگاہ پر گئے اور مرحوم کو اپنے ساتھ لے کر ہوٹل مذکور میں آگئے۔ اور خداوند کریم کا شکر ادا کیا کہ اوس نے بخیر وعافیت اونہیں کامیابی کے ساتھ بمبئی پہنچا دیا۔ اور مرحوم سے وہ مفصل حالات بھی بیان کردیئے جنکی وجہ سے وہ اونکی طلبی پر مجبور تھے۔ اور سوء اتفاق سے اوس کا جو نتیجہ ہوا وہ بھی کہدیا +

(۲۲) بعد غور مرحوم کے والد کی رائے یہ قرار پائی کہ بحالات موجودہ مناسب یہ ہوگا کہ
بمبئی ہائی کورٹ میں مرحوم انرول ہو کر بمبئی میں پراکٹس شروع کردیں تاکہ قانونی پیشہ کے
کام کا تجربہ ہو جو ایک حد تک جوڈیشل ملازمت کے لئے بھی مفید ہوگا۔ لیکن اس سے
متعلق جب بمبئی کے اہل الرائے اشخاص سے مشورہ کیا تو معلوم ہوا کہ بمبئی ہائی کورٹ میں
اولاً انرول ہونا بہت مشکل ہے اسلئے کہ بمبئی ہائی کورٹ کی بیرسٹروں کی معینہ تعداد پوری
ہے مزید بیرسٹروں کو انرول کرنا ہائی کورٹ کی مصلحت کے خلاف ہے اسی وجہ سے بہت سے
بیرسٹروں کی ایسی درخواستیں نامنظور ہو رہی ہیں۔ اور بصورت انرول ہوجانے کے بھی
بلاوساطت سولیسٹروں کے کام نہیں مل سکتا اور سولیسٹر بلحاظ اپنی اغراض کے عمل رکھتے
ہیں جیسے جس قدر مناسب سمجھتے ہیں کام دیتے ہیں یا نہیں دیتے ہیں۔ مرحوم کی طبیعت
جس قسم کی تھی اوس سے اونہیں اور سولیسٹروں سے موافقت مشکل معلوم ہوتی تھی بہرحال
چونکہ مرحوم کے والدہ اون کے لئے بہت بے قرار تھیں اور جلد اون سے ملنا چاہتی تھیں
اور وہ خود بھی دہلی جانے کے لئے مستعجل تھے۔ لہذا اون کے والد نے مناسب سمجھا کہ وہ
اونہیں پہلے دہلی جانے دیں۔ تاکہ وہ اپنے احباب سے اور اعزہ سے مل آئیں اسکے بعد انرول
ہونے کی درخواست کرنی چاہیئے۔ ورنہ کام شروع کرنے کے بعد دہلی جانا مشکل ہوگا اور اونہیں
دہلی روانہ کردیا۔ وہاں سے ماہ مارچ میں مرحوم اورنگ آباد واپس آئے اور چونکہ اسوقت
بجز اسکے چارہ نہیں تھا کہ جوڈیشل ملازمت ملنے تک کسی ایسے کام میں اونہیں مصروف
رکھا جائے جس سے اونکی تعلیم مستحضر رہے ۔۔

(۲۳) چیف جسٹس ہائی کورٹ بمبئی مرحوم کے والد کو جانتے تھے اور مرحوم کی لیاقت سے
متعلق سارٹیفکٹ بہت غیر معمولی تھے۔ جنسے معلوم ہوتا تھا کہ مرحوم غیر معمولی دل ودماغ
کے آدمی ہیں۔ انکی طرف سے کامیابی کا خیال ہوتا تھا لہذا مرحوم کے والد کی یہی رائے قرار
پائی کہ وہ ہائی کورٹ میں انرول ہونے کے لئے درخواست کریں۔ لہذا اونہیں ۲۵ مارچ کو

بمبئی روانہ کردیا اور انھوں نے ۲۹ مارچ کو ہائی کورٹ میں انرول ہونے کے لیئے درخواست پیش کردی جس کے جواب میں رجسٹرار ہائی کورٹ بمبئی نے بذریعہ مراسلہ نشانی ۹۷۲ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۱۱ء چیف جسٹس صاحب اور جسٹس صاحبوں کی بالاتفاق منظوری درخواست کی اطلاع دے کر پانچسو روپیہ فیس کے داخل کرنے کے لیئے لکھا۔ ۸ اپریل ۱۹۱۱ء کو رقم مذکورہ داخل کردی اور ۱۰ اپریل روز دوشنبہ کو بوقت گیارہ بجے دن کے بغرض انرول کے جانے کے مرحوم کو طلب کیا گیا۔ چنانچہ مرحوم بوقت مذکور ہائی کورٹ میں گئے اور حسب قاعدہ اونہیں انرول کر لیا گیا۔ مسٹر کپٹن سرلیسٹر کے فرم میں مرحوم شریک ہوگئے۔

(۲۴) مسٹر کپٹن نے ایک ٹی پارٹی کی تقریب میں ۸ اپریل کو بمبئی کے اکثر بیرسٹروں اور قانون پیشہ اشخاص کو اور مرحوم کو بلایا اور ۹ اپریل کو لنچ کی دعوت دی مرحوم نے بھی اونہیں ۱۰ اپریل کو مع اون کے بھائی کے تاج محل ہوٹل میں ڈنر دیا۔ اور ۱۱ اپریل روز سہ شنبہ کو مرحوم بمبئی سے اورنگ آباد روانہ ہوگئے اسلیئے کہ بمبئی میں گرمی زیادہ تھی اور گرمی سے اون کے جسم پر گرمی دانہ نکل آئے تھے۔ اور قریب تھا ہائی کورٹ بمبئی تعطیل گرما کی وجہ سے بند ہونے والا تھا اور تا افتتاح ہائی کورٹ پراکٹس کا موقعہ نہیں تھا اوسی روز شب کے بارہ بجے کے قریب بخیر و عافیت اورنگ آباد آپہونچے اور گو اسوقت اون کا ارادہ اورنگ آباد میں ایام گرما بسر کرکے بمبئی واپس جانے کا تھا۔

(۲۵) چونکہ لوگوں کو ان کے انرول ہونے اور کام شروع کرنے کی اطلاع ہوگئی تھی جسکی بنیاد پر بعض اہل مقدمات اون کے پاس اورنگ آباد پہونچے اور انھوں نے اپنے مقدمات اونکی تفویض کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور مقدمات کے حالات اونہیں سمجھائے منجملہ اون کے ایک سری قادر شاہ صاحب تھے جن کے والد جیاجی رائو سندھیا مہاراجہ گوالیار کے مرشد تھے۔ اور ۲۹ مواضعات کی اونکی جاگیر جو ضلع متھرا میں واقع تھی مہاراجہ بہادر نے تحریک فرماکر بالمعاوضہ اپنی ریاست میں منتقل کرائے تھے۔ چونکہ صاحب موصوف نے

سری قادر شاہ صاحب کو بہت ہی کم عمر چھوڑکر انتقال کیا تھا۔ اسلئے ریاست سے
اونکی جاگیر وغیرہ کا بصیغہ کورٹ اوف وارڈز انتظام کیا گیا تھا اور نابالغ بھی زیر نگرانی
کورٹ اوف وارڈز تھے۔ اون کے والد کے ساتھ جو طریقہ عمل تعظیم و تکریم کا رکھا گیا تھا
وہی طریقہ نابالغ کے ساتھ بھی ملحوظ تھا اور جو دیگر جاگیرات مرحوم کے ملک سرکار نظام
یا سرکار انگریزی میں واقع تھے وہ بھی ریاست کے صیغہ کورٹ اوف وارڈز کی
زیر نگرانی تھے۔ ضلع احمد نگر ملک سرکار انگریزی میں جو چار مواضعات جاگیر تھے وہ بصیغہ
انعام بوجہ فوتی جاگیردار ضبط تھے۔ اور بوجہ کم توجہی کورٹ آف وارڈز ریاست اوس
وقت تک واگزاشت نہیں ہوسکے تھے۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ اون مواضعات
کی آمدنی بدامانت ضلع مذکور میں جمع ہوچکے تھے۔ اور گو قادر شاہ صاحب کی عمر
حد بلوغ سے متجاوز ہوگئی تھی۔ لیکن عہدہ داران صیغہ کورٹ ریاست کی رائے
میں وہ اس قابل نہیں تھے کہ نگرانی کورٹ اٹھالیجائے۔ اور اونکی خواہش یہ تھی کہ وہ
خود مختار ہوجائیں۔ اور مہاراجہ بہادر خلاف رائے عہدہ داران انہیں خود مختار
کرنے میں متامل تھے۔ اور تحصیلدار جاگیرات واقع ملک سرکار نظام مولوی قطب الدین
صاحب تھے۔ جنکے مقاصد زیادہ تر اون کے خود مختاری پر مبنی تھے۔ لہذا انھوں نے
شاہ صاحب کے ذہن نشین کردیا کہ جائداد چونکہ نہایت کثیر ہے لہذا راجہ صاحب
نگرانی کورٹ سے واگزاشت نہیں کرنا چاہتے۔ نہ آیندہ واگزاشت کی امید ہے
جس سے کہ وہ مجبور رہوں۔ اور بہتر تدبیر یہ ہے کہ آپ بلا اطلاع راجہ صاحب کے
گوالیار سے ملک نظام میں چلے جائیں اور اپنی جاگیرات واقع ملک سرکار نظام
پر میں آپ کو قبضہ دے دونگا۔ اسطور پر آپ بااختیار ہوجائینگے۔ اور اس کے بعد
آپ کو دیگر جائداد بھی مل سکے گی۔ چنانچہ شاہ صاحب نے یہی کیا اور راجہ صاحب نے
سرکار نظام کو شاہ صاحب کے نااہل ہونے اور صیغہ کورٹ کے انتظام کی ضرورت

باور کرا کے جاگیرات پر کورٹ کا قبضہ ہونے کی درخواست کی اور اپنے ہاں سے
چیف جسٹس کو پیروی کے لیے بھیجا مگر چونکہ شاہ صاحب مسلوب الحواس تھے وہ ناقابل
انتظام جاگیرات تھے - بالآخر سرکار عالی نے مہاراجہ بہادر کی درخواست نامنظور کی - اور
شاہ صاحب کا قبضہ جاگیرات پر بحال رکھا - لہذا وہ چاہتے تھے کہ مہاراجہ گوالیار پر
نالش کرکے اون سے اپنی جاگیرات وغیرہ پر قبضہ لیں - اسلیئے وہ مرحوم کے پاس آئے
تھے اور ان سے یہ خواہش کی تھی کہ پہلے آپ ضلع احمد نگر کے جاگیرات واگزاشت کرائیے
اور محاصل مجتمعہ وصول کیجئے اس کے بعد اوس روپیہ سے راجہ صاحب پر نالش کیجئے مرحوم
نے جب حالات معلوم کیئے تو اونہیں تحقیق ہوا کہ گورنر بمبئی شاہ صاحب کے نام بحالی جاگیرات
و استرداد محاصل مجتمعہ سے متعلق رائے لکھ چکے مگر بوجہ عدم پیروی ہنوز اس تحریر کے بموجب
سکرٹری اوف اسٹیٹ کی منظوری نہیں حاصل ہوئی جس سے متعلق کارروائی کی ضرورت
ہے - بعد منظوری سکرٹری اوف اسٹیٹ جاگیرات پر بھی قبضہ مل جائے گا - اور محاصل
بھی وصول ہو جائے گا - چونکہ اوس زمانہ میں تعطیل گرما شروع ہو گئی تھی مرحوم نے شاہ صاحب
کو یہ جواب دیا کہ ختم تعطیل گرما کے بعد آیئے تو کارروائی شروع کی جائے گی - درحقیقت یہ
بہت نامی مقدمہ تھا - جسمیں فیس بھی ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ ملنے کی امید تھی اور اوس
میں کامیابی اونکی شہرت کا باعث تھی - اولاً تو شاہ صاحب نے ختم تعطیل گرما کے بعد پیروی
کے لیئے آنے میں دیر کردی - سوا اس کے ختم تعطیل گرما کے بعد مرحوم کا مزاج بھی اچھا
نہیں رہا - انگلستان کی سرد آب وہوا سے چونکہ ہندوستان کے گرم ہوا میں آنا پڑا
اور قریب ہی زمانہ میں یہاں گرمی شروع ہو گئی جس کا مقابلہ اون کے لیئے دشوار تھا اس
وجہ سے اور نیز انگلستان میں سرخ مرچ کا استعمال مطلقاً نہیں تھا - نہ ہندوستانی
مصالحہ وہاں کام میں آتا تھا باوجود احتیاط کے بھی ہندوستانی مصالحہ کا مع کسی قدر سرخ
مرچ کے کھانا کھانا پڑتا تھا اس سے بھی اونہیں نقصان ہوا - اور سخت پیچش ہو گئی جسمیں

کئی ماہ تک وہ مبتلا رہے۔ اون کے والد ابتدا ہی سے بیرسٹری کے مخالف تھے اور انکی رائے تھی کہ مرحوم سرکار نظام کی ملازمت اختیار کریں اسلیئے کہ بجز مرحوم کے اون کے خاندان میں کوئی شخص قابل ملازمت باقی نہیں تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ سلسلہ ملازمت جو کئی پشت سے چلا آتا ہے۔ آیندہ بھی قایم رہے۔ لہذا وہ مارچ واپس بمبئی گئے۔ اور سرکار عالی میں اونکی ملازمت سے متعلق کارروائی کر رہے تھے۔ چنانچہ مرحوم اونریری ڈسٹرکٹ جج مقرر ہو گئے تھے تاکہ عدالتی کام کا عملی طور پر تجربہ حاصل کریں اسوجہ سے وہ بمبئی واپس نہ جا سکے۔ اور شاہ صاحب جب ان کے ڈسٹرکٹ جج کے بعد پہنچے تب انھوں نے بوجہ سرکاری خدمت کے معذرت ظاہر کی اور اونہیں ضروری ہدایت دیکر کسی اور بیرسٹر کے پاس بھیجدیا۔

(۲۵) گو بمبئی کے بیرسٹروں اور دیگر قانون پیشہ اشخاص نے اون کے خیال ملازمت سرکار عالی سے سخت مخالفت کر کے بار ہا اونہیں اون نقصانات سے مطلع کیا جو ملازمت میں لازمی تھے اور نیز اون کے والد کو بھی اس سے متعلق بہت کچھ لکھا لیکن اون پر سرکار عالی کی عقیدت اور خیر اندیشی اس قدر غالب تھی کہ وہ بمقابلہ سرکار عالی کے اپنے ذاتی نقصانات جس قدر ہوں اونہیں گوارا کرتے تھے اور اوس کے برعکس جس قدر فوائد ہوں اونکی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جب اونہیں مالی فوائد سمجھائے جاتے تھے تو نہایت لاپروائی کے ساتھ یہ کہدیتے تھے۔ کہ دیگر مقامات کی کثیر آمدنی سے سرکار عالی کی تھوڑی ہی آمدنی اچھی ہے اور نقصانات جب سمجھائے جاتے تھے تو کہتے تھے کہ اس قسم کے واقعات ہر گورنمنٹ میں پیش آنے ممکن ہیں۔ ہر چند بعض مدبران بمبئی نے سمجھایا کہ اگر ملازمت ہی کرنی ہے تو سرکار انگریزی کی ملازمت کرنی چاہیئے۔ جو بلا دقت مل سکتی ہے۔ اور بعض اہلحکومت اوس سے متعلق امداد پر آمادہ ہیں۔ ریاست کی ملازمت میں بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ نہ علم و لیاقت کی کچھ قدر ہوگی۔ نہ خدمات کی کچھ قدر ہوگی۔ اسلیئے کہ وہاں کا طریقہ عمل

بیشتر سازشوں اور مختلف اثرات پر مبنی ہے نہ کسی کے علم ولیاقت کو کوئی سمجھتا ہے نہ کام کو
کما حقہ غور کر کے کارگزاری کی نسبت رائے قایم کی جاتی ہے نہ کارگزاری کا بروقت
صلہ دیا جاتا ہے۔ نہ صرف لیاقت و کارگزاری سے کسی شخص کو بجز خاص قسم کے اثرات
اور تدابیر کے ترقی مل سکتی ہے۔ پس ریاست کی ملازمت میں مرحوم کو پھنسانا از حد
مضر ہے۔ لیکن مرحوم کے والد کچھ متاثر نہیں ہوئے۔ اور مرحوم نے اپنے والد کی مرضی
سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ حالانکہ مرحوم کے انزول ہونے کے قریب جن بیرسٹروں نے
کام شروع کیا تھا۔ اونکی آمدنی مرحوم کی مددگاری معتمدی تک اس قدر ہوگئی تھی کہ وہ بمشاہرہ
مرحوم محرر رکھ سکتے تھے اور مرحوم کو ملازمت سے باز رکھنے کے لیئے بہت کچھ لکھ چکے تھے
اور خود مرحوم بھی نتائج کو سمجھ کر ملازمت کو برا سمجھنے لگے تھے۔ لیکن صرف اپنے والد کی
آزردگی کے خیال سے ملازمت سے باز نہیں آسکتے تھے۔

(۲۶) اسی کے قریب زمانہ میں دہلی میں شہنشاہی دربار تاج پوشی ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء
میں قرار پایا تھا۔ اور اکثر بمبئی کے بیرسٹر اور سولیسٹر دربار مذکور میں شرکت کی فکر کر رہے تھے
مرحوم کو بھی شرکت دربار کا خیال پیدا ہوا۔ چونکہ اونکی والدہ کی جاگیر ضلع بلدانہ۔ ملک برار
میں واقع تھی اور اس سے متعلق انہوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع مذکور کو لکھا کہ آپ شرکت
دربار کے لیئے اپنے ضلع کے معززین کا نام پیش کریں گے۔ لہذا اس کام میں بھی مستحق ہوں
کہ اون میں میرا نام بھی شریک رہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے ضلع مرحوم کی اس استدعا
کو بخوشی منظور کیا اور جو تحریک انھوں نے کی اوسمیں مرحوم کا نام بھی پیش کر دیا۔ اور بعد
منظوری گورنمنٹ انکو مطلع کر دیا۔ اس طور پر یہ بھی دربار میں مدعو ہو گئے چونکہ ۱۲ ردسمبر کو دربار
قرار پایا تھا۔ لہذا ضرور تھا کہ یہ تاریخ دربار سے قبل دہلی پہنچ جائیں۔ پس نومبر کے آخری
ہفتہ میں یہ اورنگ آباد سے دہلی روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد انہیں بہت سے
مہمانوں کے قیام اور خورد و نوش کا انتظام کرنا پڑا۔ اکثر ایسے اشخاص جنہیں مرحوم سے تعارف

تھا اوس زمانہ میں دہلی آگئے تھے۔ انہیں بربنائے تحریک صاحب ضلع بلدانہ کارڈ تو ملا۔
لیکن وہ کارڈ چونکہ اعلےٰ درجہ کا نہیں تھا۔ لہذا مرحوم چیف کمشنر صاحب سینٹرل پرونس
سے ملے اور اون سے بیان کیا کہ وہ سلاطین مغرب الاقصےٰ کی نسل سے اور اون کے بزرگ
سلاطین مغلیہ کے اعلیٰ درجہ کے معزز امرا و جاگیرداروں میں سے تھے اون کے دادا سلطنت
مغلیہ کے چیف جسٹس اور اعلیٰ درجہ کے امرا سلطنت میں سے تھے۔ اور ختم سلطنت مغلیہ
تک اون کے بزرگوں کو سلاطین مغلیہ سے تعلق رہا۔ اور نہایت واجب التعظیم سمجھے گئے انقلاب
سلطنت کے بعد سے گورنمنٹ اوف انڈیا کے خیرخواہ رہے۔ خصوصاً ۱۸۵۷ء کے
غدر میں بعد ازاں سرکار نظام کے ہاں اعلیٰ عہدوں پر مامور ہیں۔ پس جس درجہ کا کارڈ مرحمت
ہوا ہے اوس کے استعمال میں تامل ہے لہذا میں شرکت دربار سے معافی چاہتا ہوں۔
اگر مجھے شریک دربار فرمایا جاتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا کارڈ مرحمت ہو۔ کارڈ مرحمت شدہ
کے استعمال سے میں اپنی تذلیل خیال کرتا ہوں۔ چیف کمشنر صاحب نے حالات سمجھنے کے
بعد مرحوم کو اعلیٰ درجہ کا کارڈ (بلاک سی نمبر ۲۲۳) عنایت فرمایا۔ تاریخ وقت معینہ پر مرحوم
نے شرکت دربار کا شرف حاصل کیا اور ۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو ایک دوسرے سبز کارڈ کے
ذریعہ سے شہنشاہ سے ملے اور دربار سے متعلق کل جلسوں میں شریک رہے اور سرکار
نظام کے اعلیٰ امرا اور عہدہ داروں اور ریذیڈنسی کے حکام سے جو دربار میں مدعو تھے دربار
میں بھی ملے اور نیز دیگر جلسوں میں اور سب سے ایک حد تک مرحوم سے تعارف ہو گیا۔

اس سفر میں مرحوم نے اپنے برادر خورد حافظ نذیر الدین صاحب کا عقد بھی معزز سادات
کے خاندان میں کرا دیا۔ تاکہ معذوری کی حالت میں آیندہ اون کا ایک رفیق اور مددگار رہے
اور سلسلۂ نسل بھی قائم رہے۔ اور آخر جنوری سنہ ۱۹۱۲ء میں مرحوم اورنگ آباد واپس آئے۔

(۴۷) چونکہ اوس زمانہ میں حیدرآباد میں طاعون کا شدید دورہ ہوا تھا۔ اسوجہ سے
اعلیٰ حضرت بغرض تبدیل آب و ہوا اورنگ آباد تشریف لے آئے تھے۔ یہاں مرحوم اعلیحضرت

کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے - اور چونکہ اعلیٰ حضرت کو مرحوم کے علم و فضل اور ان کے بزرگوں کے خاندانی حالات اور اونکی خدمات کے حالات معلوم ہو چکے تھے - لہذا اعلیٰ حضرت کی نظر مکرمت اون پر مبذول رہی - اور اعلیٰ حضرت نے اونہیں بغرض نوازش نواب میر شجاعت علی خان صاحب بہادر صاحبزادہ با اقبال کے تسمیہ خوانی کی تقریب کے ڈنر میں نہم مارچ ۱۹۱۲ء کو مدعو فرمایا اور بعد ازان نواب میر احمد علی خان صاحب بہادر صاحبزادہ اقبال مندی سالگرہ کی تقریب کے ڈنر میں ۱۷ مارچ ۱۹۱۲ء کو یاد فرمایا اور مرحوم دونوں دعوتوں میں اعلیٰ حضرت کے ڈنر میں شرکت سے شرفیاب ہوئے اوسی زمانہ میں سر یمین السلطنت مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مدار المہام سرکار عالی کی خدمت میں اونہیں اکثر باریابی کا موقعہ ملا اور نیز نواب کرنل سر افسر الملک بہادر اور مولوی انوار اللہ شاہ صاحب اور ڈاکٹر شاہ میر خان صاحب اسٹاف سرجن اور نواب صادق جنگ بہادر ایڈی سے اور مولوی احمد حسین صاحب چیف سکرٹری اور اکثر اعلیٰ حضرت کے آستانہ کے لوگوں سے ملاقات رہی اور سب حضرات کے دل میں مرحوم کی وقعت پیدا ہو گئی - اورنگ آباد سے اعلیٰ حضرت کی واپسی کے وقت مرحوم بھی ریلوے اسٹیشن پر گئے اور اعلیٰ حضرت کو نذر دی -

بعد ازان جبکہ اعلیٰ حضرت اجمیر شریف سے براہ منماڑ بلدہ واپس تشریف لاتے تھے - تب بھی مرحوم اپنے والد کے ساتھ منماڑ گئے اور وہاں اعلیٰ حضرت سے ملے اور تا قیام اسپیشل اعلیٰ حضرت اون سے التفات کے ساتھ باتیں کرتے رہے - اس طرح پر اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی سے ایک حد تک مرحوم کا تعارف ہو گیا۔

(۲۸) ان کی واپسی انگلستان سے قبل چونکہ سرکار عالی میں (نظامت دار القضا مولوی آباد) اعلیٰ ہوئی تھی جو مذہبی خدمت تھی اور جس کے لئے مستند عالم علوم دینیات کی ضرورت تھی - اور بلحاظ تعلیم کے یہاں کی موجودہ امیدواروں سے مرجح تھی - لہذا ان کے والد نے

باظہاران کے حالات کے سرکار سے درخواست کی کہ امیدواران خدمت مذکورہ کے ساتھ بلحاظ قابلیت کے ان کے حقوق پر بھی غور کیا جائے جسکی بنیاد پر معتمد صاحب عدالت نے بذریعہ مراسلہ نشان ۱۵۹ مورخہ ۸۔ اردی بہشت ۱۳۲۹ف ہائیکورٹ کو لکھا کہ

اس خدمت کا انتظام پیشگاہ اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی میں قبل ازیں گزرانا جاچکا ہے۔ لہذا آیندہ بروقت مخلوئی جائداوان کا نام پیش کیا جائے +

اور ہائی کورٹ میں اسکی تعمیل میں ان کے والد سے اون کی لیاقت کے حالات بذریعہ مراسلہ نشان ۱۲۷ مورخہ یکم اردی ۱۳۲۹ف دریافت کئے گئے۔ جس کے جواب میں انھوں نے بذریعہ مراسلہ صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد نشان ۱۳۱۹ مورخہ ۱۳ اردی بہشت ۱۳۲۹ف کو لکھا کہ

میرے اس لڑکے کا نام بشیر الدین احمد ہے جسکی ابتدائی تعلیم ہندوستان کے قدیم طریقۂ تعلیم کے مطابق ہوئی اور علوم اسلامیہ کو مکمل طور پر پڑھ کر فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے بغرض امتحان وکالت قانون کی کتابیں پڑہیں اور امتحان کے لیے تیار ہوئے اوسی زمانہ میں انھوں نے ایک عرصہ تک عدالتی عملہ کا ہر ایک صیغہ کا کام بھی سیکھا اور نیز تحقیقات و تجویز کا کام بھی۔ اس کے بعد انھوں نے انگریزی تعلیم میں کامیابی کی کوشش شروع کی چونکہ ۱۳۲۸ف تک میرا قصد انہیں تکمیل کے لیے انگلستان بھیجنے کا نہیں تھا۔ اسوجہ سے میں سلسلۂ تعلیم ختم کرانا چاہتا تھا۔ سرکار نے اوسی زمانہ میں انہیں صدر منصفی دینے کا ارادہ فرمایا تھا اور درخواست پیش کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر چونکہ اوسوقت تک یہ بی۔ اے پاس نہیں کرچکے تھے۔ اس لئے انہیں ملازمت شروع کرنے میں تامل تھا۔ یہ بی۔ اے پاس کرنے تک ملازمت نہیں شروع کرنا چاہتے تھے۔ اور بالآخر بلحاظ ان کے خیالات کے میں نے بھی انکی تعلیم روکنی نامناسب خیال کی اسوجہ سے نہ درخواست پیش کی گئی نہ سرکار کے خیال ہمت دہی کا

ظہور ہوا۔ اور بی۔ اے۔ پاس کرنے کے بعد انہوں نے تکمیل تعلیم کے لیے انگلستان جانے پر اصرار کیا۔ لہذا میں نے بھی انہیں انگلستان بھیج دیا۔ وہاں جانے کے بعد انھوں نے کیمبرج میں بی۔ اے کی تعلیم کے تکمیل کی اور نٹل لینگویج میں علوم اسلامیہ کو لیا اور دو سال میں تکمیل تعلیم کر کے کامیابی کے ساتھ کیمبرج کا بی۔ اے پاس کر لیا۔ سال حال میں انہیں ایم۔ اے کی ڈگری مل گئی ہوگی۔ پس علاوہ انگریزی کے ایم۔ اے ہونے کے یہ علوم اسلامیہ (یعنی فقہ۔ حدیث تفسیر وغیرہ) میں بھی ایم۔ اے ہونگے بیرسٹری کی بھی سب امتحان پاس کر کے سند بیرسٹری حاصل کر چکے ہیں۔ ایل۔ ایل بی کی تعلیم بھی یہ ختم کر چکے ماہ جون سنہ حال میں قوی امید ہے کہ انہیں کیمبرج سے ایل۔ ایل۔ بی کی بھی قانونی ڈگری مل جائے گی۔

چونکہ نظامت دارالقضا ایک مذہبی عہدہ ہے جسکے لیے ضرور ہے کہ مستند عالم منتخب ہو۔ اور بلحاظ تعلیم قدیمہ کے یہ فارغ التحصیل ہیں۔ اور بلحاظ تعلیم جدیدہ کے علوم اسلامیہ کے ایم۔ اے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے قانونی معلومات بھی انہیں اعلی درجہ کی حاصل ہے۔ اسوجہ سے میں نے مناسب خیال کیا تھا کہ اس موقعہ پر یاددہی کردوں تاکہ خدمت مذکورہ کے امیدواروں کی لیاقتوں پر بالمقابلہ سرکار کی نظر پڑسکے اور بلحاظ استحقاق کے لحاظ سے انتخاب ہو سکے۔

گو اسناد تعلیم اور سارٹیفکٹ بہت سے ہیں لیکن بالفعل میں (۶) نقول کا پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ جو نقول مصدقہ اس کے ساتھ منسلک ہیں۔

نقل حرف (الیف) ایچ۔ جے ایڈورڈس ایم۔ اے ٹیوٹر۔ فیلو۔ اور ڈین پیٹر ہوس کی وہ تحریک ہے جو انھوں نے سر رابرٹ فنلی کی خدمت میں انکی بیرسٹری کے کال کے لیئے کی تھی۔ چونکہ انہیں بہت مدت تک انکی نگرانی کرنے کا موقع ملا تھا وہ جلہ حالات کے علم کے ساتھ ان کی نسبت رائے قائم کر سکتے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

"میں مسٹر ایس۔ بی۔ احمد بی۔ اے۔ ممبر کالج ہذا کے قابل تشکیل اخلاق کی تصدیق کرنے سے مسرت حاصل کرتا ہوں۔ ان کے زمانہ قیام کیمبرج میں مجھے ان سے بخوبی واقفیت رہی ہے اور یہ ہمیشہ مجھ کو نہایت خلیق اور مہذب معلوم ہوتے ہیں"

اور آخر میں انھوں نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میرے علم میں بلحاظ اخلاق اور بلحاظ علمیت کوئی شخص ان سے زیادہ بیرسٹری کے کال کا مستحق نہیں ہے"

نقل حرف (ھ) پرسی۔ ایچ۔ ونفیلڈ۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ایم بیرسٹر ایٹ لا کی تحریر ہے کہ جو ڈائرکٹر تعلیم قانون ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے ایک سال میں ان کی پڑھائی کی کیفیت سے پوری۔ پوری واقفیت رہی ہے میں ان کے مستقل طور پر باقاعدہ کام کرنے سے متاثر ہوا ہوں۔ اور اس سے بھی زیادہ اوس ذاتی جودت طبع سے جس کا اظہار ان کے کام سے ہوتا تھا"

آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے یقین ہے کہ جس ملک میں یہ جائیں اوس ملک کے پیشہ قانون کے واسطے یہ موجب فخر ہوں گے"

ان دونوں تحریروں سے اونکی تہذیب ان کے اخلاق ان کے رویہ کی نسبت بخوبی رائے قائم ہو سکتی ہے۔ نقل حرف (ب) بیرسٹری کی سند ہے اور نیز نقول حرف (ج) و (د) بھی بیرسٹری کے متعلق ہیں۔ نقل حرف (ف) ہائی کورٹ لندن میں ان کے انرول ہونے کی سند ہے۔ جہاں کچھ عرصہ تک انھوں نے کام سیکھا ہے۔ گو ان کی خواہش اور زیادہ عرصہ تک ہائی کورٹ لندن میں کام کا تجربہ حاصل کرنے کی تھی۔

لیکن ویسے انہیں ہندوستان کے واپسی پر مجبور کیا اور عنقریب وہ ہندوستان واپس آتے ہیں۔ امید ہے کہ بوقت خلوئے جاںداد مناسب عدالت عالیہ ان کا انتخاب فرماکر سرکار میں بغرض منظوری پیش فرمائینگے۔ چونکہ موروثی و آبائی حقوق سے انکی عدالت عالیہ خود بخود واقف ہے۔ اسلیئے اسکے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خود عدالت عالیہ بوقت تحریک قدیمی حقوق بیان فرماسکتی ہے +

(۲۹) ہائی کورٹ سرکار عالی نے تحریر مذکورہ پر غور کرنے کے بعد بذریعہ مراسلہ ۱۳۵۵ ف نمبر ۔ مورخہ ۲۔ اسفندار ۱۳۵۵ف معتمد صاحب عدالت کو حسب ذیل تحریک کی۔

بہ ترسیل نقول صداقت نامہ جات گزارش ہے کہ مولوی محمد بشیر الدین احمد خان صاحب مولوی محمد محی الدین خان صاحب ناظم عدالتہائے صوبہ اورنگ آباد کے فرزند ہیں ان کے آبائی حقوق اور خدمات دیرینہ کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں ہے سرکار دام اقبالہم پر بخوبی روشن و ہویدا ہے کہ سرکار ابد قرار کے علم دوستی اور قدر شناسی کی وجہ سے ہمیشہ سے ان کے خاندان کے ارکان اکابر خدمات سرکاری پر ممتاز و مفتخر رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے جد امجد مولوی محمد موید الدین خان صاحب مرحوم عہدہ جلیلہ معتمدی سرکار پر فائز ہوئے اور من بعد ان کے چچا مولوی محمد امین الدین خان صاحب کو سرکار سے بڑی عزت اور منزلت عطا ہوئی۔ مولوی معین الدین خان صاحب ناظم عدالت عالیہ ہوئے اور مولوی محمد محی الدین خان صاحب نے جو خدمات اپنی اعلیٰ قابلیت کے لحاظ سے کی ہیں وہ مخفی نہیں ہیں۔ مولوی محمد بشیر الدین احمد خان صاحب نے بھی مثل اپنے آباد اجداد کے اعلیٰ تعلیم پائی ہے۔ انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں بی۔ اے اور قانون میں بیرسٹری کی سند خاص امتیاز سے حاصل کی ہے اسناد کے ملاحظہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے اساتذہ ان سے بوجہ عمدہ اخلاق اور اعلیٰ قابلیت کے ہمیشہ خوشنود اور راضی رہے ہیں۔ اور ان کی لیاقت و اخلاق کی بیحد معترف و ثنا خوان ہیں۔ اور انکو موجب فخر

مباملات پیشہ قانونی تصور کرتے ہیں۔ جو قابل قدر ہے۔ امور متذکرہ بالا سے یہ منکشف ہے کہ انھوں نے مثل اپنے آب و جد کے حصول علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اب یہ امر صرف سرکار کی پرورش و قدردانی پر منحصر ہے کہ جس طور سے ان کے بزرگوں کی عزت افزائی فرمائی گئی ہے۔ اوسی طرح ان کی بھی قدردانی فرمائی جائے اور جو امتیاز سرکاری خدمات کے اعتبار سے قدیم الایام سے اس خاندان کو حاصل رہا ہے وہ سرکار کی فیاضانہ قدردانیوں کی وجہ سے بحال و برقرار ہے۔ مولوی محمد محی الدین خان صاحب نے جو نیم سرکاری مورخہ ۲ اسفندار ۱۳۲۰ف عدالت العالیہ میں بھیجی ہے اوسکی نقل بھی ملسلک ہے یہ لحاظ انکی قابلیت اور قانونی معلومات کے صیغہ عدالت اور مال اور تعلیمات اور وضع قوانین میں جہاں سرکار مناسب خیال فرمائیں ان کے تقرر کا حکم صادر فرماوینگے۔ مراسلہ صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد نمبر ۴۳۱۹ مورخہ ۳۱ اردی بہشت ۱۳۱۹ف کی نقل بھی بھیجی جاتی ہے جس میں سرکار نے ان کو صدر منصفی دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔

(۳۰) اسکے بعد عالیجناب مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر مدار المہام سرکار عالی نے بذریعہ پولٹیکل پرائیویٹ سکرٹری معتمد صاحب عدالت کو ان کے تقرر سے متعلق حسب ذیل حکم دیا۔

معلوم ہوگا کہ سید بشیر الدین احمد کیمبرج کے گریجویٹ ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قانون خاص طور پر سیکھا ہے۔ ان کے والد مولوی محی الدین خان سے سرکار بخوبی واقف ہیں۔ جنھوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کی خدمات انجام دی ہیں۔ ہز ایکسلنسی کی خواہش یہ ہے کہ سید بشیر الدین احمد کو صیغہ عدالت میں کوئی مناسب حالات (یعنی عمدہ) خدمت دی جائے جس صیغہ کے کام کے واسطے وہ اعلیٰ طور سے تیار ہیں۔ اسکی تعمیل میں معتمدی عدالت سے بذریعہ مراسلہ نمبر ۲۲۶۱ مورخہ ۱۹ ار مہر ۱۳۲۰ف

عدالت عالیہ کو جدید اسکیم کے تقررات میں یا کہیں خالی شدہ جائداد پر ان کا نام پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۱۳۱) چونکہ مرحوم کے عمر کا زیادہ حصہ تعلیم میں گزر گیا تھا اور تقرر میں دیر ہو رہی تھی جس سے یہ خطرہ پیدا ہوتا تھا کہ تیس سالہ عمر کی تکمیل کے بعد یہاں کے قواعد کے بموجب انھیں خدمت دینے سے انکار کر دیا جائے گا۔ لہذا ان کے والد نے مدارالمہام سرکار عالی کی خدمت میں حسب ذیل معروضہ پیش کیا۔

"گوشتہ سنہ میں مدارالمہام اور معین المہام وقت بندہ زادہ بشیرالدین احمد کا عدہ منصفی پر تقرر فرمانا چاہتے تھے۔ مگر اوسے تکمیل تعلیم کا عذر تھا اسوجہ سے تقرر ملتوی رہا۔ اور وہ انگلستان تکمیل تعلیم کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں اس نے کیمبرج کا بی اے پاس کیا۔ اور ایل ایل۔ بی کی تعلیم ختم کی بیرسٹری کے امتحانات دیئے۔ اور اسکا قصد تھا کہ ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے واپس آئے لیکن چونکہ ابو ضیا صاحب مرحوم کے انتقال کی وجہ سے ان کی جگہ خالی ہوئی تھی۔ اور معتمد صاحب عدالت نے اسکے انتظام میں ان کا نام پیش کر کے مجھسے ان کی طلبی کی فرمایش کی تھی۔ لہذا میں نے واپسی انگلستان پر مجبور کیا۔ اور معتمدی کی تحریک پر معین المہام بہادر کا حکم ہو چکا تھا۔ صرف سرکار کی پیش گاہ سے تصفیہ باقی تھا کہ پیش گاہ اعلی حضرت ظلہم العالی سے جائداد خالی شدہ پر تقررات ہو گئے گو اس کے بعد نظامت دارالقضا خالی ہوئی اور میری اس پر تقرر کی درخواست بھیجنے سے قبل سرکار نے اس جائداد سے متعلق پیش گاہ اقدس میں گزارش پیش کر دی ہے اسوجہ سے درخواست مذکورہ پر عدالت العالیہ کو یہ حکم ہوا کہ آیندہ جو جائداد خالی ہو اس کے لیے ان کا نام پیش کیا جائے اور گو اسکے بعد سرکار نے پولیٹیکل پرائیویٹ سکرٹری کے ذریعہ سے ان کے تقرر کی باب میں معتمد صاحب عدالت کو حکم دیا اور انہوں نے گزارش پیش کر کے بحکم سرکار عدالت عالیہ کو توجہ

ان کے لئے تحریک کرنے کا حکم دیا لیکن اسوقت تک عدالت العالیہ سے نہ کسی جائداد پر
ان کے تقرر کی تحریک ہوئی نہ کہیں تقرر ہوا۔ معلوم نہیں کب تک انتظار کرنا ہوگا۔
چونکہ بذریعہ گشتی [illegible] نمبر ۳۱ مورخہ دویم امرداد ۱۳۱۸ف ملازمت کے لیئے ۴۰
سالہ عمر کی قید لگا دی گئی ہے۔ اسوجہ سے اس کا خطرہ ہے کہ اگر ۴۰ سالہ عمر کی اختتام
تک انہیں کوئی جگہ نہیں ملی تو آیندہ ان کے تقرر میں گشتی مذکورہ کے عروض پر عذر کیا
جائے گا۔
گو یہ گشتی غیر ملازمین سے متعلق ہے۔ ملازموں پر موثر نہیں ہے۔ بندہ زادہ
منصب دار اور ملازم سرکار ہے اسلیئے یہ اسکی تاثیر سے مستثنےٰ ہے۔ اگر خلاف مفہوم
اسپر بھی گشتی موثر قرار دی جائے تو اسوجہ سے کہ گشتی انہیں اشخاص سے متعلق ہے جو
۴۰ سالہ عمر کے بعد ملازمت کے لیئے آئیں۔ اس کے تقرر کے لیئے سنہ ۱۳۱۹ف میں تقرر کے
احکام صادر ہو چکے ہیں لیکن عدم خلوی جائداد کی وجہ سے تقرر نہیں ہوسکا ہے پس
اگر آیندہ ۴۰ سالہ عمر کی تکمیل تک بھی اس کا مستقلانہ تقرر ہو تو اس میں یہ معذور ہیں اس
لئے کہ تعویق کا باعث یہ نہیں قرار پاسکتے لہذا یہ استثنا کے مستحق ہیں۔ سوا اس کے پیشہ ور
اشخاص جیسے بیرسٹر انجنیر وغیرہ ہیں ان کے لئے سرکار عظمت مدار کے سول پنشن رولز
میں بھی عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسلیئے کہ پیشہ ور اشخاص کی تعلیم ایسی نہیں ہے کہ کم عمری
میں ختم ہوسکے۔ مدت دراز تو انہیں تعلیم ختم کرنے اور کامیابی حاصل کرنے میں درکار ہوتی
ہے۔ اس کے بعد بغیر اس کے کہ وہ پیشہ سے متعلق تجربہ حاصل کریں۔ کارآمد نہیں ہوسکتے
اور جس قدر تجربہ ان کا بڑھتا جاتا ہے اوسی قدر وہ مفید ہوتے جاتے ہیں۔ اگر عمر کی قید
لگائی جائے تو اوس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مفید پیشہ ور اشخاص ملازمت میں داخل نہیں ہوسکتے۔
گشتی مذکورہ میں بصراحت پیشہ ور اشخاص پابند نہیں کئے گئے ہیں جس سے اس کا
استثنا مستنبط ہوتا ہے۔ چونکہ یہ بھی بیرسٹر ہیں اور پیشہ ور اشخاص میں داخل ہیں اسلیئے

مستثنے ہیں لیکن باایں ہمہ اگر گشتی مذکورہ پیشہ ور اشخاص پر بھی موثر خیال کی جائے۔ تو سرکار کو بموجب گشتی مذکورہ استثنا کا اختیار حاصل ہے۔ اور بلحاظ اس کے کہ میرے قائم مقام صرف یہی ایک ہیں۔ جن سے آیندہ میرے خاندان کا سلسلہ خدمت گزاری قائم رہ سکتا ہے۔ اور ان کی محرومی سے خاندانی حقوق معدوم ہو جاتے ہیں۔ اور میرے والد اور برادران کے اور میرے حقوق اور خدمات سے سرکار بخوبی واقف ہیں جنہیں کبھی سرکار ناقابل التفات نہیں خیال فرمائیں گے۔ اور جبکہ یہ قبل از عمر مذکورہ حصول خدمت کے لئے ساعی ہیں۔ اور تا تقرر ساعی رہنے کے لئے آمادہ ہیں۔ تب تعویق ان کے قصور کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ استثنا کے مستحق ہیں۔ پس سرکار کے مکارم سے قوی امید ہے کہ ان کے استثنا کا حکم صادر فرمایا جائے گا۔ تاکہ محرومی کا خطرہ رفع ہو اور آیندہ ان کے تقرر میں عذر کا موقع نہ رہے۔

مہاراجہ سر یمین السلطنت مدار المہام سرکار عالی نے ان کے معروضہ پر براہ قدردانی حسب ذیل حکم صادر فرمایا:۔

محمد محی الدین خان صاحب کے فرزند کے متعلق جو احکام جاری کئے گئے معلوم ہوتا ہے کہ انکی تعمیل اب تک نہیں ہوئی۔ میری دانست میں احکام کی تعمیل میں اس قدر تاخیر غور کے لائق ہے۔ اگر ان کے تقرر میں کوئی امر مانع تھا یا کوئی وجوہ تھے۔ تو فوراً اسکی اطلاع ہونی چاہیئے تھی۔ بہرحال ان کا تقرر جلد حسب احکام سابقہ کیا جائے۔ اگر اس تقرر میں اور تاخیر ہو اور مدت سی سالہ ختم ہو جائے تو اون پر اس گشتی کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اور یہ مستثنے سمجھے جائیں گے یہ امر قطعی حکم ہے۔ اسکا خیال رہے۔

(۲۳) گو کچھ عرصہ تک انتظار کیا گیا لیکن جب نہ کوئی خدمت خالی ہوئی۔ نہ تقرر کی نوبت آئی اور بلحاظ ان کے تضیع اوقات کے ان کے والد نے بحیثیت ناظم صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد جناب مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر مدار المہام کی خدمت میں حسب ذیل معروضہ پیش کیا:۔

پیشگاہ سرکار سے عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد کی بقایا پر اعتراض ہوا تھا۔ اور عدالت عالیہ نے تصفیہ بقایا، کی تاکید کی تھی۔ لہذا عدالت موصوفہ کو وقتاً فوقتاً تصفیہ بقایا کے لیئے تاکید کی گئی۔ لیکن باایں ہمہ سنہ ۱۳۱۹ف کے ختم پر عدالت مذکور میں ۸۰۷ مقدمات تصفیہ طلب باقی رہے۔ سنہ ۱۳۲۰ف میں بھی انفصال بقایا، کے تحت تاکید کی جاتی رہی لیکن اس سال بھی ۹۷۰ مقدمات باقی رہے۔ اور بمقابلہ سال گزشتہ کے بقدر ۱۷۱ کے بقایا اور بڑھ گیا۔

سنہ ۱۳۲۱ف میں چونکہ اس عدالت میں بہ تفصیل ذیل ۲۵۰ مقدمات بعدم پیروی خارج ہوئے۔ جو بنمبر سابق قائم ہوں گے:۔

ابتدائی ۱۱۴
متفرق ۱۳۱
اپیل نمبری ۴۱
متفرق ۱۴
اجرائے ڈگری ۵۰

لہذا بقایا ان کے شمول کے لحاظ سے سمجھنا چاہیئے جنکی شمول کے ساتھ بقایا کی تعداد ۱۲۴۸ ہوتی ہے جسمیں ابتدائی دیوانی مقدمات کی تعداد ۹۲۴ ہے اور بجز ۳۰۴ کے جو اندرون سہ ماہ ختم سال پر تھے دیگر مقدمات بہت پرانے زاید از شش ماہ و یکسال و دو سال و سہ سال و چہار سال ہیں۔ سنہ ۱۳۲۱ف میں ابتدائی نمبری مقدمات صرف ۲۶۶ رجوع ہوئے تھے اور ۱۱۴ ابتدائی نمبری مقدمات اس سال بہ عدم پیروی خارج ہوئے۔ جو مرجوعہ کے نصف کے قریب ہوتے ہیں۔ اور بجز ۳۶ مقدمات کے جو بعد بحث منفصل ہوئی جنمیں پورا کام کرنا پڑا۔ بیشتر مقدمات اسطور پر منفصل ہوئے ہیں۔ جو کوئی کام نہیں خیال ہوسکتا یعنی برنبا اقبال و مصالحت و راضی نامہ و پنچایت ۴۸ مقدمات منفصل ہوئے۔ ۱۷ مقدمات میں عرضی

دعویٰ واپس ہوا۔ یا نامنظور کیا گیا۔ البتہ ۱۳ مقدمات توریک طرفہ فیصل ہوئے ہیں انہیں
کسی قدر کام ہوا ہے۔ بہرحال ۱۲۲۸ بقایا ایسا بقایا نہیں ہے جو کئی سال میں بھی رہے
کے ساتھ فیصل ہوسکے اس لیئے کہ سنہ ۱۳۳۰ف کا مجموعی مرجوعہ ۱۱۹۹ تھا۔ اور ہمیشہ ہزار
سے زیادہ ہی مرجوعہ کی تعداد رہتی ہے اور ناظم صاحب عدالت دیوانی ضلع کو علاوہ
دیوانی کام کے بحیثیت جائینٹ مجسٹریٹ ضلع فوجداری کام بھی کرنا پڑتا ہے۔
(۱۴) مقدمات فوجداری سال گزشتہ کے ان کے اجلاس میں باقی تھے۔ اور (۹۰) مقدمات
سنہ ۱۳۳۱ف میں ان کے اجلاس پر دائر ہوئے۔ اس طور پر (۱۰۴) مقدمات فوجداری فیصلہ
طلب ہو گئے تھے جنمیں سے (۵۷) مقدمات انھوں نے اس سال فیصل کئے۔ اور ختم
سال پر (۴۹) مقدمات تصفیہ طلب باقی رہے۔ اور چونکہ بیشتر مقدمات فوجداری
قابل سماعت مجسٹریٹ ضلع ہوتے ہیں۔ لہذا زیادہ محنت اور غور طلب ہوتے ہیں اور
بہت وقت فوجداری کام میں صرف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زیادہ بقایا طے ہونا سخت
وقت طلب ہے۔ امکان کی حد تک مجبور کیا جاسکتا ہے۔ موجودہ حاکم عدالت جس
حد تک بقایا کے تصفیہ میں سعی کرسکتے ہیں۔ انھوں نے اسمیں کوتاہی نہیں کی۔ مگر چونکہ
کام کی مقدار بھی بہت تھی۔ اسوجہ سے نمایاں کامیابی نہیں ہوسکی۔ چونکہ التوائے
مقدمات میں اہل مقدمات کے مصارف بھی بڑھتے ہیں اور انہیں پیہم پیروی کی تکلیف
بھی گوارا کرنی پڑتی ہے۔ اسوجہ سے بلا وجہ کافی التوا پر وہ بہت برافروختہ ہوتے
ہیں۔ اور کثرت کار کی وجہ سے اون کے مقدمات چونکہ ملتوی ہوتے رہتے ہیں اسوجہ سے
عام طور پر اہل مقدمات اور وکلا کو یہاں کے بقایا کی شکایت ہے۔ اور بقایا بھی بہت
بڑھتا ہے۔ لہذا عدالت ضلع سے دریافت کیا گیا تھا کہ اس قدر کثیر بقایا کی تصفیہ کی
کیا فکر کی گئی ہے۔ اس سے اطلاع دی جائے۔ جس کے جواب میں عدالت ضلع نے
بذریعہ مراسلہ نشانی ۲۶۷۹ مورخہ ۱۳ آبان سنہ ۱۳۳۲ف یہ لکھا ہے کہ:-

اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ایک سال کے لیئے اڈیشنل صدر منصف مقرر کیا جائے۔

چونکہ بقایا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کیسا ہی محنتی کار گزار عہدہ دار متعین کیوں نہو معمولی کام کے ساتھ اس قدر کثیر بقایا کا تصفیہ ممکن نہیں ہے۔ موجودہ بقایا کے تصفیہ کا تو کوئی خاص انتظام ہی کرنا ہوگا۔ بغیر خاص انتظام کے یہ بقایا طے ہونا ناممکن ہے۔ اور چونکہ زیادہ عرصہ سے مقدمات ملتوی ہیں اسوجہ سے اسکی سخت ضرورت ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو بقایا کا تصفیہ کرایا جائے۔ گو میں اس مسئلہ کو بوساطت معمولی سرکار کے ملاحظہ میں پیش کرتا جسمیں عرصہ تک تصفیہ کا انتظار کرنا ہوتا۔ مگر رعایا کی خوش قسمتی سے اسوقت خود سرکار مستقر پر تشریف فرما ہیں۔ اور اسکی سخت ضرورت ہے کہ انفصال مقدمات ملتویہ کا جلد خاص انتظام کیا جائے۔ لہذا میں اس سے متعلق معروضہ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

۔ اور میری رائے میں ایک اڈیشنل صدر منصف کے تقرر میں علاوہ غیر معمولی مصارف کے دیر بھی زیادہ ہوگی۔ زیادہ سہولت اسمیں ہے کہ کسی امیدوار ملازمت کو اوزبری صدر منصف مقرر فرما کر اختیارات دیوانی ضلع اوزبری طور پر دیئے جائیں تو بلا زائد اور غیر معمولی مصارف کے مقدمات ملتویہ کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

مولوی بشیر الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا چونکہ موعود ملازمت عدالت ہیں۔ مگر ہنوز اونہیں کوئی جگہ نہیں ملی ہے۔ اسوجہ سے بیکار ہیں اگر اونہیں اوزبری طور پر صدر منصف کے اختیارات عطا فرما کر یہ حکم دیدیا جائے کہ جو مقدمات صدر منصف صاحب ان کے اجلاس پر منتقل کریں۔ اونکی تحقیقات و تجویز وہ کریں تو اونہیں بھی عدالتی کام عملی طور پر تجربہ حاصل ہوگا۔ اور مقدمات ملتویہ کے لیئے کوئی اور انتظام نہیں کرنا پڑے گا۔

اس معروضہ پر جناب ممدوح نے حسب ذیل حکم صادر فرمایا۔

بحیثیت اونیری صدر منصف کے ان کا تقرر حسب درخواست کردیا جانا ہر حال میں مناسب ہے۔ ان کے اس تقرر سے جو زمانہ بیکاری کا ہے وہ کام میں صرف ہوگا اور عملی طور پر ان کو کام کا تجربہ ہونے کے علاوہ بقایا کا تصفیہ ہو جائے گا۔ لہذا مجھے اس درخواست پیش شدہ سے بالکل اتفاق ہے۔

(۳۳) بہ تعمیل حکم سرکار معتمدی عدالت سے بذریعہ مراسلہ لسانی ۶۲۹ مورخہ ۴ فروری ۱۳۲۱ف ہائی کورٹ کو حکم دیا گیا کہ صاحب موصوف کو بہ عطائی اختیارات صدر منصف ضلع اورنگ آباد میں بحیثیت اونریری صدر منصف کے کام کرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ جو مقدمات صدر منصف صاحب ان کے پاس منتقل کریں وہ وہ فیصل کیا کریں حسب حکم جاری کرکے اس سے جلد اطلاع دیجائے۔ ہائی کورٹ نے اسکی تعمیل میں بذریعہ مراسلہ لسانی ۲۲۲۱ مورخہ ۲۵ فروری ۱۳۲۱ف صدر عدالت کو حکم دیا اور صدر عدالت نے بذریعہ مراسلہ لسانی ۲۳۴۴ مورخہ ۴ فروری ۱۳۲۱ف عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد کو حسب ذیل تحریر کے ساتھ حکم دیا۔

چونکہ سال گزشتہ آپکی عدالت میں ۸۷۹ بقایا تھا جو بمقابلہ سال پیوستہ کے بقایا ۸۰۷ کے بقدر ۱۰۱ بڑھا ہوا تھا جس سے ظاہر تھا کہ سالانہ مرجوعہ بوجہ کثرت پورا طے نہیں ہو سکتا۔ کچھ کچھ باقی ہی رہتا ہے۔ تب مرجوعہ کے ساتھ اس قدر کثیر التعداد بقایا کا تصفیہ ناممکن ہو۔ اسکے تصفیہ سے متعلق کسی خاص انتظام کی ضرورت ہے اپنے بذریعہ مراسلہ لسانی ۳۶۹ مورخہ ۱۳ آبان ۱۳۲۰ف اسکے لئے اڈیشنل صدر منصف کی ضرورت ظاہر فرمائی جسمیں غیر معمولی خرچ اور اس کے منظوری خالی از وقت نہیں ہے۔ لہذا صدر عدالت نے یہ تحریک مناسب خیال کئے کہ جو بیرسٹر موعود ملازمت ہیں۔ اون میں سے کسی کو سرکار اونریری صدر منصف مقرر فرماکر اختیارات ضلع عطا فرمادیئے۔ تاکہ وہ بھی نظامت ضلع کا کام انجام دے۔ اور بجائے ایک حاکم کے دو حکام ضلع بقایا اور مدارزہ ضلع کے

تصفیہ کی کوشش کریں چنانچہ یہی تحریک سرکار کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اور عالیجناب
سر مولاجہ بہادر یمین السلطنت مدار المہام سرکار عالی نے اسے مفید خیال فرماکر بذریعہ مراسلہ
معتمدی عدالت نمبر ۹۲ مورخہ ۲۴ فروری ۱۳۱۷ف منظوری صادر فرمائی اور مولوی سید
بشیر الدین احمد خان صاحب بی۔اے۔ بیرسٹر ایٹ لا کو بغرض مذکورہ اونریری صدر منصف
ضلع اورنگ آباد مقرر فرماکر۔ اونہیں صدر منصف ضلع کے اختیارات عطا فرمائے۔ تاکہ وہ ضلع
اورنگ آباد کا عدالتی کام انجام دیں۔ اور بقایا کی تعداد گھٹے اور اہل معاملات کو سہولت ہو
پس آپ جدید مستدائرہ مقدمات اون کے اجلاس میں منتقل فرماتے رہیں تاکہ آپکو موجودہ
بقایا کی تکمیل و انفصال کا کافی موقع ملے۔ امید ہے کہ آئندہ بقایا دیرینہ کا جلد تصفیہ
ہوگا۔ اور جدید مستدائرہ بھی زیادہ باقی نہ رہے گا۔ اور ایک نقل اسکی مولوی سید بشیر الدین
احمد خان صاحب بی۔اے۔ بیرسٹر ایٹ لا کی خدمت میں بھیجکر لکھا گیا کہ آپکے تقرر
سے متعلق جو احکام پیشگاہ سرکار سے صادر ہوچکے ہیں۔ اونکی تعمیل میں صرف مستقلانہ
جائداد ہی کے خالی ہونے کا انتظار ہے۔ تاوقتیکہ آپ کا مستقلانہ تقرر عمل میں نہ آئے۔
سرکار نے آپکے لیئے یہ زیادہ مفید خیال فرمایا ہے۔ کہ آپ اوسوقت تک عدالتی کام کا
تجربہ حاصل کریں۔ اور آپکو اونریری صدر منصف اورنگ آباد مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ آپ
بحیثیت اونریری صدر منصف ضلع کے عدالتی مقدمات کا کام انجام دیں۔ پس جسقدر
جلد ممکن ہو آپ عدالت دیوانی ضلع اورنگ آباد میں پہونچکر دیوانی کا کام شروع کریں۔

(۴۴۳) مولوی علی الدین حسن خان صاحب ناظم دیوانی ضلع نے مراسلہ متذکرہ کے جواب
میں بذریعہ مراسلہ نمبر ۵۹۴ مورخہ ۱۵ اردی بہشت ۱۳۱۷ف یہ جواب دیا کہ:۔

حسب تحریک عدالت ضلع جناب والا نے نہایت لایق اور ذی علم بیرسٹر صاحب
کو امداداً کام کرنے کی جو سرکار میں تحریک فرمائی اور وہ منظور ہوئی اوسکا میں تہ دل سے
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دیرینہ مقدمات کی انفصال میں بہت سہولت ہوگی اور مرحوم نے

بذریعہ مراسلہ ۱۱۱۱ن مورخہ ۵ اردی بہشت سنہ ۱۳۳۱ف صدر عدالت کو یہ جواب دیا کہ انہوں نے بہ تعمیل حکم سرکار تاریخ مذکورہ سے بحیثیت اوزیری صدر منصفت کام شروع کر دیا ہے اور ختم سال تک اونہیں کام کے لیئے (۱۹۵) ایام ملے جنمیں انہوں نے (۲۵) ابتدائی مقدمات فیصل کئے اور کثیر التعداد مقدمات میں بیانات فریقین اور شہادت لکھی امور تجویز طلب قرار دیئے۔ انکی منفصلہ مقدمات میں سے صرف (۱۲) فیصلوں کا اپیل ہوا جس سے ظاہر ہے کہ کس قدر احتیاط کے ساتھ انھوں نے فیصلہ صادر کئے تھے۔ کہ اپیل کے لیئے گنجایش ہی نہیں تھی۔ عدالت اپیل سے اکثر اونکی ناراضی سے اپیلیں نامنظور ہوئے۔ صرف دو مقدمات میں ترمیماً اپیل منظور کئے گئے۔ غرض جس دلچسپی کے ساتھ انہوں نے اوزیری ڈسٹرکٹ جج کا کام انجام دیا۔ اور جس لیاقت کے ساتھ انفصالی کام انجام دیا۔ صدر عدالت اور ہائی کورٹ نے ان کی کارگزاری قابل تعریف تسلیم کیئے۔

(۴۳) مولوی علی الدین حسن خان صاحب نے بذریعہ مراسلہ ۱۶۷۲ن مورخہ ۲۶۔ تیر سنہ ۱۳۲۹ف صدر عدالت میں حسب ذیل تحریک کی تھی:-

مولوی بشیر الدین صاحب ایم۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا عرصہ سے عدالت ضلع میں بحیثیت اوزیری صدر منصفت کارگزار ہیں۔ ان کی عربی فارسی اور قانون کی لیاقت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ انھوں نے بی۔ اے۔ آنرس کے لیئے کالج میں لکچر بھی سماعت کئے ہیں۔ ان کے دادا اور چچا اور والد اس ریاست کے نمک خوار رہے ہیں۔ یہ بمبئی ہائیکورٹ میں انرول بھی ہوچکے ہیں۔ محض میرے کہنے سے بہ لحاظ قدیم نمک خوار ہونے کے انھوں نے پیشہ وکالت چھوڑکر مجھے امداد دینا منظور کر لیا ہے۔ اور بمہر اسم خسروانہ سرکار نے انکو پورے اختیارات کے ساتھ کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں نے بزمانہ دورہ عالیجناب میر مجلس صاحب سے عرض کیا تھا۔ کہ لایق لوگوں کا مہیا کرنا اور اون کو خدمات پر سرفراز کرنا سلطنت کا اہم ترین فرض ہے۔ ایسے لوگ جبکہ سرکار عظمت مدار

میں نہایت قدر کے ساتھ لیئے جاتے ہیں۔ اور خود پیشہ کا کام کرنے کے لیئے لایق مسلمانوں
کے واسطے ہندوستان میں بہت وسیع میدان کھلا ہوا ہے۔ اور مسلم لیگ اور کانفرنس
وغیرہ کے سبب سے مسلمانوں کی طرف خاص توجہ سرکار عظمت مدار کی مبزول رہتی آئی ہے
تو ایسی حالت میں ریاست کے خدمات کے واسطے نہ لوگ کوشش کرتے ہیں۔ نہ
خود ریاست کو جستجو ہے تو صیغہ عدالت لایق لوگوں کی خدمات سے بالکل محروم رہا
جاتا ہے۔ نظام، صدر عدالت سے لیکر منصفی کی خدمت تک مستند اور لایق بیرسٹر
جو عربی اور فارسی کی لیاقت بھی رکھتا ہو، مامور نہیں ہے۔ صیغہ عدالت کے واسطے بہت
شرم کی بات ہے کہ جج لوگ مختلف اقوام کے نزدیک لائق نہ ثابت ہوں۔ اور لایق
بیرسٹروں اور وکلاء سرکار عظمت مدار کی نظروں میں انکی کچھ وقعت نہو۔ اسواسطے اسکی
ضرورت ہے کہ قابل لوگ مہیا کئے جاویں۔ مگر افسوس ہے کہ ہر موقعہ پر جگہیں خالی نہیں
ملسکتیں اور ایسے نوجوان لوگ جو روپیہ پیدا کرنے کے کثیر موقع رکھتے ہیں۔ اور جو علاقہ
انگریزی میں بھی صاحب عزت اور وقار ہیں کس طرح سے ایثار نفسی کریں گے اور بلا معاوضہ
خدمات انجام دیں گے۔ اسلیئے ضرورت ہے کہ وہی اصول اختیار کیا جائے۔ جو سر
سالار جنگ اولے اور سر آسمانجاہ کے وقت رہا ہے۔ اور جس کی نسبت خود سرکار نے
حکم دیا ہے کہ ولایت کے تعلیم یافتہ لوگوں کو تا خلوی جائداد اوس قدر الونس دیا جائے
کہ وہ سرکاری خدمات سے گریز نہ کریں۔ سرکار نے جس قدر طلباء ولایت بھیجے انکو تعلیم
کا خرچ بھی دیا۔ اور خلوی جائداد تک الونس بھی دیا اور جن اعلی عہدہ داران سرکار نے اپنی جیب
خرچ سے اپنی اولاد پر پچاس پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے تعلیم دلوائی اور خود مفلس ہو کر رہ گئے
ان کو سرکار نہ کسی قسم کا الونس دے۔ نہ عرصہ تک ملازمت دے تو یہ کس قدر برعکس طریقہ
ہے۔ اننت کشن راو متوفی اطراف بلدہ میں کار آموز تھے انکو سرکار دو سو روپیہ الونس
دیتی تھی اور نیز بہت سے جاگیرداروں کے لڑکے الونس پاتے تھے۔ مجھے بھی پچاس روپیہ

طرح سواری کے ملتے تھے۔ اب ایسے لوگوں سے بلا معاوضہ خدمات لینا جنکے والدین نے
محض سرکاری خدمات کے لیئے ان کو تیار کیا ہے۔ نہایت ہی نامناسب ہے۔ جبکہ
پندرہ بیس کار آموز عدالت میں اس طرح کے ہیں۔ کہ دس دس برس سے نوکری ان کو
نہیں ملی تو کیا امید ہوسکتی ہے کہ ان کو جلد ملازمت ملجاوے گی۔ اور صیغہ عدالت لائق
ترین اور مسلم لیاقت کے لوگوں سے مستفید ہو سکے گا۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ اضلاع
صوبہ اورنگ آباد۔ گلبرگہ۔ عثمان آباد۔ رائچور۔ ورنگل وغیرہ میں بعض وقت ملتویات کی اس
قدر تعداد ہو جاتی ہے کہ حکام عدالت کو ان کا جلد جلد تصفیہ کرنا دشوار ہوتا ہے اور
مثل سرکار عظمت مدار کے ضرورت ہے کہ جہاں کام ملتوی ہو وہاں لائق اور مستعد لوگ
فوراً کام کے لیئے بھیجدیئے جاویں۔ تاکہ مقدمات کا جلد تصفیہ ہو سکے۔ میں سرکار کا از حد
ممنون ہوں کہ مولوی بشیر الدین صاحب کو یہاں مقرر کیا گیا ہے۔ میرے نزدیک ضرورت
ہے کہ تین چار بیرسٹر تین سو روپیہ الونس پر مقرر کیئے جاویں۔ اور ان سے اس طرح کا
کام لیا جا سکے اس سے یہ ہوگا کہ اعلیٰ خدمات کے لیئے عہدہ داروں کے لڑکے بہم پہونچ
سکیں گے۔ اور لوگوں کو شوق ہوگا کہ وہ سرکاری خدمات کے لیئے اپنے اولاد کو تیار کرنا
ضروری سمجھیں گے۔ مسٹر ڈنلاپ معتمد مالگزاری نے اپنے مال کے عہدہ داروں کے لڑکوں
کے لیئے ۵ خدمات مددگاریوں کی ایجاد کی ہیں۔ حالانکہ تعلقداروں کو مالی خدمات کے
لیئے ۵ اہلکار کی ضرورت ہے نہ مددگاری پر کوئی امتحان دیا ہوا لائق شخص نامزد ہے اور
گویا یہ قرار دے لیا گیا ہے کہ مددگار تعلقدار ہونے کے لیئے محض عہدہ داران کا طفل
مکتب ہونا کافی ہے۔ ملاحظہ ہو رپورٹ سالانہ معین المہام فنانس۔

جبکہ عدالت میں کام کی روز افزوں ترقی ہے اور خدا کے فضل و کرم سے عہدہ داران
عدالت کے لڑکے ولایت سے تعلیم پاکر قومی ملکی خدمات کے لیئے آمادہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں
ہے کہ بطور ایڈیشنل صدر منصف کے ان کا تقرر نہ کیا جاوے۔ امتحاناً چار پانچ عدالت

کے لیئے فی الحال یہ مشاہرہ تین تین سو روپیہ بیرسٹروں یا ان لوگوں کا جنھوں نے بی۔اے
بی۔ایل کی ڈگری حاصل کی ہو۔ تقرر کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ مددگاران مال کو شاہی
خزانہ سے تنخواہ دیجاتی ہے۔ اور ان لوگوں کو عدالت کے اسٹامپ اور طلبیانہ سے تنخواہ
دیجاوے گی۔ میرے دفتر ضلع میں جب اٹھارہ ہزار سولہ ہزار سالانہ آمدنی ہوتی ہے
تو ایک اڈیشنل صدر منصف کی تنخواہ پورے طور پر اوس سے نکل سکتی ہے۔ مال میں بلا
ضرورت کام کے لیئے شاہی خزانہ سے جب تنخواہ دیجاتی ہے۔ پرورش اطفال عہدہ داران
مال کے لیئے تو عہدہ داران عدالت نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کے لڑکوں کو جو ولایت کے
امتحان دیئے ہوں اور ہزاروں روپیہ اپنی محنت سے ان پر خرچ کر کے سرکاری خدمات
کے لائق بنایا گیا ہو ان کو خدمات نہ دیجاویں۔ براہ کرم میری گذارش بذریعہ عدالت العالیہ
محکمہ سرکار میں پیش کردیجائے۔ لائق لوگوں کی نشان دہی کرنے کو میں حاضر ہوں۔

(۳۵) اسی اثنا میں مددگاری معتمدی عدالت خالی ہوئی تھی۔ اور ان کے تقرر سے متعلق
سرکار کے نہایت تاکیدی احکام تھے۔ لہذا معتمد صاحب عدالت نے بہ تعمیل احکام متذکرہ
اپنی مددگاری کے لیئے اون کا نام پیش کیا۔ گو معتمد صاحب کی تحریک سے جناب نواب
فخر الملک بہادر معین المہام عدالت نے اختلاف فرماکر اسد اللہ خان رجسٹرار مجلس
وضع آئین و قوانین کا تقرر تجویز کیا لیکن جناب نواب سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار
عالی نے باتفاق رائے معتمد صاحب عدالت مددگاری معتمدی پر مرحوم کا تقرر فرمادیا جس کی
تعمیل میں معتمدی عدالت سے مراسلہ نشان ۵۸ مورخہ ۹۔دی سنہ ۱۳۲۲ف موسومہ عدالت العالیہ
اجرا ہوا۔ اور اوس کا ایک نقل مرحوم کو باطلاع تقرر و حکم حاضری دیا گیا۔ جس کی تعمیل میں اونھوں نے
صدر منصفی کا کام صدر منصف صاحب ضلع اورنگ آباد کے سپرد کر کے حیدرآباد روانہ ہوئے
اور (۱۲) دی سنہ ۱۳۲۲ف کو انہوں نے معتمدی عدالت کے مددگاری کا جائزہ لے کر کام شروع
کردیا۔ چار ماہ کا ان کا کام معتمد صاحب عدالت نے دیکھ کر [illegible]

مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے اپنی مسلسل محنت اور کارگزاری اور
لیاقت سے اپنے تئیں خدمت کا اہل اور مستحق ثابت کردیا ہے اور
انکی کام پر اب مجھ کو پورا اطمینان ہے ان کے مشاہرہ کا باقی ایک
سو روپیہ جاری کردیا جاوے اوسکی بنیاد پر نواب سالار جنگ بہادر
مدارالمہام نے سالم ماہوار عہدہ کی اجرائے کی منظوری صادر فرمائے۔

(۳۴۶) مددگاری معتمدی عدالت کوئی ایسی خدمت نہیں تھی جسکے لیئے ایسے ذی علم اور
لایق شخص کی ضرورت ہو بلکہ وہاں کا کام اس قسم کا تھا جسمیں قانونی معلومات کی فراموشی
کا خطرہ تھا۔ لہذا مرحوم کے والد کو یہ تقرر ناپسند تھا انھوں نے کچھ عرصہ تک جوڈیشنل
عہدہ ملنے کا انتظار کیا اور بالآخر (۱۸) مہر ۱۳۲۲ف کو بذریعہ مراسلہ ۹۵۴ صدر عدالت
صوبہ اورنگ آباد سے عدالت العالیہ کو حسب ذیل تحریر بھیجی کہ عدالت عالیہ کے مراسلہ
۱۴۷۶۹ واقع ۱۷۔ اردی بہشت ۱۳۱۹ف سے دریافت ہوا تھا کہ بوقت خلوئی جائداد
سرکار نے بشیر الدین احمد کا انتخاب پیش کرنے کا عدالت العالیہ کو حکم دیا تھا جس کے
بعد گو عدالت العالیہ نے بذریعہ مراسلہ ۹۵۰۱ مورخہ ۲۷۔ اسفندار ۱۳۲۰ف باظہار
حقوق ولیاقت ان کے لیئے سرکار میں تحریک فرمائی اور صدر منصفی کے وعدہ کا ذکر
کیا۔ مگر چونکہ کوئی جائداد تقرر طلب نہیں تھی۔ اور یہ عام طور کی تحریک تھی اس کے جواب
میں بذریعہ مراسلہ ۱۳۰ مورخہ ۵ رفروردی ۱۳۲۰ف موقعہ پر ان کے انتخاب و
تحریک کا حکم ہوا اسی کے قریب زمانہ میں جناب مدارالمہام بہادر سرکار عالی نے بذریعہ
پولٹیکل پرائیویٹ سکرٹری معتمد صاحب عدالت کو اونکی ملازمت سے متعلق کارروائی کا
حکم دیا اور معتمدی کی گزارش پر عدالت العالیہ کو انتخاب اور تحریک کا حکم ہوا اور معتمد صاحب
نے اوس سے عدالت العالیہ کو مطلع کردیا۔ اسی کے قریب زمانہ میں جبکہ جناب مدارالمہام
بہادر اورنگ آباد تشریف لائے اور عدالت دیوانی ضلع کی بقایا کی شکایت ہوئی اور

بعد دریافت حالات معلوم ہوا کہ (۸۷۹) مقدمات عدالت موصوفہ میں ملتوی ہیں۔ تب
بطور خاص اسکے انتظام کی طرف توجہ فرمائی اور اس کام کے لیئے ان کا انتخاب فرما کر
بذریعہ مراسلہ معتمدی عدالت ۶۲۹ مورخہ ۴ فروردی ۱۳۳۱ف انہیں داوزیری صدر
منصف اورنگ آباد مقرر فرمایا) جسکی تعمیل میں انہوں نے ۱۵ اردی بہشت ۱۳۳۱ف سے
کام شروع کر دیا۔ اور دہم دی ۱۳۳۲ف تک تقریباً (۹۱۵) کام انجام دیا تا آنکہ مددگاری
معتمدی پر ان کا تقرر ہوا۔ بزمانہ کارگزاری عدالت ضلع کی بہت سے مقدمات میں انہوں
نے تحقیقات کی لیکن عدم تکمیل کی وجہ سے صرف (۲۲۵) ہی مقدمات فیصل کر سکے
جن میں سے (۱۲) فیصلہ جات کی ناراضی سے اپیل ہوئے۔ اور اکثر نامنظور ہوئے۔
جس سے ظاہر ہے کہ اونکی تحقیقات مکمل اور باقاعدہ تھی۔ اور فیصلہ جات میں اسکی
گنجایش کم تھی کہ اپیل ہوسکیں۔ نتیجہ اپیل سے ظاہر ہے کہ وہ بہت سمجھ کر پوری پابندی
قانون کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔ اور عدالت اپیل کو دست اندازی کا بہت ہی کم موقع
ہوتا ہے۔ اون کے منفصلہ امثلہ جو بصیغہ اپیل نظر سے گزریں اون سے ظاہر تھا کہ
وہ پوری توجہ اور احتیاط کے ساتھ مکمل تحقیقات کے ساتھ فیصلہ صادر کرتے ہیں۔
اور اونہیں عدالتی کام میں پوری دلچسپی ہے۔ اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں بہت
کچھ عملی تجربہ حاصل کر لیا ہے۔ گو بوقت احکام سرکار کوئی جائداد خالی نہ تھی لیکن اس کے
بعد سے اب تک اکثر جائدادوں کا انتظام ہوا۔ لیکن کسی مستقل جائداد کے لیئے ان کا
انتخاب نہیں ہوا۔ اگر محض اس وجہ سے کہ ان کا مددگاری معتمدی پر تقرر ہو چکا ہے۔ عدالت
العالیہ کو ان کے انتخاب میں تامل ہوا ہے تو یہ امر مکرر غور کے قابل ہے اسلیئے کہ
انھوں نے انگلستان میں جو تعلیم پائی ہے وہ بی۔ اے۔ ایل کی ہے یا بیرسٹری کی
ہے۔ جو عدالتی کام ہی کے لیئے مفید ہے۔ انگلستان کے ہائی کورٹ میں ازدول ہو کر
انھوں نے کچھ عرصہ تک تجربہ بھی حاصل کیا ہے۔ یہاں بھی انھوں نے عدالتی کام ہی کا

تجربہ بحیثیت اوزیری صدر منصف حاصل کیا ہے اور ان کا تقرر مفید ہو سکتا ہے۔ تو
زیادہ تر صیغہ عدالت ہی میں مفید ہو سکتا ہے۔ اور عدالتی ہی خدمات کے لیئے قانون
دانی اور تجربہ کار لوگوں کی ضرورت ہے۔ معتمدی سرکار عالی کی مددگاری کے لیئے کسی
مستند قانون دان اور تعلیم یافتہ شخص کی ضرورت نہیں ہے۔ خدمات مذکورہ پر ایسے
اشخاص مامور رہی ہیں جنہوں نے یہاں کا بھی کوئی امتحان پاس نہیں کیا ہے۔ اسوقت
وہ مددگار صیغہ کوتوالی و محابس ہیں۔ جس کام سے اونکی تعلیم کو کچھہ بھی تعلق نہیں ہے اور
یہ امر غور طلب ہے کہ جو شخص عدالتی کام کے لیئے مفید ہو۔ اسکو عدالت میں جگہہ نہ ملی اور
ایسی خدمت پر مامور ہے جس کے کام کو اوسکی تعلیم سے کچھہ بھی تعلق نہ ہو۔ اور جہاں
اسکی ضرورت ہو وہاں مامور نہ کیا جائے۔ عدالت العالیہ نے جو کچھہ ان کے حقوق اور
اونکی لیاقت کی نسبت بذریعہ مراسلہ ۱۱/۹۵ مورخہ ۲۷ اسفندار ۱۳۲۱ف سرکار کو لکھا ہے
ضرورتاً اس کا خود بھی عدالت العالیہ کو خیال ہوگا اور جب وہ (۹) ماہ تک عدالتی کام بھی کرچکے
ہیں جس سے انکی کارگزاری کی نسبت بھی اچھی رائے قایم ہوتی ہے۔ تب عدالت العالیہ
کو ان کی صیغہ عدالت میں لینے میں کوئی وجہ تامل نہیں ہوسکتی نہ اون کا موجودہ تقرر مانع
تعمیل احکام سرکار ہے۔ (جو اون کا انتخاب پیش کرنے سے متعلق ہے) پس ضرور ہے
کہ بغور غلوی جاید اور مناسب عدالت العالیہ اون کا انتخاب فرماکر سرکار میں تحریک فرمائی
تاکہ وہ جس کام کے لیئے مفید ہیں۔ اوسی پر مامور ہوں۔ اور انکی تعلیم بیکار نہ جائے امید
ہے کہ آیندہ جو موقعہ ہوگا اوسپر ان کا انتخاب فرمایا جائے گا +

(۲۷۵) چونکہ مولوی علی محمد صاحب ناظم دیوانی ضلع ورنگل کے وظیفہ یابی کی وجہ سے
ان کی جائداد خالی ہوتی تھی لہذا عدالت العالیہ نے بذریعہ مراسلہ ۱۷۹۹ مورخہ دہم مہر
۱۳۲۲ف حسب ذیل تحریک پیش کی۔

انکی جائداد کا انتظام حسب ذیل ہونا چاہیئے۔

(۱) خواجہ شجاعت اللہ صاحب ماہواری یاب حماد ـــ سما پر

(۲) مولوی بشیر الدین صاحب مددگار معتمد عدالت ماہواری یاب اعلیٰ حماد پر

مولوی بشیر الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لا ہیں اور مولوی محی الدین خان صاحب ناظم صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد کے فرزند ہیں۔ بہ لحاظ لیاقت ذاتی وحقوق آبائی یہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کو جوڈیشیل خدمت دی جائے۔

اس امر کا اظہار کردینا مناسب ہے کہ بروئے قواعد تقرری ترقی عہدہ داران عدالت منظورہ اعلیٰ حضرت اقدس و اعلیٰ بموجب فرمان واجب الاذعان مشرف شدہ ۲۲ محرم ۱۳۲۳ھ کسی شخص کا تقرر خدمت نظامت ضلع پر ہو سکیگا الا یہ کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اوس نے تین سال تک منصفی کا یا اسکے مساوی درجہ کی خدمت عدالتی کا کام انجام دیا ہو۔ یا پانچ سال تک پیشہ وکالت انجام دیا ہو"

مولوی بشیر الدین صاحب نے پانچ سال تک پراکٹس نہیں کی اور نہ منصفی کا کام تین سال تک انجام دیا مگر چند ماہ تک صدر منصفی کا کام آنریری طور پر انجام دیا ہے اسوجہ سے اور نیز اون کے خاندانی حقوق کے لحاظ سے جو سرکار سے پوشیدہ نہیں ہیں ان کے ساتھ خاص رعایت ہونی چاہیئے۔

مگر افسوس ہی کہ نواب فخر الملک بہادر معین المہام عدالت نے حسب سابق مرحوم کے تقرر سے اختلاف فرمایا اور بالآخر عدالت العالیہ کو معتمدی عدالت سے بذریعہ مراسلہ ۵۷ نشان مورخہ ۲۱ آذر ۱۳۲۴ف حسب ذیل جواب ملا۔

سرکار دام اقبالہم نے حکم صادر فرمایا ہے کہ سید علی امجد صاحب کی جگہ چھ سو روپیہ کے گریڈ پر علی الدین حسن صاحب کو ترقی دیجائے اور علی الدین حسن صاحب کی جائداد ماہی پانسو روپیہ کے متعلق چونکہ بروئے قواعد تقرر و ترقی عہدہ داران عدالت بشیر الدین احمد صاحب کا تقرر بجائے علی الدین حسن نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ صیغہ معتمدی مجلس عالیہ سے

انتخاب کر کے بوساطت معمولی پیش کیا جائے پس علی الدین حسن صاحب کی ترقی کے
متعلق حسب احکام جاری کر کے بصیغہ ضروری انتخاب مذکورہ بالا پیش کیا جائے۔

(۳۸) جب مرحوم کے والد کو عدالت العالیہ کی تحریک کی نامنظوری کی اطلاع ہوئی۔
تب انھوں نے عدالت عالیہ کو حسب ذیل نیم سرکاری لکھا۔ عدالت العالیہ کے نیم سرکاری
۲۲۶۴/ل مورخہ دہم مہر ۱۳۳۱ف سے دریافت ہوا تھا کہ بہ تعمیل احکام سرکار مندرجہ
حاشیہ عدالت عالیہ بسلسلہ مولوی علی امجد صاحب صدر منصف وظیفہ یاب بشیر الدین احمد
کا نام صدر منصفی کے لیے پیش کیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد پر
عدالت عالیہ کی وہ تحریک نامنظور ہوئی ہے کہ قواعد ملازمت مورخہ ۱۹ بہمن ۱۳۲۳ف
کا ضمن (۳۳) مانع ہے لہذا اس سے متعلق حسب ذیل التماس کی جاتی ہے (۱) یہ کہ
ضمن مذکورہ عدالت عالیہ کے انتخاب سے متعلق ہے نہ مانع ہے۔ ضمن مذکورہ ملازمین
میں ان عہدہ داروں سے متعلق ہے جنہیں عدالت ضلع سے کم درجہ کے اختیارات
ہوں اون عہدہ داروں سے اس ضمن کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ جنہیں عدالت
ضلع کے اختیارات ان قواعد کے اجرائی سے قبل حاصل ہوں۔ بشیر الدین احمد کو چونکہ
قبل اناجرائے قواعد مذکورہ بذریعہ مراسلہ معتمدی عدالت ۶۲۹/ل مورخہ ۶ فروری
سنہ ۱۳۲۱ف۔ جناب مدار المہام بہادر سرکار عالی نے سرکاری ضرورتوں سے نظامت ضلع
کے کامل اختیارات کے ساتھ اورنگری ناظم عدالت ضلع اورنگ آباد مقرر فرمایا مددگاری
معتمدی عدالت پر تقرر تک تقریباً ایک سال انہوں نے بحیثیت ناظم ضلع عدالتی کام
انجام دیا۔ اور (۲۲۵) معدمات کے مکمل تحقیقات کر کے فیصلہ کیا ماہ دی ۱۳۲۲ف میں
بہ تعمیل حکم سرکار نظامت ضلع کے کام کا جایزہ دے کر وہ بلدہ روانہ ہوئے اور وہاں
انھوں نے مددگاری معتمدی کا جایزہ لیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ قبل اناجرائے قواعد
مذکورہ ناظم ضلع مقرر ہو چکے ہیں۔ لہذا اون پر ضمن مذکورہ اسی طرح غیر موثر ہے جسطرح

اُن نظمائے ضلع پر موثر نہیں ہے۔ جو ان قواعد کی اجرائے سے قبل بلا شرائط قواعد
مذکورہ نظمائے ضلع مقرر ہوئے ہیں ضمن مذکورہ سے استحفاظ کے لئے صرف نظامت
ضلع پر تو تقرر کافی ہے دگو ایک ہی روز بحیثیت ناظم ضلع کام کیوں نہ انجام دیا ہو۔
انھوں نے تو تقریباً ایک سال تک اختیارات ضلع استعمال کئے ہیں جس سے ضمن
مذکورہ کی غرض بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اسلیئے کہ محض ناواقفان کار عدالت کے لئے تین سال
تک کام انجام دینے کے لیئے رکھے گئے ہیں جن میں ہر قسم کے اشخاص کا ایک مناسب
مدت تک تجربہ حاصل کرسکنا۔ قیاس کیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت عدالتی کام سے محض
ناواقف نہیں تھے۔ بلکہ اس تقرر سے بہت زمانہ قبل مدت تک کارآموزانہ طور پر یہ
عدالتی کام سیکھ چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تقرر کے بعد تجربہ کارانہ طور پر یہ کام
انجام دیتی رہے۔ جن حکام کو عدالتی کام انجام دیتے ہوئے پانچسال سے بھی زیادہ
عرصہ ہو چکا ہے۔ اونکی تکمیل کردہ اور منفصلہ امثلہ کو انکی تکمیل کردہ و منفصلہ امثلہ کیساتھ
معائنہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ابتدائً انہیں عدالتی کام کا کسی قدر تجربہ تھا۔
اور جس قدر عرصہ تک انھوں نے عدالتی کام انجام دیا اوسمیں ان کا کسی قدر تجربہ بڑھا
بوجوہ مذکورہ ان کے اس تجربہ کا نتیجہ سہ سالہ تجربہ کے نتیجہ سے بہتر رہا ہے۔
گو ان کے مددگار معتمد مقرر ہونے سے انکی خدمات میں انقلاب پیدا ہوا ہے
مگر انہیں جو نظامت ضلع قبل اجرائے قواعد مذکورہ حاصل ہو چکے تھے اوسپر انقلاب
کچھ بھی موثر نہیں ہے۔ سرکار کا وہ حکم علی حالہ بحال ہے اگر موقعہ ہو تو اب بھی وہ
اختیارات استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔ چونکہ یہ قبل از اجرائے قواعد مذکورہ ناظم ضلع
ہو چکے ہیں۔ لہذا نظامت ضلع ان کے لیئے کوئی نئی خدمت نہیں ہے جو فقرہ مذکورہ
کی پابندی کی محتاج ہو۔ اوسکی پابندی صرف اونہیں اشخاص کے لیئے ہے جنہیں اجرائے
قواعد تک نظامت ضلع حاصل نہیں تھے۔ نہ اون کے لیئے جنہیں قبل از اجرائے قواعد

نظامت ضلع حاصل ہو چکے تھے۔ باقی رہے یہ بحث کہ اون کا تقرر بلا مشاہرہ اعزازی
تھا یا اسوجہ سے غیر موثر ہے کہ قواعد کو مشاہرہ یابی اور غیر مشاہرہ یابی سے کچھ تعلق
نہیں۔ ہے اسلئے کہ قواعد کا مقصود قابل استعمال اختیارات کا امتیاز ہے جو اجرائے
قواعد سے قبل حکام مقتدر کی معلومات اور ان کی رائے پر موقوف تھا۔ اور بروئے
قواعد ایک خاص مدت تک انجام دہی کار اس کا معیار کہا گیا ہے۔ ان کے تقرر سے
قبل حکام مقتدر نے انکی قابلیت کی جانچ کر کے اختیارات ضلع کے استعمال کے
لینے انکی قابلیت تسلیم کرنے کے بعد انہیں ناظم ضلع مقرر کیا ہے۔ اور انکی کارگزاری
سے اسکی تصدیق بھی ہو چکی ہے۔ کہ قابلیت مطلوبہ قواعد انمیں موجود تھے پس
بوجوہ مذکورہ ثابت ہے کہ فقرہ مذکورہ قواعد نہ نظامت ضلع پر بالمشاہرہ ان کے
تقرر کا مانع ہے نہ اس سے متعلق ہے۔

(۳) یہ کہ سرکار نے ابتدائے ۱۳۱۹ف میں عدالت العالیہ کو بوقت خلوئے جائدادا انکا
نام پیش کرنے کا حکم دیا گو اسکے بعد عدالت العالیہ نے بذریعہ مراسلہ ۹۵ مورخہ
۲۷ اسفندار ۱۳۲۰ف بااظہار حقوق و لیاقت عہدہ صدر مہتمم سرکار میں ان کے لیئے
تحریک تو کی لیکن حسب الحکم سرکار کسی جائداد کے لیئے ان کا انتخاب نہیں پیش کیا
مراسلہ مذکورہ کے جواب میں بھی سرکار نے انتخاب پیش کرنے کا حکم دیا اور دفتر پولٹیکل
پرائیویٹ سکرٹری سے معتمد صاحب عدالت کو علیحدہ ان کے تقرر کا حکم دیا جس کے
سلسلہ میں علیحدہ عدالت عالیہ کو انتخاب پیش کرنے کا حکم ہوا۔ اور باوجود جائدادوں کے
خالی ہونے کے جب تین سال تک ان کا نام کسی جائداد کے لیئے عدالت العالیہ سے نہیں
پیش ہوا۔ تب سرکار نے اون کا انتخاب نہ پیش ہونے کے وجوہ قابل غور خیال فرماکر
۱۶ محرم ۱۳۲۳ھ کو معتمد صاحب عدالت کو حسب ذیل حکم دیا۔

"احکام کی تعمیل میں اس قدر تاخیر غور کے قابل ہے۔ [illegible]

جلد حسب احکام سابقہ کیا جائے۔ اگر اس تقرر میں اور تاخیر ہو اور
مدت سہ سالہ ختم ہو جائے تو اس گشتی کا کوئی اثر ان پر نہ پڑے گا اور یہ
مستثنےٰ سمجھے جائیں گے۔ یہ قطعی حکم ہے اس کا خیال رہے"

جس سے ظاہر ہے کہ سرکار کو ان کے حقوق آبائی بھی ملحوظ تھے۔ اور ان کی لیاقت ذاتی کا بھی لحاظ تھا۔ لہذا ایسی انتخاب میں تعویق سے جو خطرہ ان کے تقرر میں پیدا ہو سکتا تھا اس کا سرکار نے حکم مذکور کے ذریعہ سے پورا انسداد فرما دیا۔ اور چونکہ وعدہ صدر منصفی مندرجہ مراسلہ عدالت العالیہ متذکرہ بالا کا بھی سرکار کو لحاظ تھا اور آئندہ قواعد ملازمت مابعد کے اجرائے معلوم تھے۔ جن سے استحفاظ اور ایفائے وعدہ کے لحاظ سے سرکار نے ۲۰ محرم ۱۳۳۱ھ کو ان کا اور نیز یہی صدر منصفی اورنگ آباد پر تقرر فرما دیا۔ پس گو حکم مذکور میں آئندہ کے قواعد ملازمت سے ان کا استثنےٰ درج نہ ہو لیکن منشا استثنا مندرجہ حکم قواعد سے بھی استثنا پر جاری ہے۔ اور صاف و صریح طور پر احکام مذکور کا منشا یہ ہے کہ جب ان کا تقرر ہو حسب قواعد زمانہ صدور احکام مذکورہ ہوگا۔ جس قدر موانعات آئندہ پیدا ہوں گے ان سے یہ مستثنےٰ رہیں گے۔ اور جب سرکار نے احکام مذکورہ کے ذریعہ سے ان سے متعلق اپنا منشا حسب مذکورہ بالا ظاہر فرما دیا ہے تب اس کی برعکس اس اعتراض سے ان کا تقرر نہیں روکا جا سکتا۔

(۳) یہ کہ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قبل از نفاذ قواعد ملازمت یہ ناظم ضلع نہیں مقرر ہوئی اور اسی وقت ان کا ابتدائی تقرر درپیش ہے۔ اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اس سے قبل تین سال تک عدالتی کام باختیارات ماتحت ضلع نہیں انجام دیا لہذا بروئے ضمن سوم ان کا تقرر نظامت ضلع پر نہیں ہو سکتا۔ تب بھی جس مواجب کی نظامت ضلع کے لیئے ان کا انتخاب درپیش ہوا ہے اس مواجب کی انھیں دوسری خدمت صیغہ عدالت میں دیئے جاتے ہیں تو قواعد کسی طرح مانع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ قواعد کے

فقرہ مذکورہ میں (نظامت ضلع یا اوس کے مساوی درجہ کی خدمت) درج ہے اور مساوات کا مفہوم اختیارات میں۔ نظامت ہائے بلدہ بروئے اختیارات نظامت ضلع کے مساوی ہیں۔ تابعین نظمائے بلدہ (جو نظمائے درجہ دوم و سوم کہلاتے ہیں) نظمائے بلدہ کے ماتحت ہیں اور ان کے اختیارات بہت کم ہیں اور نظامت ضلع کے ہم درجہ نہیں ہیں۔ لہذا وہ فقرہ مذکور سے خارج ہیں۔ نظامت دوم دیوانی و فوجداری بلدہ نظامت تحریک شدہ کے مساوی المواجب ہے۔ پس نظمائے دوم دیوانی و فوجداری بلدہ میں سے جو ترقی کا مستحق ہوتا اوسے وظیفہ یاب کی جگہ ترقی دے کر نظامت دوم پر ان کا تقرر کیا جاسکتا تھا۔ نامنظوری انتخاب عدالت العالیہ کی تو کوئی وجہ نہیں تھی۔

(۴) یہ کہ عدالت کی تحریک سے ظاہر ہے کہ عدالت العالیہ نے فقرہ سوم قواعد ملازمت بوجہ مندرجہ ضمن اول غیر متعلق سمجھ کر نظامت ضلع کے لیے ان کا انتخاب پیش کیا تھا۔ ورنہ خود عدالت العالیہ یہ عذر کرتی کہ فقرۂ مذکورہ مانع ہے۔ اور جب عدالت العالیہ فقرہ مذکور کو غیر متعلق اور غیر موثر تسلیم فرما چکی ہے۔ تو گو بوقت تحریک اوسکی کوئی بحث نہیں تھی۔ اسوجہ سے عدالت العالیہ کو اوس سے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر اب چونکہ نامنظوری اسی اعتراض پر مبنی ہے۔ لہذا اسکی ضرورت ہے کہ عدالت العالیہ اس مغالطہ کی تردید فرماکر سرکار کی توجہ انتخاب کی باضابطہ اور بیجا ہونے کی طرف مائل فرماکر منظوری کی استدعا کرے۔ امید ہے کہ اسباب میں عدالت العالیہ سے مکرر تحریک فرمائی جائیگی ۔

(۲۲۹) ہائی کورٹ کے کل حکام نے بالاتفاق نیم سرکار سے متذکرہ پر غور کرنے کے بعد سرکار میں حسب ذیل تحریک فرمائی:۔

مولوی محی الدین خان صاحب کی درخواست محکمہ سرکار میں بھیجکر لکھا جاوے کہ مولوی صاحب موصوف کی درخواست فی الحقیقت قابل لحاظ ہے چنانچہ مہر سنہ ۱۳۳۳ ف

مجلس نے مولوی سید علی امجد صاحب کے سلسلہ کے انتظام میں سفارش کی تھی کہ مولوی بشیر الدین احمد کا تقرر پانسو روپیہ کی جگہ پر کیا جائے اسوجہ سے کہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب بی۔اے۔ بیرسٹر ایٹ لا ہیں اور تقریباً ایک سال تک صدر منصفی اورنگ آباد کا کام انھوں نے بحیثیت آنریری صدر منصف انجام دیا ہے۔ جو تعلیم انھوں نے پائی ہے اس کے لحاظ سے اونکی خدمات سررشتہ عدالت میں زیادہ مفید ہو سکتے ہیں۔ ان کی لیاقت کے علاوہ ان کے حقوق آبائی اس ریاست میں خصوصاً سررشتہ عدالت میں ایسے ہیں جو سرکار سے مخفی نہیں ہیں اور جو نظر انداز نہ ہونا چاہیئے اسلئے مجلس عالیہ عدالت امید کرتی ہے کہ سرکار ان کے حقوق پر لحاظ فرماکر ان کو قواعد تقرر و ترقی عہدہ داران عدالت منظورہ سے خاص طور پر مستثنےٰ فرمائینگے اور نظامت عدالت دیوانی۔ مواجبی پانسو روپیہ پر ان کا تقرر منظور فرمائینگے۔ ہائی کورٹ کی اس متفقہ تحریک پر معتمد صاحب عدالت نے گزارش مترتب فرماکر معین المہام بہادر عدالت کے ملاحظہ میں پیش کی۔

اس دفعہ جناب معین المہام بہادر عدالت نے بھی ہائی کورٹ کی متفقہ رائے سے اتفاق کر لیا اور مدار المہام بہادر نے یہ لکھا کہ معتمد عدالت نے اب پھر مجلس عالیہ کے مذکورہ بالا متفقہ تحریک سے اتفاق ظاہر کیا ہے معین المہام بہادر عدالت کو بھی اتفاق ہے۔ خانہ زاد کو بھی اتفاق ہے۔ اب اس بارہ میں بارگاہ خسروی سے جو حکم صادر ہوگا حسب بسر و چشم تعمیل کیجائے گی۔

(۴۰) جب یہ گزارش اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی کے ملاحظہ میں پیش ہوئی تو حضرت نے حسب ذیل حکم صادر فرمایا۔ تمہاری معین المہام عدالت اور مجلس عالیہ عدالت کی رائے معروضہ امروزہ کے مطابق بشیر الدین احمد بیرسٹر ایٹ لا کا تقرر بہ لحاظات خاص نظامت دیوانی ضلع مواجبی (صما) پر کیا جائے جسکی تعمیل میں معتمدی عدالت سے مراسلہ اجرا ہوا

اور مرحوم بالاستقلال ناظم دیوانی ضلع بیدر بمواجب پانچسو معزز ہوئے۔ عدالت العالیہ نے
بذریعہ مراسلہ نشان ۲۷۴ مورخہ ۱۸ دی سنہ ۱۳۲۲ ف حکم مذکور جاری فرمایا اور صدر عدالت
صوبہ گلبرگہ کو اس سے مطلع کیا۔ صدر عدالت موصوفہ نے بذریعہ مراسلہ نشان ۱۲۵۶ مورخہ
۲۹ دی سنہ ۱۳۲۲ ف مرحوم کو نظامت ضلع بیدر کا چارج لیکر کام شروع کرنے کا حکم دیا۔
اسکی تعمیل میں مرحوم نے ۲۹ دی سنہ ۱۳۲۲ ف کو نظامت دیوانی ضلع بیدر کا جائزہ لے کر
کام شروع کردیا +

(۴۱) انہیں عدالت ضلع بیدر میں (دو ہی مہینہ کام کرنے کا موقعہ ملا تھا کہ اعلیحضرت
مدظلہم العالی کے ایوان شاہی واقع اوٹی کے اہم مقدمہ کی ترتیب اور ترجمہ کاغذات انگریزی
کے لئے صدر المہام صاحب صرف خاص نے مرحوم کا انتخاب کرکے معتمد صاحب عدالت
کو صرف خاص میں ان کے بھیجدینے کا حکم دیا۔ اور بحکم جناب معین المہام بہادر عدالت
ہائی کورٹ کو معتمدی عدالت سے حکم دیا گیا کہ جلد انہیں صدر المہام صاحب صرف خاص
کی خدمت میں بھیجدیا جائے۔ اور بحکم ہائی کورٹ انہیں (۱۷) ماہ فروردی سنہ ۱۳۲۴ ف
کو نظامت ضلع کا چارج دے کر حیدرآباد روانہ ہونا پڑا۔ چارج لینے کی تاریخ سے چارج
دینے کی تاریخ تک انہیں صرف (۳۴) ایام دیوانی کام کے لئے ملے تھے جنمیں انھوں نے
۸۵ مقدمات ابتدائی و اپیل نمبری علاوہ متفرق و انتظامی کام کے فیصل کئے تھے۔
اور ماسوا اس کے فوجداری کام کے لئے (۱۱) دن ملے تھے جن میں (۲۳) مقدمات
فوجداری انھوں نے فیصل کئے۔ مجموعاً (۵۴) ایام میں حسب مذکورہ بالا کام انجام
دیا جو انکی توجہ اور کارگزاری کی دلیل ہے +

(۴۲) ہنوز مرحوم اوٹی کے مقدمہ ہی میں مصروف تھے کہ عدالت العالیہ نے بضمن
تبدیلیات بعض حکام عدالت ہائے اضلاع انہیں بھی ضلع بیدر سے تبدیل کرنے کے
لئے سرکار میں تحریک کردی اور بذریعہ مراسلہ معتمدی عدالت نشان ۵۴۶ مورخہ ۲۶ آبان سنہ ۱۳۲۴ ف

یہ ضلع اورنگ آباد پر تبدیل کئے گئے۔ عدالت العالیہ نے بہ تعمیل حکم سرکار صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد و گلبرگہ کو حکم تبدیل کی تعمیل کا حکم دیدیا۔ مگر چونکہ یہ کار خاص پر مور تھے۔ اسوجہ سے تا ختم کار جائے متبدلہ پر نہیں جاسکے آبان ۱۳۲۴ف تک یہ اپنا متعلقہ کار خاص انجام دے چکے تھے۔ لہذا صدر المہام صاحب صرف خاص نے کو بذریعہ مراسلہ ۱۱۰۰ مورخہ (۴) آبان ۱۳۲۴ف ان کی واپسی کا حسب ذیل حکم دیا تھا

یہ واپس کئے جاتے ہیں۔ تاکہ انہیں ان کی خدمت پر بھیج دیا جائے انھوں نے یہاں جس احتیاط اور محنت و لیاقت کے ساتھ اپنا مفوضہ کام انجام دیا ہے وہ قابل تعریف ہے اور ان کی کارگزاری کی نسبت اظہار مسرت کیا جاتا ہے۔

لیکن پھر صدر المہام صاحب صرف خاص نے مقدمہ ادتے کی ضرورتوں سے مرحوم کو روک رکھا تھا اور بالآخر دویم بہمن ۱۳۲۵ف کو انہیں واپسی کی اجازت دی تھی۔ اور انھوں نے اورنگ آباد پہونچکر نظامت ضلع کا جارج لیا۔ اور کام شروع کیا +

(۲۴) مگر بوجہ ناسازی مزاج یہاں بھی انہیں زیادہ عرصہ تک کام کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور ۱۲ر فروری ۱۳۲۵ف سے انہیں رخصت خاص سے استفادہ کرنا پڑا۔ جسکے بعد انہیں علالت کی طوالت کے سبب سے ۲۹ر خورداد ۱۳۲۵ف سے (۱۱) اردی بہشت ۱۳۲۶ف تک طویل رخصت بیماری لینی پڑی۔ اور بدقسمتی سے عبدالسلام صاحب منصرم مقرر ہوئے جنہوں نے ایسی عدالت ضلع میں جہاں کا سالانہ مرجوعہ بہت تھا دو سال میں صرف چند مقدمات ابتدائی اور (چند) مقدمات اپیل مجموعۃً قلیل مقدمات کے انفصال سے زیادہ کچھ کام نہیں کیا اور علاوہ زمانہ سابق کے کثیر التعداد بقایا کے دو سال کا متدائرہ بھی بقایا میں شامل ہوکر اس قدر بقایا جمع ہوگیا۔ جسے ایک حاکم کسی طرح انجام نہیں دے سکتا +

(۴۳) مرحوم نے رخصت سے واپس آکر جائزہ لیا۔ اور کام شروع کیا۔ چونکہ ہنوز انمیں طوالت علالت کی وجہ سے کما حقہ قوت جسمانی نہیں آئی تھی۔ اور بہ لحاظ کار مجتمعہ کے اسکے سوا چارہ نہیں تھا کہ معینہ اوقات کے علاوہ غیر معمولی طور پر کام انجام دیا جائے۔ اور ان کا اخلاق اور ہمدردی انسانی اسکی مقتضی نہیں تھی کہ وہ اہل مقدمات کی تکلیف دیکھیں اور اوسکی کچھ پرواہ نہ کریں۔ وہ ہمیشہ اپنی ذات پر عامۂ خلائق کو ترجیح دینے کے عادی تھے۔ لہذا انھوں نے نہ اپنی صحت کی خرابی کی کچھ پرواہ کی نہ ناقابل برداشت محنت کا کچھ لحاظ کیا اور شبانہ روز انفصال مقدمات میں نہایت غیر معمولی طور پر مصروف رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونکی غیر معمولی محنت کا اثر اونکی صحت پر پڑا اور اونکی صحت خراب ہوگئی جس کی وجہ سے اونہیں ۱۹۔ امرداد ۱۳۲۷ف کو تین ماہ کی رخصت خاص کے درخواست کرنی پڑی اور عام طور پر جس قدر عرصہ اس قسم کی درخواستوں کی منظوری میں ہوا کرتا ہے اوسی کے اندازہ سے انھوں نے حصول منظوری رخصت کی امید کر کے حسب رائے معالج منضج شروع کردی۔ مگر بدقسمتی سے اس دفعہ منظوری رخصت میں نہایت غیر معمولی تعویق ہوئی۔ اور بہ لحاظ ضرورت مسہل ہر چند انھوں نے بذریعہ تار ہائیکورٹ سے کام چھوڑنے کی اجازت چاہی لیکن ہائیکورٹ نے انھیں اجازت نہیں دی۔ اور ان وجوہ سے اونہیں زمانہ معینہ منضج سے بہت زیادہ عرصہ تک منضج استعمال کرنی پڑی جس سے اون کا مزاج اور زیادہ خراب ہوگیا۔ ۲۴۔ بہمن ۱۳۲۷ف کو عدالت العالیہ کا مراسلہ [۱۳۵۶۴] مورخہ ۲۰ بہمن منظوری رخصت سے متعلق دو ماہ کے بعد وصول ہوا۔ اور بے وقت رخصت کی منظوری ملی جس وقت میں بہ لحاظ موسم کے کوئی موقعہ معالجہ کا نہیں تھا لہذا وہ رخصت سے مستفید نہیں ہونا چاہتے تھے اور اون کا قصد تھا کہ ۱۳۲۸ف کو ختم کرنے کے بعد آیندہ علاج کے مناسب موقعہ پر رخصت سے استفادہ حاصل کریں

لیکن بدقسمتی سے اون کے پاؤں میں ایسی شدید موچ آگئی جسکی وجہ سے وہ نشست و برخاست سے عاجز ہوگئے اور علاج سے جلد فائدہ نہیں ہوا۔ لہذا مجبوراً انھوں نے ۱۸ آبان ۱۳۳۳ف سے رخصت خاص مدنی سہ ماہ منظور شدہ سے استفادہ کیا۔ اور بڑا حصہ اس رخصت کا اوسی پاؤں کی موچ کے علاج میں گزر گیا اور مختلف علالتوں کی وجہ سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا۔

(۴۴) چونکہ مرحوم کے والد ۱۲۹۶ف سے نظامت صوبہ اورنگ آباد پر مامور تھے اور نہایت طویل زمانہ تک خدمت مذکورہ پر مامور رہے۔ اور مرحوم بھی مختلف اوقات میں اپنے والد کے پاس اورنگ باد میں رہتے تھے۔ اسوجہ سے مرحوم کو صغیر سنی کے زمانہ سے اورنگ آباد کے باشندے جانتے تھے اور بہ لحاظ اون کے اخلاق و عادات اور رحمدلی اور ہمدردی کے قابل قدر سمجھتے تھے۔ صدر عدالت صوبہ اورنگ آباد ہی میں مرحوم نے عملہ کا کام سیکھا تھا اور انفصالی کام بھی یہیں کتب قانون دیکھی تھیں یہاں کے قانون پیشہ اشخاص اون سے اور وہ قانون پیشہ اشخاص سے بخوبی واقف تھے۔ اور عام طور پر اورنگ آباد کی رعایا کے اون کی نسبت بہت اچھے خیالات تھے جب وہ یہاں اونزیری ناظم ضلع مقرر ہوئے تو اون کے اس تقرر سے عام طور پر اہل اورنگ آباد نہایت خوش ہوئے اور اونھیں انصاف سے متعلق پورا اطمینان ہوگیا۔ اور جب انھوں نے عمدگی سے کام انجام دینا شروع کیا تو عملی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ نہایت طور اور تحقیق کیساتھ بہت جلد وہ کام انجام دیتے ہیں اور عدالتی کام کے لئے نہایت مفید عہدہ دار ہیں۔ چنانچہ بعد تقرر مددگاری معتمدی عدالت جب وہ اورنگ آباد سے حیدرآباد جانے لگے تو عموماً اہل اورنگ آباد کو اون کا یہاں سے جانا سخت ناگوار گزرا خصوصاً اس وجہ سے کہ مولوی علی الدین حسن خان صاحب ناظم ضلع کثرت کار کی وجہ سے اکثر مقدمات بلا کارروائی تبدیل کردیتے تھے۔ اس عدالت میں مرجوعہ کی تعداد زیادہ تھی اسوجہ سے

بقایا بڑھا جاتا تھا اور اہل مقدمات التوائے مقدمات سے سخت پریشان ہوتے تھے
جب سے یہ اونریری ناظم ضلع مقرر ہوئے تھے تو بکثرت مقدمات فیصل ہوتے
تھے۔ اور کوئی مقدمہ بلا کارروائی ملتوی نہیں ہوتا تھا۔ ہر وقت کام ہوتا تھا جس
سے اہل مقدمات بہت خوش تھے اور رعایائے اورنگ آباد کی یہ آرزو ہی تھی کہ مرحوم
مستقل ناظم ضلع اورنگ آباد ہوں۔ چنانچہ جب مرحوم عدالت ضلع اورنگ آباد میں
تبدیل ہوئے اور اسکی اطلاع اہل اورنگ آباد کو ہوئی تو عام طور پر اس تبدیل سے
اہل اورنگ آباد از حد خوش ہوئے۔ اور ان کے چارج لینے کا بیقراری کے ساتھ انتظار
کرتے رہے تا آنکہ صرف خاص سے وہ واپس ہوئے۔ اور عدالت ضلع اورنگ آباد کا
چارج لینے کے لئے حیدر آباد سے روانہ ہوئے۔

اس اطلاع سے اہل اورنگ آباد بہت خوش ہوئے اور کثیر التعداد مجمع ریلوے اسٹیشن
پر اون کے استقبال کے لئے جمع ہو گیا اور اون کے اس تبدیل پر بہت کچھ اظہار
مسرت کیا۔ گو وہ بھی نہایت خوشی کے ساتھ عدالت ضلع اورنگ آباد کا کام انجام
دینا چاہتے تھے مگر بدقسمتی نے اس کا زیادہ موقع نہیں دیا۔ اور دو ہی مہینہ میں وہ
علیل ہو گئے جسکی وجہ سے طویل زمانہ تک اونہیں رخصت پر رہنا پڑا۔ اور جو صاحب
اون کی رخصت کے زمانہ میں منصرم ہوئے انہوں نے اپنے طریقہ عمل سے اہل اورنگ آباد
کو اونہیں زیادہ یاد دلایا اور مزید قدر اون کے دل میں بڑھائی۔ واپسی رخصت کے
بعد باوجود ناطاقتی و ضعف کے جس محنت اور توجہ کے ساتھ انھوں نے عدالت ضلع کا
کام انجام دیا وہ فی الحقیقت نہایت قابل تعریف اور قابل قدر تھا۔ اہل اورنگ آباد
کے دل میں اوس سے مرحوم کی اعلیٰ درجہ کی کارگزاری اور محنت اور لیاقت اور صداقت
اور دیانت ایسی منقش ہوگئی ہے جس سے ہمیشہ اونہیں وہ یاد آتے ہیں۔ اور ہر کس و ناکس
اون کا از حد مداح ہے۔

(۵۸۴) سرکار عالی کا جو مطالبہ محمد ان خان کنٹراکٹر ایوان شاہی واقع اوپی گمنڈ پر تھا اور
نیز کنٹراکٹر سرکار پر اپنا مطالبہ بیان کرتا تھا جس کے لیے کمیٹی منحصر علیہم بغرض تحقیقات
وانفصال مقرر ہوئے تھے۔ چونکہ نہ منجانب سرکار اوس مقدمہ میں وکلا تھے نہ منجانب
کنٹراکٹر اور نہایت غیر معمولی پیچیدگیوں پر اس مقدمہ کے اجزا مشتمل تھے اور تجربہ کار
قانون پیشہ اشخاص کو بھی اوس کا سمجھنا از حد دشوار تھا۔ لہذا اوسکی ترتیب دینے اور
سمجھانے اور اوسکی انگریزی کاغذات کے ترجمہ کے لیے مرحوم کا انتخاب ہوا تھا۔
مرحوم کے ترجمہ اور نوٹس دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ نہایت ہی غیر معمولی محنت
اور جانکاہی سے وہ مقدمہ کی اصلیت تک پہونچے اور نہایت ہی عمدگی سے انہوں
نے اوسے مرتب کیا۔ اور حق و باطل کو جدا کرکے دکھا دیا۔ اور نہایت ہی فصیح ترجمہ انہوں
نے فن تعمیرات کے مصطلحات اور کاغذات کے کئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
بغیر اون کے اس غیر معمولی استعانت کے منحصر علیہم کو اصلیت مقدمہ تک پہونچنا
دشوار تھا۔ چنانچہ معتمد صاحب صرف خاص اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی نے بذریعہ مراسلہ
۷۶۴۳ مورخہ ۷ آبان ۱۳۲۷ف معتمد صاحب عدالت کو لکھا کہ:۔

مولوی بشیر الدین احمد خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا ناظم عدالت
دیوانی ضلع ترجمان کاغذات انگریزی (ترتیب دہندہ) و خلاصہ
نویس (مقدمہ ایوان شاہی واقع روٹی) سے کمیٹی ثالثی کو بہت
مدد ملی۔ اس سے متعلق فرمان خسروی صادر ہوا ہے کہ نہایت مسرت
کی بات ہے کہ ایک پیچیدہ مقدمہ کی بہت عمدگی سے یکسوئی ہوگئی
میری طرف سے اظہار خوشنودی کردیا جائے۔ مولوی بشیر الدین احمد
خان صاحب سے اظہار خوشنودی اعلیٰ حضرت فرمادیا جاوے۔ او معتمد
صاحب عدالت نے بذریعہ مراسلہ ۲۷ ان مورخہ ۸ آبان ۱۳۲۷ف بحوالہ

مراسلہ مذکورہ یہ لکھا کہ:-

"تعمیل فرمان خسروی بہ نہایت مسرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں بغرض اطلاع اظہار خوشنودی حضرت اقدس مراسلہ ہذا مرسل ہے"

(۴۶) درحقیقت مرحوم نے جو محنت شاقہ سعد بہ اوٹی کے سمجھنے میں کی اسکی نظیر نہیں صیغۂ تعمیرات کے (۱۱۲) اشغلاں اور دیگر دفاتر کے (۲۰) اشغلہ کا بغور معائنہ کرنا پڑا۔ اور کثیر التعداد کاغذات مدخلہ فریقین معتدبہ کا اور ضروری کاغذات اشغلہ کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنا پڑا۔ اوس غیر معمولی محنت نے اونکی صحت خراب کردی اصلی نہاد ملالت رہی تھی جسکی وجہ سے زائد از دو سال تک انہیں معالجہ میں مصروف رہنا پڑا۔ مگر پھر بھی انہیں وہ صحت نصیب نہیں ہوئی۔ جو سعد بہ اوٹی کا کام شروع کرنے کے وقت تھی +

(۴۷) یہ رخصت خاص جس سے انہوں نے مجبوراً استفادہ شروع کیا تھا اون کی آخری رخصت تھی۔ اسی رخصت سے استفادہ کے زمانہ میں اورنگ آباد میں وبائی انفلوانزا کا دورہ شروع ہوا جسکی وجہ سے اکثر اموات واقع ہوئیں اور بہت ہی کم مریض اس مرض سے جانبر ہوئے اور اوس کے بعد اورنگ آباد میں وبائے ہیضہ کا نہایت ہی شدید دورہ ہوا جسمیں چند ہی گھنٹوں میں مریض کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ اور اوس کے دورہ میں بھی انفلوانزا کے دورہ سے کم اموات واقع نہیں ہوئیں۔ چونکہ ۱۷ ماہ [illegible] کو مرحوم کی رخصت ختم ہوئی تھی اسی روز انہوں نے نظامت [illegible] کا جائزہ لے لیا اور [illegible] سے شب یکشنبہ کو مرحوم کو بعد نصف شب ہیضہ ہو گیا۔ ربیع الاول [illegible] ہوگئی اور پھر حالت سخت خطرناک تھی جبکی وجہ سے اونکے رو برو انہیں سورۂ یٰسین اور دیگر سورتیں قرآنی سنائی گئیں اور تو سبکی متعلقین کی تھی اور حسب طریقہ مشائخین اون سے

توبہ کرا کے اونھیں طریقہ قادریہ میں داخل کیا تھا۔ اور والدین بالذات اونکی خدمت میں مصروف تھے۔ اور اونکی صحت کیلئے دست بدعا۔ چنانچہ خداوند کریم نے اپنے عاجز بندوں پر رحم فرما کر دو پہر کے بعد سے اونکی حالت درست کردی تھی اور شب کو بجز ضعف شدید کے اور کوئی اثر مرض کا باقی نہیں رہا تھا۔ دوسرے روز اونکی حالت کسی قدر سنبھلی اور انھوں نے کسی قدر سرکاری کام بھی انجام دیا۔ دو تین روز ایسی حالت رہی جس سے کوئی خطرہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور بجز ضعف شدید کے اور کوئی امر خطرناک نہیں تھا۔ کہ اون کے دانتوں میں درد شروع ہوا اور کثیر المقدار دانتوں سے خون بہا جس سے مزید ضعف بڑھ گیا۔ جمعہ کے روز بتاریخ ۲۳ بہمن دانتوں کے درد میں خفیف پیدا ہوئی اور شنبہ کے روز دانتوں کا درد جاتا رہا مگر ساتھ ہی شانوں اور گردن میں خفیف سا درد محسوس ہونے لگا۔ اور بروز یکشنبہ وہ درد بڑھ گیا۔ اور اونکی حالت غشی کی سی ہو گئی جس سے اون کے حواس بھی کسی قدر متاثر معلوم ہونے لگے اور سہ پہر کو اونکی بائیں آنکھ سے پانی جانے لگا۔ اور چہرہ سے لقوہ کے سے آثار محسوس ہونے لگے۔ بعد غروب نصف حصہ سر جانب چپ میں درد زیادہ ہونے لگا۔ جس کے لیے ادویہ متعلقہ کی مالش شروع کی گئی اور سینک اوس سے بعد نصف شب اس قدر تخفیف ہو گئی کہ اونھیں نیند آ گئی۔ لیکن صبح صادق کے وقت اونکی حالت زیادہ خراب معلوم ہونے لگی۔ اور وقتاً فوقتاً کرب بڑھتی گئی ناک بند ہو گئی جسکی وجہ سے وہ منہ سے سانس لینے لگے۔ اور بے ہوشی بھی بڑھتی گئی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مادہ لقوہ ہی قلب موثر ہو گیا ہے۔ ہر چند ڈاکٹروں نے کوشش کی مگر کچھ موثر نہیں ہوئی۔ اور تقریباً ۱۱ بجے صبح کے بروز دوشنبہ بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۴۷ھ اون کا سانس بند ہو گیا۔ گو نبض اوس کے بعد بھی کچھ دیر چلتی رہی لیکن بالآخر معلوم ہوا کہ انتقال ہو گیا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر معالج کی یہ رائے ہوئی کہ مادہ لقوہ قلب پر گرا اسوجہ سے موت واقع ہوئی ؛

(۸۴) ابتدائے علالت سے واقعہ موت تک خود اون کے والدین اونکی خدمت میں مصروف تھے اونہیں کے سامنے واقعہ جانکاہ پیش آیا۔ اور خداوند کریم نے اونہیں صبر و استقلال عطا فرمایا جس سے وہ بقیام حواس مرحوم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور خداوند تعالی کے فضل سے حضرت شاہ غلام حسین صاحب قادری کی درگاہ میں جو (مشاہیر اولیائے کبار اورنگ آباد ہیں) اچھی جگہ مرحوم کے تدفین کے لیئے مل گئی۔ اور عربی حضرات اون کے غسل و تکفین کے لیئے بہم ہوگئے۔ اور نہایت عمدہ طور پر پوری شرع شریف کی پابندی اور احتیاط کے ساتھ اون کے غسل و تکفین کا عمل ہوا۔ چونکہ مرحوم نہایت ہر دلعزیز شخص تھے۔ اور اہل اورنگ آباد کو اون سے عام طور پر خاص قسم کی محبت و عقیدت تھی۔ لہذا بعد اطلاع واقعہ عام طور پر تمام شہر اورنگ آباد میں نہایت غیر معمولی طور پر رنج و الم کے آثار نمودار ہوئے۔ اور جملہ سرکاری عہدہ داران اور وکلا اور عمال کے علاوہ اکثر خوش باش و معززین شہر مشایعت جنازہ کے لیئے جمع ہونے شروع ہوگئے۔ قطع نظر اہل اسلام کے اہل ہنود بھی آکر جمع ہوگئے۔ اور بہت ہی بڑی کثیر التعداد مجمع نے مشایعت کی اور نماز جنازہ میں بوجہ کثرت اشخاص کے پانچ چھ جماعتیں نمازیوں کی ہوئیں اور وہ مجمع کثیر تدفین میں شریک رہا۔ اور بعد ظہر نہایت عمدہ طور پر تمامی احتیاطوں کے ساتھ تدفین عمل میں آئی آخری وقت میں جب مجمع کو مرحوم کی صورت دکھائی گئی ہے تو وہ بمقابلہ زمانہ حیات کے نہایت تندرست معلوم ہوتے تھے۔ اور ان کا چہرہ اس قدر منور تھا کہ کبھی زندگی میں اس قدر بارونق اور منور ان کا چہرہ نہیں دکھائی دیا تھا۔ اور چہرہ سے اعلی درجہ کے خوشی کے آثار نمایاں تھے اور ایسی مسکراہٹ معلوم ہوتی تھی گویا ہنس رہی ہیں۔ یہ آثار اون کا خاتمہ بخیر ہونے اور رحمت الہی اور

بخشش کے معلوم ہوتے تھے۔ جو نتیجہ اونکی نیک نیتی اور نیک کرداری اور صفائی
باطن کا تھا۔ اسوقت تمام حاضرین پر اس مشاہدہ سے ایک غیر معمولی اثر طاری
تھا بہر حال اس کے بعد قبر کا پٹاؤ رکھ دیا گیا۔ اور فاتحہ کے بعد مجمع نہایت رنج و الم
کے ساتھ منتشر ہو گیا۔ اور کئی روز تک اورنگ آباد میں عام طور پر مرحوم کی وفات
کا سخت رنج رہا اور جو اشخاص بوجہ عدم اطلاع یا اور کسی سبب سے بروقت نماز
جنازہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ عرصہ تک وہ قبر پر آکر نماز پڑھتے رہے صدہا
اشخاص اس طور پر وہاں آتے رہے جو عام طور پر مرحوم کے ساتھ خلوص کی دلیل ہے۔

(۴۹) بروز پنجشنبہ مرحوم کی فاتحہ سوم ہوئی۔ جس میں اس قدر کثیر مجمع تھا کہ عیدگاہ
کی بہت بڑی مسجد اور صحن اسکا بھرا ہوا تھا بلکہ درگاہ کا احاطہ بھی اشخاص سے پُر تھا
فاتحہ دہم و بستم اور یک ماہی میں درگاہ مجمع سے بھری رہی اور فاتحہ چہلم کے روز
تو بیحد مجمع رہا اور ہر فاتحہ میں صدہا اشخاص نے فاتحہ کا کھانا کھایا خصوصاً فاتحہ
سوم و چہلم میں تقریباً ہزار ہزار اشخاص فاتحہ کے کھانے سے مستفید ہوئے اور مرحوم کی
قبر بھی سوم ہی تک پختہ بنگئی اور چہلم تک سنگ سرخ کا چبوترہ اور تعویذ بن کر عمدہ
طور پر قبر مکمل ہو گئی۔ اور سنگ مرمر پر تاریخ مندرجہ ذیل کندہ ہو کر قبر کے سرہانہ نصب
ہو گئی ہے

فاضل عادل بشیر الدین احمد خان — قدوۂ ارباب فضل و نور شمع خاندان
مرد میدان شجاعت گوہر دریائی خلق — زبدۂ اصحاب دانش عدل گستر کامران
وادریغا حسرتا افسوس و صد افسوس و آہ — کرد رحلت از جہان گردید پنہان ناگہان
گفتہ با فیروز ہاتف سال تاریخش چنان — عین مہر و معدلت گردید پنہان از جہان

یہ سب آثار مرحوم کی پاک باطنی اور نیک نیتی اور ہمدردی انسانی و اخلاق حسنہ کے ہیں کہ اون کا ہر کام سہولت کے ساتھ عمدہ طور پر انجام ہوا۔

اور ہمیشہ اون کی فاتحہ و نگہداشت قبر کے لیئے دس ہزار روپیہ کے سیلو سے شیر زاون کے والد نے زیر نگرانی سرکار بدین مراد وقف کر دیئے کہ شیر ز مذکورہ کے منافعہ سے جو سالانہ بقدر (ماعشہ) کے ہوگا۔ اونکی فاتحہ سالانہ ہوتی رہے اور جو آدمی جاروب کشی اور نگرانی قبر کے لیئے مقرر ہو اوسے بطور معاوضہ خدمت کچھ ملتا رہے۔ صاحب ضلع حسب ثوابدید آمدنی مذکورہ سے انتظام رکھیں گے +

(۵۰) اورنگ آبادی کے باشندے ہی مرحوم کے انتقال سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ جن حضرات سے مرحوم یا اون کے والد کی شناسائی تھی انھوں نے جس وقت اس واقعہ جانکاہ کی بابت اطلاع پائی۔ اس واقعہ سے بہت سخت متاثر ہوئے اور انہوں نے بذریعہ تار برقی یا خطوط کے اپنے رنج والم کے اظہار کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔ گو ایسی تعزیت ناموں کی تعداد بہت کثیر ہے ہر طبقہ کے کثیر اشخاص نے مرحوم کے والد کو تعزیت نامہ لکھے ہیں اور ان کے ساتھ بہ لحاظ قدیم تعلقات کے بہت کچھ ہمدردی کی ہے۔ جن کا اس موقعہ پر اندراج خالی از طوالت نہیں ہے لہذا صرف بعض قابل ذکر تاروں اور خطوط کا حسب ذیل تذکرہ کافی سمجھا گیا:۔

(۱) حضرت ابراہیم سیف الدین صاحب بغدادی صاحب سجادہ حضرت غوث الاعظمؓ نے اس واقعہ کی اطلاع پر تحریر فرمایا ہے:۔

"کہ اس واقعہ سے انتہائی درجہ کا غم اور افسوس ہوا۔ بہ لحاظ مرحوم کی عمر شباب اور اون کے کمالات کے مرحوم کے والد کو انتہا درجہ کا غم والم ہوا ہوگا۔ اسلیئے کہ مرحوم مثل ان کے دست راست یا اوس سے بھی زیادہ تھے"۔

(۲) جناب نواب سالار جنگ بہادر مدار المہام سرکار عالی نے بذریعہ ٹیلیگرام
۲ر جنوری ۱۹۱۹ء سخت رنج و ملال کا اظہار فرمایا اور
(۳) جناب مہاراجہ بہادر سر یمین السلطنت کشن پرشاد بہادر پیشکار
سابق مدار المہام دولت آصفیہ نے (۱۱) ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ کو حسب ذیل
نامہ تحریر فرمایا:۔

افسوس صد افسوس آج آپ کے ہونہار فرزند رشید و سعید مولوی بشیر
صاحب بیرسٹر ایٹ لا صدر منصف اورنگ آباد کے انتقال پر ملال
خبر وحشت اثر نے شاد کے زخمہائے کہن کو تازہ کر دیا۔
فی الحقیقت جدائی اور وہ بھی ایسے نوجوان ہونہار رشید و سعید فرزند
کی دائمی جدائی کا داغ اور اس زمانہ میں جبکہ عمر رواں کی آخری منزل
طے کرنے کا زمانہ ہے۔ جس قدر سوہان روح ہو کم ہے۔
یہی وہ داغ ہے جو انسان کی زندگی تلخ کر کے زندہ درگور کر دیتا
مگر کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ جو کالبد خاکی کُن عدم سے عالم
وجود و شہود میں آیا ہے اسکو ضرور اپنی اصل کی جانب رجوع کرنی ۔

خضر کو بھی ایک دن تو موت ہے
گو زمانہ میں جیے لاکھوں برس

مشیت ایزدی میں چارہ کار نہیں۔ انسان بجز صبر اور کیا کر سکتا ۔
ہر چند کہ صبر فعل اضطراری ہے اختیاری نہیں لیکن وہ حکیم مطلق وقت
بر وقت اپنے فضل و کرم سے توفیق صبر عطا فرما دیتا ہے جس پر نظام کا
عالم کا انحصار ہے۔
الحاصل اب یہ دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں

عطا فرمائے اور آپ نیز جمیع پسماندگان کو صبر جمیل و اجر جزیل سے
بہرہ یاب فرمائے۔"

(۴) جناب صدر المہام صاحب صرف خاص و مالگذاری نے بھی حسب ذیل تحریر
کے ساتھ اظہار رنج فرمایا۔

"خبر وحشت اثر کی صحت آپ کی عنایت نامہ سے ہوئی۔ اولاد کیسی ہی ہو
عزیز ہوتی ہے۔ اور پھر لائق اور نیک چلن بھی ہو تو کیا کہنا ہے ایسی اولاد
کی جدائی سے جان کی جدائی بہتر ہے مگر مرضی الٰہی سے بجز صبر
کے کیا چارہ ہے۔ چونکہ زمان خان کے مقدمہ کی وجہ سے مجھے بھی ان
سے محبت ہو گئی تھی اسلئے سخت افسوس ہوا مگر کیا کر سکتا ہوں۔"

(۵) اور جناب محمد اکبر نذر علی حیدری صاحب معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ نے حسب
ذیل تحریر کے ساتھ اظہار تاسف فرمایا۔

"مولوی بشیر الدین احمد خان صاحب مرحوم کے بیوقت مرنے نے صرف
دوستوں اور اعزہ کو صدمہ پہونچایا ہے بلکہ ان کے اس قبل از وقت انتقال
نے سررشتہ عدالت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہونچایا جسکو ان کے
جیسے لائق اور کارگزار عہدہ دار کی خدمات قابل تحسین سے محروم ہونا پڑا۔"

(۶) مولوی احمد حسین صاحب (امین جنگ) چیف سکرٹری سرکار عالی نے مرحوم
کو یاد کر کے لکھا ہے کہ ان کی شکل و صورت ہنوز آنکھوں میں پھر رہی ہیں اور واقعہ
رحلت پر بہت کچھ اظہار رنج و ملال فرمایا ہے۔

(۷) شاہ میر جنگ اتالیق سرکار اعلیٰ حضرت مدظلہم العالی نے بے انتہا رنج و الم
کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"افسوس ہزار افسوس کہ خاندان کا چراغ گل ہو گیا اور عین بہار کے وقت

باغ لٹ گیا"

(۸) نواب عظام الدولہ بہادر نے بھی اس واقعہ پر نہایت سخت رنج و ملال کا اظہار فرمایا ہے:۔

(۹) مسٹر جارج فدی انسپکٹر جنرل رجسٹریشن و اسٹامپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

ایسے لایق اور قابل اور ہونہار فرزند کا عالم شباب میں انتقال جس قدر رنج و ملال کا باعث ہو کم ہے۔ کوئی دل ایسا نہ ہوگا۔ جو اس واقعہ ہوشربا کو سنکر متاثر نہ ہوا ہو۔ اور بہت کچھ اظہار رنج و افسوس کیا ہے"

(۱۰) مولوی فخر الدین صاحب اکوائینٹ جنرل سرکار عالی نے لکھا ہے کہ:۔

"مرحوم سے مجھے ذاتی نیاز تو حاصل نہیں تھا لیکن میں اونکی بہت تعریف سنتا تھا۔ اور محض اونکی شہرت کی بنیاد پر میں نے اپنے دفتر کے لیئے مددگاری تصفیہ مقدمات پر اون کا انتخاب پیش کیا تھا اور مرحوم کے واقعۂ انتقال پر اظہار رنج و ملال کیا"

(۱۱) بنود جنگ بہادر سابق صوبہ دار اورنگ آباد نے بھی نہایت افسوس و رنج و ملال کے اظہار کے ساتھ تعزیت نامہ تحریر فرمایا۔

(۱۲) حکام ہائی کورٹ میں سے ڈاکٹر سید سراج الحسن صاحب نے بذریعہ تار اس واقعہ پر سخت اظہار رنج و الم فرمایا جنہیں خصوصیت کے ساتھ مرحوم سے محبت تھی اور نیز مولوی غلام جبار صاحب اور مفتی نور الضیاء الدین صاحب نے اپنے اپنے تعزیت ناموں کے ذریعہ سے اس واقعہ پر بہت کچھ اظہار رنج و ملال فرمایا۔

(۱۳) مولوی غازی الدین صاحب اسسٹنٹ رجسٹرار ہائی کورٹ نے لکھا ہو کہ:۔

کوئی بھی حشمت افزسنی گئی کوئی لفظ ایسا نہیں ملتا جو تحریر میں لایا جائے اور کوئی تحریر یا تقریر ایسی نہیں ہوسکتی جو اس صدمۂ عظیم کو ہلکا کرسکے اور سخت اظہار رنج و ملال کیا۔"

(۱۴) مولوی عبد الصمد صاحب سابق سول سشن جج اورنگ آباد نے لکھا ہے کہ:-

"تھوڑے عرصۂ قبل جب تک اورنگ آباد میں قیام رہا مرحوم کے اخلاق اور دیگر خوبیوں کا جو مجھ کو تجربہ ہوا ہے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ اون کے اچانک انتقال سے جس قدر افسوس اور روحانی صدمہ ہوا وہ ضبط تحریر میں نہیں آسکتا۔ علی ہذا۔

(۱۵) مولوی امین الحسن سشن جج نواب سالار جنگ اسٹیٹ نے بھی اظہار رنج و ملال کیا ہے۔

(۱۶) حکام اضلاع میں سے مسٹر محی الدین علی خان صاحب اور مرزا ماجد بیگ صاحب تعلقداران ضلع کریم نگر و ضلع پربھنی نے

(۱۷) ساجد بیگ صاحب ناظم دارالقضائی حیدرآباد نے نہایت پردرد الفاظ میں اس واقعہ پر اظہار رنج و ملال کیا:-

(۱۸) حکام ڈویژن میں سے۔ دوم تعلقدار صاحب جالنہ لکھتے ہیں کہ:-

"مرحوم کی دائمی مفارقت صرف جناب والا ہی کے لیے باعث رنج نہیں ہے۔ بلکہ کل قوم کے لیے موجب رنج ہے کہ اوس کا ایک قابل ترین ممکن اوس سے ہمیشہ کے لیئے جدا ہوگیا۔"

اور اظہار رنج و ملال فرماتے ہیں۔

(۱۹) نظمائے دیوانی ضلع میں سے مولوی ابوالحمید صاحب و مولوی نصیر الدین صاحب

علمائے سابق و حال ضلع پر بھنی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
"حادثہ جانکاہ کی خبر سنکر جو صدمہ ہوا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے"
(۲۰) منصفین میں سے مولوی غلام حسین صاحب اور مولوی شمس الدین صاحب اور مولوی برکت اللہ خان صاحب اور راے ہر پرشاد صاحب نے اس واقعہ پر سخت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے۔
(۲۱) اور مولوی عبدالقادر صاحب سابق منتظم صدر عدالت لکھتے ہیں کہ:۔

گو پیر زو سالہ بمیرد عجبے نیست
این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

افسوس ہزار افسوس کہ شمع خاندان کا روشن چراغ ناگہانی باد صرصر سے گل ہو گیا۔ اور بہت کچھ لکھ کر انہوں نے سخت رنج و ملال کا اظہار کیا ہے"
(۲۲) وکلائے ہائی کورٹ میں سے مولوی میر احمد شریف صاحب نے لکھا ہے کہ:۔
"مولوی بشیر الدین احمد خان صاحب کی مفارقت دائمی نے بے انتہا غم والم پیدا کر دیا۔ مرحوم اپنے خاندان کے ماہ تاباں اور ملک کے مایہ فخر تھے۔ اور نمو کی افق سے طلوع ہو کر ابھی بلند نہیں ہوے تھے کہ خوف اجل نے غم والم کی تاریکی پیدا کر دی اور دور و نزدیک اور اپنا و بے گانہ سب کو رنج والم میں مبتلا کر دیا۔ علی ہذا۔
(۲۳) حاجی محمد فیع صاحب نے بھی ایسا ہی کچھ لکھکر سخت افسوس کا اظہار کیا ہے۔
(۲۴) تحصیلداران تعلقات میں سے مولوی نصیر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ:۔
مرحوم کے اوصاف و اخلاق نے پہلی ملاقات ہی میں اون پر ایسا اثر کیا

تھا کہ ہمیشہ ان سے ملنے کو جی چاہتا تھا اور اون کے پاس سے
اوٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اون کی تصویر آنکھوں میں ہے اور
بار بار افسوس ہوتا ہے ؏

(۲۵) ملازمانِ کوتوالی میں سے منددم داس صاحب مہتمم کوتوالی پلئے گاؤں نے بذریعہ
تار اپنے سخت رنج و ملال سے مطلع کیا۔ اور سردار حسین صاحب مہتمم پائیگاہ نے
بذریعہ اپنے خط کے سخت رنج و الم کا اظہار کیا۔

(۲۶) سرکاری اہلکاروں میں سے خلیل اللہ خان صاحب اور منیب الدین صاحب
اور منشی امیر الدین صاحب اور مرزا محمد حنیف صاحب نے۔

(۲۷) اور ساہوکاروں میں سے راؤ بہادر نہال مل صاحب ساہوکار رزیڈنسی
بازار نے پر درد الفاظ میں تعزیت لکھی ہے ۔

تمام شد